ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

مجالسِ حسنہ

جلد دوم

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر

حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

خلیفہ مجاز

محسن الامۃ حضرت

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہ

بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی

مسجد باب السلام اناج بازار سکھر 0333-4381874

مجالسِ حسنہ جلد دوم

قطب الاقطاب حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ شاہ مہاجر مدنی قدس سرہٗ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

مجالسِ حسنہ

جلد دوم

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر

حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

خلیفۂ مجاز

محسن الامۃ حضرت

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہ

بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

ناشر

حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی

مسجد باب السلام، اناج بازار سکھر 0333-4381874

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مجالس حسنہ (جلد دوم)
ترتیب وتدوین	مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ مدرس جامعہ اشرفیہ و مدیر ماہنامہ الحسن لاہور
نظر فرمودہ	☼ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ صدر مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ☼ حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
صفحات	248
قیمت	=/320 روپے
تعداد اشاعت	2200
تاریخ اشاعت	جولائی 2010ء
پرنٹر	آر آر پرنٹرز منظور پارک لاہور
ناشر	حاجی عبدالستار صاحب (مسجد باب السلام، اناج بازار سکھر)
برائے رابطہ	ڈاکٹر نعیم اللہ: 0300-8461995
کمپوزنگ	مسعود فرید، محمود فرید: 0333-4331105

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات 190 نیو انارکلی لاہور فون: 042-37353255

ادارہ اسلامیات نزد مقدس مسجد چوک اردو بازار کراچی فون: 021-32722401

مولانا محمد اکرم کاشمیری رجسٹرار جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور: 042.37577973

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفیؒ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت

مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز

حمد

محو ہوں لطف ناز میں تیرے — گم ہوں راز و نیاز میں تیرے
کتنا عالم فریب عالم ہے — حسن عالم طراز میں تیرے
یہ فسونِ نظر معاذ اللہ — جلوۂ پردہ ساز میں تیرے
چشم نظارہ محو حیرت ہے — حسن نیرنگ ساز میں تیرے
شان تسخیر عالم جاں ہے — التفات مجاز میں تیرے
بے نیازی سی بے نیازی ہے — لطف بندہ نواز میں تیرے
اپنی ہستی مٹا چکا ہوں میں — عشق ہستی نواز میں تیرے

عارفی بھی ہے ایک کشتہ ناز
عرصہ ترکتاز میں تیرے

بسم الله الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ و آلہ

عکسِ منظوم دُعاء

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

بقلم

قطب الارشاد حضرت ڈاکٹر **حفیظ اللہ** صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

نہیں توبہ کا منہ پاس ہمہ گفتارِ عصیانی — مگر کرتا ہوں میں جرأت بہ فضلِ ربانی
تیری رحمت سے یارب کب ہے مایوس ہونا — کہ ہے لا تقنطوا خود ہی تیرا ارشادِ حقانی
تیرے دریائے رحمت کے مقابل چیز ہی کیا ہے — میری ناپاکیٔ قلبی اور میری آلودہ عصیانی
مدد یارب مدد یارب کہ میں رستے میں ہوں بے ڈھب — ادھر تسویلِ نفسانی اُدھر اغوائے شیطانی
میں مغلوبِ طبیعت ہو گیا ہوں کیجیے اعانت ہو — بہت کوتاہ ہمت ہوں بہت ہے ضعفِ ایمانی
گرفتارِ غفلت ہوں اسیرِ حرص و شہوت ہوں — بہت محتاجِ رحمت ہوں دکھا دے شانِ رحمانی
عنایت کر عنایت کر عطا اب استقامت کر — میرے دین کی حفاظت کر میرے ایماں کی نگرانی
بس اب تو خوابِ غفلت سے الٰہی مجھ کو چونکا دے — رہوں تا عمر تیری راہ میں سرگرمِ جولانی
خدایا اپنی قدرت سے کرا دے طے — مدارج کے تیرے ایمانی و عرفانی و ایقانی
میرے مولا میرے قادر میرے اللہ میرے ناصر — مدد کر تا دمِ آخر رہے قائم با نورِ ایمانی
میرے خالق میرے مالک میرا کر خاتمہ خیر — بحقِ شافعِ محشر عطا کر باغِ رضوانی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	۱۷
☆	تقدمہ (حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب)	۲۱
☆	تقریظ نمبر۱ (حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی)	۲۴
☆	تقریظ نمبر۲ (حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی)	۲۶
☆	تقریظ نمبر۳ (حضرت نواب محمد عشرت علی خاں صاحب قیصر مدظلہ العالی)	۲۷
☆	تقریظ نمبر۴ (حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ)	۲۸
۱	**حضرت قطب الارشاد رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کی نظر میں (تاثرات)**	۲۹
☆	والا نامہ نمبر۱۔ حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان	۲۹
☆	والا نامہ نمبر۲۔ حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان	۳۰
☆	والا نامہ نمبر۱۔ حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۱
☆	والا نمبر۲۔ حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۲
☆	والا نامہ حضرت حکیم محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۳
☆	والا نمبر۱۔ حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۹

☆	والانمبر۲۔ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۴۴
☆	ایک خواب	۴۶
۲	**تعلیماتِ قطب الارشاد**	۴۸
☆	والا نامہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بطرف حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ	۴۸
☆	رسالہ کا اجراء	۵۰
☆	لفظ مجدد کا استعمال	۵۱
☆	فنا۔ بقا	۵۴
☆	بیعت کے موقع پر خصوصی نصائح	۶۰
☆	بیعت کا طریقہ	۶۴
☆	حضرت کے پسندیدہ اشعار	۶۶
☆	بیماری کے فوائد وثمرات اور انعاماتِ الٰہیہ	۸۰
☆	وصیت نامہ	۸۲
۳	**حالات سالکین اور حضرت کے محققانہ جوابات**	۸۲
☆	حال نمبر۱	۸۲
☆	حال نمبر۲	۸۲
☆	اطلاع حال۳	۸۳
☆	اطلاع حال۴	۸۴
☆	حال نمبر۵	۸۷

☆	حال نمبر۶۔ عشق مجازی کا علاج	۹۷
☆	حال نمبر۷۔ بدنظری کا علاج	۱۰۱
☆	حال نمبر۸۔ عطر تصوف	۱۰۵
☆	حال نمبر۹	۱۰۹
☆	حال نمبر۱۰	۱۱۰
☆	حال نمبر۱۱	۱۱۱
☆	حال نمبر۱۲	۱۱۲
☆	حال نمبر۱۳	۱۱۳
☆	حال نمبر۱۴	۱۱۵
☆	حال نمبر۱۵	۱۱۶
☆	حال نمبر۱۶	۱۱۶
☆	حال نمبر۱۷	۱۱۹
	ابتدائے مجالس وبیانات	۱۲۲
۱	**صحبت اہل اللہ**	۱۲۳
☆	صادقین کی صحبت کے فوائد	۱۲۳
☆	اللہ کی ہم نشینی	۱۲۴
☆	دین کی صحیح فہم	۱۲۵
☆	نیک صحبت کا اثر	۱۲۷

☆	افاضۂ باطنی کیلئے حضور ﷺ کو حکم	۱۲۸
☆	اللہ سے ہم کلامی کیلئے سہانا وقت	۱۲۹
☆	طریق تربیت	۱۲۹
②	نسخۂ انابت حق	۱۳۱
☆	بزرگوں کی نظر کا مطلب	۱۳۳
☆	مجاہدہ اور اس کی تعریف	۱۳۴
☆	ذکر اللہ کی اہمیت	۱۳۴
☆	اہل اللہ کی پہچان	۱۳۶
③	نسخۂ معیت حق	۱۳۹
☆	مؤمنین سے اللہ کا خصوصی تعلق	۱۴۵
☆	غارِ ثور کا واقعہ	۱۴۹
④	فرضیت اصلاح نفس	۱۵۱
☆	اصلاح کا مفہوم	۱۵۱
☆	اصلاح کی فکر	۱۵۲
☆	اصلاح کا طریقہ	۱۵۴
☆	مصلح کی تلاش ضروری ہے	۱۵۵
☆	اصلاح کی حقیقت	۱۵۷

☆	مدینہ منورہ روانگی سے قبل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عوام الناس کے مجمع میں معافی چاہنے کی درخواست	۱۵۹
⑤	رضائے حق کیلئے مجاہدہ	۱۶۵
☆	اعمال کی مقبولیت کی شرط	۱۶۶
☆	مشقت اٹھانے پر آسانی کا وعدہ	۱۶۶
☆	مجاہدہ اور معیت خداوندی	۱۶۷
☆	حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۱۶۸
☆	حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	۱۶۹
☆	اللہ کی محبت کی چاشنی کیسے نصیب ہوتی ہے	۱۷۰
☆	''میں'' کی ممانعت اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۱
☆	تکمیل مثنوی۔ مفتی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۳
☆	ایاز اور حقیقتِ فنائیت	۱۷۳
⑥	آخرت سنوارنے کا فکر	۱۷۷
☆	اطمینانِ قلب کی کسوٹی	۱۷۸
☆	فکر آخرت	۱۷۹
☆	اپنا محاسبہ کیجیے	۱۸۲
⑦	استحضارِ موت و آخرت	۱۸۳
☆	موت کو یاد رکھنا ضروری ہے	۱۸۴

☆	مرنے کا نہیں ہم کو یقیں	۱۸۵
☆	موت پر راضی رہنے کا طریقہ	۱۸۶
☆	لایعنی اور معاصی سے اجتناب شرط ہے	۱۸۷
☆	آخرت کی تیاری کا وقت یہی ہے	۱۸۸
۸	**ترجیح الآخرت**	**۱۸۹**
☆	اس دنیا میں عارضی قیام کی مثال	۱۹۰
☆	اپنے اصلی وطن کا شوق	۱۹۲
☆	ایک تابعی کا واقعہ	۱۹۳
۹	**حصولِ قرب ورضا**	**۱۹۵**
☆	حصولِ رضا کا طریقہ	۱۹۶
☆	حالِ شرعی بمعنی رسوخِ عمل	۱۹۸
☆	خشیت ۔ مشیت اور رضا بالقضا	۲۰۲
۱۰	**یوم الحساب**	**۲۰۵**
☆	اللہ کا بندوں سے معاملہ	۲۰۶
☆	ایمان کی تعریف	۲۰۷
☆	قیامت کے دن اہل ایمان سے برتاؤ	۲۰۸
☆	کفار کی جہنم رسیدگی	۲۱۱
☆	رسولوں کا انسان ہونے میں حکمت	۲۳۱

☆	کفار کا جہنم میں داخلہ	۲۱۵
☆	پل صراط اور اس کی کیفیت	۲۱۵
☆	تکبر کرنے والوں کا انجام	۲۱۷
☆	صورِ اسرافیل کی کیفیت	۲۱۸
☆	میدانِ حشر کی وسعت	۲۱۹
☆	قبولیت توبہ کا ایک واقعہ	۲۲۰
☆	اللہ کی محبت اور اس کی شان	۲۲۲
☆	ایصالِ ثواب	۲۲۳
☆	انعاماتِ خداوندی	۲۲۴
۱۱	**عورتوں کی خصوصیات اللہ کی نظر میں**	**۲۲۹**
☆	کیا عورت اعمال میں مرد سے بڑھ سکتی ہے	۲۳۱
☆	عورتوں کی صفات	۲۳۳
☆	مردوں سے خطاب	۲۳۴
☆	ذکر کے فوائد	۲۳۶
☆	اچھی بیوی	۲۳۷
☆	پڑوسی کے حقوق کی اہمیت	۲۳۷
☆	بیوہ کی عظمت وفضیلت	۲۳۸
☆	بچوں کی پرورش کرنے کا صلہ	۲۳۹

☆	بچے کے فوت ہونے پر عورت کیلئے جنت کا وعدہ	۲۳۹
☆	کیا بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرسکتی ہے	۲۴۲
☆	عورتوں کو گھر میں رہنے کی فضیلت	۲۴۲
☆	اللہ کے ہاں پسندیدہ عورت	۲۴۳
☆	تقویٰ کی ایک اعلیٰ مثال	۲۴۴
☆	پہلا واقعہ	۲۴۴
☆	دوسرا عجیب واقعہ	۲۴۷
☆	ایک صحابیہ کا واقعہ	۲۴۸

☆☆☆

پیش لفظ

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک نادر تصنیف ''بوادر النوادر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''آدمی دنیا میں ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے۔ پس اصل کام اس کا شغلِ دین ہے لیکن بضرورت اسی شغلِ دینی کی اعانت اور تقویت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت عطا فرمائی گئی لیکن یہ اجازت دی گئی ہے بشرطِ اعتدال''۔

ہمارا اس دنیا میں آنے کا مقصد بلکہ مقصودِ اعظم آخرت کی تیاری ہے۔ بالفاظ دیگر ہمیں آخرت کے گھر کے لئے بہتر سے بہتر سامان کا مہیا کرنا ہے تاکہ وہاں مشکل نہ ہو بلکہ آسانی ہو۔ وہاں کا سامان، وہاں کا زرِ مبادلہ اعمال صالحہ ہیں۔ وہ اعمال جو خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے کئے جائیں۔

چونکہ یہ اعمال ہمیں اسی دنیا میں کرنے ہیں اس لئے حق تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے وسائل، یہاں کے اوقات کو استعمال کرنے کی اجازت بھی دی ان کو ہمارے لئے مسخر بھی کردیا۔ اور ہمیں اختیار بھی دے دیا۔ اب عقل اور سمجھ کا تقاضا یہ ہے ہم ان سب چیزوں کو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ جو حدود اور قیود بتائے گئے ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے دنیاوی زندگی کے اوقات اس انداز سے گزاریں کہ بعد میں حسرت وافسوس نہ ہو، دنیا میں نہ آخرت میں۔

اسی فہم کو پیدا کرنے کے لئے علمِ دین سیکھا جاتا ہے۔ دینی کتب، بزرگوں کے مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اہل اللہ کی خدمت میں جا کر ان سے استفادہ کیا

جاتا ہے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ عمل کا داعیہ پیدا ہو، دین کا شوق پیدا ہو، حیاتِ طیبہ کے حصول کی طلب پیدا ہو۔ آخرت کی تیاری کی طرف رغبت ہو اور عاقبت سنور جائے۔

"تجربہ شاہد ہے کہ بزرگوں کے مواعظ، حکایات و روایات میں ایک خاص نور ہوتا ہے جو پڑھنے اور سننے والے پر وہی اثر ڈالتا ہے جو ان بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے"۔ چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے کوچ فرما کر آخرت میں اعلیٰ عِلّیین میں تشریف لے جا چکے ہیں اس لئے اب ان سے استفادہ کی صورت صرف یہی ہے کہ ان کے حالات و واقعات دیکھیں اور ان کے مواعظ و بیانات کا مطالعہ کریں تاکہ ہم بھی اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

اسی جذبہ کے تحت بیانات کی اشاعت کا یہ سلسلہ آج سے چار سال قبل مجالسِ حسنہ کی شکل میں شروع کیا گیا تھا۔ اس کے اصل روحِ رواں حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ یہ سب مواد انہی کا عطا کردہ ہے۔ بیانات حضرت حاجی صاحب کی ایک مریدہ عالمہ نے کیسٹ سے تحریری شکل میں لکھے ہیں۔ یہ بہت قابل قدر عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائیں۔

اس ناکارہ کو افسوس ہے کہ اس پیش کش میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر تعطل آ گیا۔ باوجود کوشش بسیار کے چار سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ بہرحال اب بتوفیقِ الٰہی مجالسِ حسنہ کی دوسری جلد آپ کے سامنے ہے۔ الحمدللہ۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر۔

مجالسِ حسنہ کی اس جلد کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا کچھ حصہ آ گیا ہے اور دوسرے حصہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ بیانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیقِ کامل عطا

فرمائیں۔ قوتِ عمل پیدا فرمادیں اور یہ ہمارے لئے تقویت ایمانی کا باعث ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے اس کتاب کی تیاری میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ العالی ودامت فیوضہٗ کی دعائیں اور سرپرستی اس ناکارہ ہیچمداں کو حاصل رہی۔ رہبری بھی فرماتے رہے۔ ان کی شفقت اور محبت اور ان کا احسان ہے کہ اپنی تقریظ کو ملحق کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمادی۔ بحمداللہ احقر کے شیخ و مربی حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ کی بابرکت دعائیں اور توجہات بھی شاملِ رہیں اور ازراہِ شفقت تقاریظ بھی تحریر فرمائیں۔ احقر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کشمیری مدظلہ استاذ الحدیث والفنون جامعہ اشرفیہ اور مدیر "الحسن" کا ممنونِ احسان ہے کہ وہ مستقل طور پر اعانت ونصرت فرماتے رہے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔ مزید برآں تقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ یادگارِ اسلاف حضرت عشرت علی صاحب قیصر دامت برکاتہم کا احسان ہے کہ انہوں نے بھی اپنی تقریظ سے نوازا۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائیں۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ وفی المقربین۔ اور اپنے درجاتِ قرب ورضا پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں۔ آمین۔ اور جن حضرات نے اس کی ترتیب، تدوین اور اشاعت میں جس انداز سے بھی مدد فرمائی ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی تعلق سے نوازیں۔ آمین

ولدِ نسبتی محمد عمر صاحب کا احقر دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہے کہ انہوں نے بہت محنت اور جانفشانی کے ساتھ وقت کا کثیر سرمایہ صرف کر کے پہلے سے کمپوز شدہ مواد سے تمام اغلاط رفع کیں اور کمپوزنگ کے اس وقت طلب مرحلہ میں اس مہارت سے گزرے کہ کتاب اس شکل میں پیش ہو رہی ہے۔ ان کے جملہ مقاصدِ حسنہ کے لئے احقر

دل سے دعا گو ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر مسعود فرید صاحب فائل کمپوزر اور ڈیزائنر کا ذکر نہ کروں۔ ان کا کام بہت قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی فن کی بلندیاں عطا فرمائیں اور علم میں وسعت عطا فرمائیں۔

بندہ عاجز و بے نوا

احقر ڈاکٹر نعیم اللہ کان اللہ لہٗ

۲۳۹۔ طارق بلاک

نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدمہ

مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہٗ

(رجسٹرار جامعہ اشرفیہ و مدیر ماہنامہ الحسن، لاہور)

نحمده و نصلي على رسوله الكريم. اما بعد!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت میں ایک جماعت مصلحین و مربیین کی شروع سے ہی چلی آ رہی ہے جس کا کام علم و عمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے سلوک و احسان کی منازل کا طے کروانا ہے۔ اس سلسلے میں قرونِ اولیٰ سے ہی بڑے بڑے اولیاء کرام چلے آئے ہیں جنہوں نے عبادت کا ایسا طریقہ بتایا جس میں خشوع خضوع اور تضرع کی تمام تر کیفیات پائی جاتی ہیں۔ حدیث جبریل میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ جبریل علیہ السلام کے اس سوال اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ (احسان کے بارے بھی فرمائیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے) کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۱) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں یقیناً دیکھ رہا ہے۔ اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو یہ سمجھ کر کرو کہ تم اس کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کہ وہ تمہاری ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے تم اپنی عبادت میں اخلاص کے ساتھ ساتھ پورا خشوع اور خضوع پیدا کرو۔ یہ کیفیت کیسے حاصل ہو اس کا طریقہ یہی اللہ والے بتاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی بھی ہے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے احسان اور سلوک کی یہ منازل

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ اور ان کے خلیفہ اقدس حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نوراللہ مرقدہٗ کے سایہ عاطفت میں طے فرمائیں۔ یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی بھی مسترشد اور مرید اپنے شیخ کے رنگ میں رنگ جائے۔ سنا ہے کہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت تھانویؒ اور پھر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم اپنے شیخ حضرت مفتی صاحب برد اللہ مضجعہ کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔ یہاں تک کہ اُٹھنے بیٹھنے اور لہجے تک میں مماثلت پیدا ہو چکی تھی حضرت ڈاکٹر صاحب اپنی مجالس میں اکثر و بیشتر اتباع سنت کے سلسلے میں اپنے شیوخ حضرت تھانوی اور حضرت امرتسری قدس سرھما کے حوالے سے بات فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً حضرت مفتی صاحب کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی۔ راقم الحروف گو حضرت ڈاکٹر صاحب سے تصوف و احسان کے سلسلے میں اصلاحی استفادہ نہیں کر سکا جس کا عمر بھر افسوس رہے گا تاہم حضرت کی چند ایک مجالس میں شرکت کا شرف ضرور حاصل ہوا جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کا سبب حضرت آپا جی (اہلیہ محترمہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ) رحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ تھیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب ہر ماہ حضرت آپا جی کی خدمت میں مبلغ پچاس روپے کا ہدیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کرتے تھے جس کی وصولی اور پھر اس کو حضرت آپا جی تک پہنچا کر ڈاکٹر صاحب کو رسیدگی کی اطلاع کرنا اس راقم کے ذمہ تھا اس طرح سے ہر ماہ ڈاکٹر صاحب سے مراسلت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب متعدد مرتبہ نیلا گنبد تشریف لائے جہاں حاضر خدمت ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی شفقت، محبت اور حسن اخلاق سنت نبوی کا عین نمونہ تھا۔

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جو خوبصورت اور خوب سیرت کتاب ہے یہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی چند مجالس جنہیں ان کے خلف الرشید روحانی اور جسمانی

معالج حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ کی مسلسل محنت اور مسلسل تگ و دو کے بعد شائع کیا گیا ہے کا مجموعہ ہے یہ مجالس کیا ہیں گویا علم و حکمت کے بکھرے موتی ہیں۔ ایک ایک لفظ اخلاص میں ڈوبا ہوا ہے بس کتاب شروع کرنے کی دیر ہے۔ پھر کیا ہے کہ اس کی مقناطیسی قوت اپنی طرف کھینچتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد دل عمل کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔

من آنم کہ من دانم میں کیا اور میری حیثیت کیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے منسوب اس حسین کتاب کا تقدمہ لکھ کر ریشم میں ٹاٹ کی پیوندکاری کروں! اکابرین جن میں میرے محبوب اساتذہ حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب عمت فیوضہم بھی شامل ہیں نے اپنے اپنے تاثرات قلمبند فرما دیئے ہیں اور پھر حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہٗ نے جس انداز سے لکھا ہے ہم اس کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب کے تاثرات اس پر مستزاد ہیں۔ حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ کے حکم سے یہ چند سطور محض اس لئے لکھ دی ہیں کہ شاید قارئین اس سیاہ کار کو بھی اپنی دعوات صالحہ میں جگہ دے سکیں۔

فقط والسلام

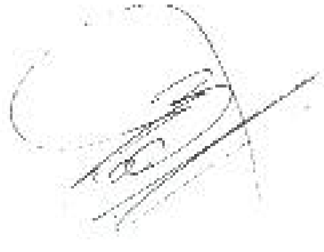

محمد اکرم کاشمیری

رجسٹرار و خادم طلبہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۵ مارچ ۲۰۰۶ء

تقریظ

شیخ الحدیث زبدۃ العلماء امیر المتواضعین

حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم! اما بعد

زیر نظر کتاب مجالس حسنہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی قدس سرہٗ خلیفہ اقدس حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ کی ان اصلاحی مجالس کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف مقامات اور مواقع پر فرمائیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح اور رشد وہدایت میں اتباع سنت کا جو درجہ عطا فرمایا تھا وہ اس دور میں کم ہی کسی کو ملا ہوگا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو چاہے عطا فرمادے) ان کا ایک ایک ملفوظ دل کی گہرائیوں میں اترنے والا ہے قرآن وحدیث کے اسرار ورموز جس انداز سے بیان فرماتے ہیں اس میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ اور پھر حضرت والد صاحب (مفتی محمد حسن امرتسری نور اللہ مرقدہٗ) کا طریق جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت والد صاحب برد اللہ مضجعہ اپنے ملفوظات قلمبند کرنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کے ہوتے ہوئے میرے ملفوظات کی کیا ضرورت ہے؟ یہ حضرت کی فنائیت فی الشیخ تھی تاہم حضرت ڈاکٹر صاحب کی ان مجالس جو درحقیقت حضرت تھانوی اور حضرت والد صاحب کے ملفوظات ہی کی

تشریح وتوضیح ہے کی افادیت اس دور میں مسلمہ ہے۔ الحاد اور بے دینی کے اس دور میں اس کی انتہائی ضرورت ہے کہ اولیاء اللہ اور اکابرین کی مجالس اور صحبت اختیار کی جائے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم ان کے مواعظ، ملفوظات اور اصلاحی کتب سے استفادہ کیا جائے تاکہ دین کو بچا بچا کر قبر تک لے جانے میں آسانی رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی مجالس کے اس گلدستے کو راقم الحروف نے اپنی اصلاح اور استفادے کی خاطر حرفاً حرفاً پڑھا ہے ماشاء اللہ انتہائی مفید پایا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس سے ہر مسلمان فائدہ اٹھائے اور اس کتاب کو حرز جان بنا کر رکھے۔ یہ حضرت کے اخلاص کی برکت ہے کہ ان کی ہر ہر مجلس فکر آخرت کا نمونہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ اصلاح کے اس خزانے سے ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق ضرور استفادہ کرے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے شائع کرنے والے جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب، ان کے جملہ معاونین اور اس کے مدون عزیزم مولوی محمد اکرم کاشیری سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کی کوششوں سے علم وحکمت کے یہ موتی دیکھنے کو ملے۔ آمین

طالب دعاء

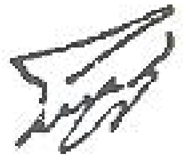

محمد عبید اللہ

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ

رأس المتقین شیخ المشائخ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہٗ
(شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ بڑے حضرات میں سے تھے اور اُن بابرکت بزرگوں میں سے تھے جن کا طریقہ سنت اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے طریق اور ذوق کے عین مطابق تھا۔ ہمارے اکابر کا نمونہ تھے۔

اُن کے ہر کام سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مشرب کی خوشبو اور نورانیت محسوس ہوتی تھی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو یہ شرف بخشا تھا کہ اُن کی مجالس نہایت پر اثر اور فکرِ آخرت سے بھرپور ہوتی تھیں۔

"مجالسِ حسنہ" یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو کہ نہایت ہی نافع اور ہر ایک کیلئے بہت مفید ہے۔ بالخصوص طالبینِ حق کے لیے قیمتی تحفہ ہے۔

بہ دِل دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سعی کو قبول فرماویں اور ہم سب کے لیے نافع بنائیں۔ آمین ثم آمین

محمد سرور غفی عنہ
یکم مارچ 2006

تقریظ

از

یادگارِ اسلاف مرجع العلما امام السالکین

حضرت نواب محمد عشرت علی صاحب قیصر مدظلہٗ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ عارف باللہ، زبدۃ السالکین، امام العارفین، مرجع خلائق و طالبین، سلطان العاشقین، جنت البقیع کے مکین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات و مواعظ کی اشاعت باعث امتنان و تشکر ہے۔ تقریظ کیلئے بس ایک شعر کافی ہے۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حضرت عارف باللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و صفات کو یہ حقیر نا اہل و ناکارہ کیا بیان کر سکتا ہے بقول ایک بزرگ کے وہ حکیم الامت مجدد ملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر آ گئے تھے۔

[illegible] خاصانِ خدا سے پوچھو۔

جملہ حالات و واقعات حضرت ڈاکٹر نسیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے بیشتر الفاظ میں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ قلمبند فرما دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نافع بنائے۔ حضرت عارف باللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قرب کے درجات بلند عطا فرمائے۔ آمین۔ عبد ضعیف و حقیر محمد عشرت علی قیصر عفی عنہ
۱۲ صفر ۱۴۲۷ھ — ۲۰۰۶/۳/۱۳ اسلام آباد

تقریظ

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہٗ

نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

میرے شیخ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات کا یہ مجموعہ "مجالسِ حسنہ" جس کا ایک ایک کلمہ آخرت کی فکر، اللہ جل شانہ کی عظمت اور نبی کریم ﷺ کی محبت واتباع کا درس دے رہا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ملفوظ کچھ اس طرح ہے کہ فتنے کے اس دور میں مصیبتوں سے بچاؤ کا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت اور ان کی کتب ہیں۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ خلیفۂ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ جو کہ مرشد تھے میرے شیخ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے، آپؒ نے حسن خاتمہ اور گناہوں سے بچاؤ کے لیے اپنی وصیت میں دو مرتبہ یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات کو حرزِ جان بنائیں۔ میں دل سے یہ سمجھتا ہوں کہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مواعظ وملفوظات کا خوبصورت گلدستہ اگر توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو اس کا ایک ایک جملہ حفاظت ایمان اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہوگی۔ اللہ جل شانہ اس کتاب کے طبع کرانے والوں کو خصوصاً میرے شیخ زادے محبوب ومکرم حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

والسلام

فضل الرحیم

حضرت قطب الارشاد رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کی نظر میں

یہ چند خطوط خاصانِ خدا کے نقل کئے جا رہے ہیں جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کے دل میں حضرت کی کتنی قدر ومنزلت تھی۔ ان میں عجیب وغریب واردات قلبیہ بیان فرمائے گئے ہیں۔

مندرجہ ذیل والا نامہ حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ ہے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا قیام ملتان میں تھا۔

حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا والا نامہ نمبر ۱:

ملتان

یکم اکتوبر، ۱۹۷۷ء

عزیزم ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم حسن احمد سلمہٗ کے خط سے محترم ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہم العالی کی تکلیف اور آپریشنوں کا پتہ لگا بہت ہی دل دکھا۔ قرار ہی نہیں آتا تھا۔ شدتِ غم سے روتا رہا۔ صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ کی دعاؤں میں لگا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مکمل صحت یابی کا مژدہ جلد پہنچائیں اور سب کی پریشانیوں کو رفع فرماویں اور مسلمانوں کے سر پر ان کا مبارک سایہ سلامت رکھیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب کی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو تو میرا اسلام کہہ دیں اور میری بے قراری کی دعاؤں کی اطلاع بھی کر دیں۔

عزیز حسن احمد سلمہٗ کو میں نے لکھ دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی صحت کی کیفیت

سے اطلاع دے۔ آپ ان دنوں بہت کثیر المشاغل ہیں۔ خود اطلاع دینے میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ حسن احمد کو بتادیں وہ خط سے اطلاع کردے گا۔ دس بارہ دن تک میں انشاء اللہ خود عیادت کے لئے حاضر ہونگا۔

عزیز حفیظ الحق سلمہٗ کو سلام کہیں۔

آپ کے لئے۔ عزیز حفیظ الحق سلمہٗ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

احقر محمد شریف عفی عنہ

۷۰۹۔ نواں شہر، ملتان

☆☆☆

حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا والا نامہ نمبر۲:

ملتان

۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء

مکرمی ومحترمی جناب ڈاکٹر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا ۱۳ دسمبر ۱۹۷۱ء کا لکھا ہوا کارڈ دیر بعد ملا۔ خط ملنے سے پہلے ملک میں بڑے ہی اندوہناک واقعات رونما ہوچکے۔ غم سے سینہ فگار ہے۔ حضرت (مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک ارشاد فرمودہ علاج پر عمل کی کوشش کررہا ہوں۔ فرمایا ایسے حالات کا علاج مرکب ہے کئی باتوں پر۔ ''صبر، تفویض، استحضارِ حکمت اور دعاء''۔ اللہ تعالیٰ پاکستان، مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت فرمائیں اور دشمنانِ اسلام پر مسلمانوں کو غالب فرمائیں۔ حق کو غالب فرمائیں، باطل کو مغلوب فرمائیں۔ جناب سے بھی پاکستان اور مسلمانوں کے لئے دعاء کا ملتجی ہوں۔

حضرت بابا نجم حسن صاحب بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے یہ بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین میں سے ہیں۔ آپ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان سے ہجرت کرکے کراچی میں مستقل رہائش پذیر تھے۔

والا نامہ بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمبر۱:

۳ شوال، ۱۳۸۷ھ بمطابق ۴ رجنوری، ۱۹۶۸ء

یوم پنج شنبہ

محبی ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خلاف معمول کچھ لکھ رہا ہوں پوری بات یاد نہیں آج قبل فجر عجیب عالم رہا مختلف احباب پیشِ نظر کئے گئے (بعد اعلیٰ تصورات اور مناظر کے) اور ان کے متعلق جو دل میں ڈالا گیا وہ کچھ یاد رہا اور کچھ نہیں جو یاد رہا وہ بالکل اجمالی۔

اس قسم کے مختلف اور بوقلموں احوال ومناظر کو میں صرف خودساختہ نہیں کہہ سکتا۔

آپ ماشاء اللہ بشارت ہی بشارت ہیں۔ مفہوم جواب میں بیان کرسکتا ہوں صرف یہ کہ بہت زیادہ علو نہیں غلو نہیں مگر ملو ہی ملو۔ ساکن وقائم۔ یا یوں سمجھئے کہ راسخ الاحوال ہستی آپ کی ذہن میں آئی۔ میں لکھنے سے قاصر ہوں اللہ مبارک کرے۔

مولوی عبدالحکیم بھی تقریباً یوں ہی ماشاء اللہ ربودۂ عبودیت۔ اور اس کے بعد حفیظ اللہ لاری بھی حفیظ اللہ لاری کے لئے مزید ہدایت وفہم (فہمِ دین یقیناً وغالبًا) پیدا اور حاصل کرنے کی کوشش ضروری ہے۔ مگر لاری بھی ماشاء اللہ۔ حال لاجواب۔

ڈاکٹر ابراہیم پٹیل سیدھے سادھے۔ بچپاں می روی کہ زیبا می روی۔

حکیم صاحب (وہ تو بڑے ہی حضرت ہیں) ماشاء اللہ۔ سرسبز وشاداب۔

میں کیا میرے توہمات کیا مگر جی بغیر لکھے مانتا نہیں۔ جن کا نام ہے ان کے سواء کوئی اور نہ جانے۔

والسلام

طالب دعا و دعا گو

نجم

ناظم آباد کراچی

☆☆☆

والا نامہ بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمبر ۲:

۳۰ رجب ۱۳۹۳ھ بمطابق ۳۰ راگست، ۱۹۷۳ء

محبی و مخلصی سلمکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نامۂ محبت وخیریت ملا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کریم مطلق کے فضل وکرم سے دارین میں رحمتوں اور معاف فرمائیوں کی توقع اور التجاء ہے۔

الحمد للہ اللہ نے مجھے توفیق دی ہے کہ روز بلاناغہ آپ کے لئے، گھر میں، والدہ کے لئے اور ایک ایک بچے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ یہ میرا عمل نہیں ہے توفیقِ الٰہی ہے۔ مجھے اُبھارتی ہے۔ عمل اس توفیق کے تابع ہے۔

عاقبت کے لئے ہم لوگوں کو اپنی طرف نظر نہ کرنا چاہیے اپنے آپ کو دیکھیں گے تو یاس ہی یاس ہے۔ لیکن ہمیں تو نظر کرنا ہے اپنے مالک پر۔ ھُوَمَوْلٰنَا وہ کریم مطلق رحیم مطلق غفار مطلق ستار مطلق ودود مطلق اور نہ معلوم کیا کیا ہے۔ ہم کیڑوں کو وہ کیا عذاب دے گا۔ لیکن بہرحال ہمیں اختیاراً غفلت سے بچنا چاہیے اور توفیقِ خیر مانگنا چاہیے۔

یہاں تو میں نے محسوس کیا کہ عمل ایک طرف اعتقاد ہی درست نہیں اور عاقبت اور حالاتِ عاقبت کا عقیدہ اور تصور موہوم، مبہم بلکہ غائب ہے۔ عاقبت کے اعتقاد کے استحضار پر زور دینا ضروری ہے۔

والسلام

دعا گو و دعا جو

احسن ناکارہ

حضرت حکیم محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے بادہ نوش ہیں۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنے ذوقِ طلب اور اصلاح کے لئے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا۔ بعد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ ثامن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا۔ حکیم صاحب کو ان سے بھی اجازتِ بیعت حاصل ہے اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی۔ ذیل میں ان کا خط درج کیا جارہا ہے جو انہوں نے ۸ اگست، ۱۹۶۷ء کو حضرت قطب الارشاد رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا۔

سکھر

۸ اگست، ۱۹۶۷ء

؎ عجب اندیشست در دلہا اگر گویم زباں سوزد
وگر در دم کشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزم

محبی ومحبوبی حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحیفۂ گرامی ملا۔ پڑھ کر گھنٹوں حالتِ سکر وشکر میں کھویا رہا۔ آپ کے احوالِ باطنی کے شعلہ ہائے عشقِ الٰہی کی حدت الفاظ میں سموئی ہوئی تھی۔ جو مجھ ایسے ناکارہ بے حس انسان پر اثر انداز ہو کر رہی۔ گھنٹوں حلاوتِ محبت نے جذبۂ محبت میں رکھا۔ چوبیس گھنٹے کے بعد اس قابل ہوا کہ آپ سے باتیں کر سکوں۔

آنجناب اپنے مختصر حالات باطنی تحریر فرما کر اس درجہ پریشان کیوں ہو گئے۔ جس اللہ نے آپ کو اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا ہے اسی رب نے مجھ جیسے ناکارہ انسان کو تقریباً پندرہ سال پہلے آپ کی فطرت سے آگاہ فرما دیا تھا۔ میں کوئی نیا آشنائے رازودرو نہیں ہوں۔ پندرہ برس پہلے پہلی نظر میں بتوفیقِ رب بھانپ لیا تھا کہ یہ سوختہ دل گو پگڑی اور کلاہ میں ملبوس ہے مگر شانِ غلامی کے ساتھ تپشِ عشقِ الٰہی میں پھنک رہا ہے۔ جب بھی ذرا غور کیا آپ کی حالت بچپن سے بلوغت تک، بلوغت سے جوانی تک اور جوانی سے قربِ بڑھاپے تک اللہ تعالیٰ مجھ پر منکشف فرماتے تھے۔ وہ حالتِ نماز میں سسکیاں بھرنے کی آواز تک کانوں میں محسوس ہوتی تھی۔ اور میں بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا۔ ''اللہ کرے شدتِ غم اور زیادہ''۔ شدتِ غم سے مرادِ غمِ دوست ہے۔ بالفاظِ دیگر یوں عرض کردوں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو مادر زاد ولی پیدا فرمایا ہے۔ جس کے احوال بچپن ہی سے ہویدا ہونے لگے تھے۔ اور اب رگ وتن سے پھوٹ نکلے۔ یہ سارے

انعامات بغیر استحقاق منجانب اللہ آپ کو بھرپور عطا ہوئے۔

؎ ملی ہو کسی اور کو جس کسی سے
تجھے رب عزت سے عزت ملی ہے

اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے جس بندے کو چاہیں اپنی معرفت سے سرشار کر دیں۔ آپ پچھتائیں نہیں، گھبرائیں نہیں، شرمائیں نہیں۔ جس مالک نے ایمان دیا، اسلام دیا، عرفان دیا، زبانِ ذاکر عطا کی، قلبِ نادم عطا کیا، روحِ شاکر عطا فرمائی وہی اللہ حفاظت بھی کرے گا۔ میرے محترم! میں کسی کے گھر میں جھانکتا نہیں خود بخود احوالِ باطنہ کبھی کبھی احباب کے سامنے آجاتے ہیں۔ بغیر غور بغیر کاوش بغیر جستجو۔

ڈاکٹر صاحب! اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جس قلبِ مؤمن وجسمِ مؤمن وروحِ مؤمن میں اپنی محبت وخشیت کی دولت سے نوازا ہے اس کو ظرفِ تحمل بھی عطا کیا ہے۔ بحمداللہ سلسلہ کی برکت سے عُجب، ناز، پندار اور کبر کا نام ونشان تک نہیں رہتا۔ بلکہ عارف کی یہ حالت ہوتی ہے۔

؎ جب بھی ہوتا ہے ادھر سے کوئی تازہ احسان
دل پہ بجلی سی ندامت کی گرا دیتا ہے

نیز جب عارف کے دھن اور دھیان میں یہ شعر ہو تو اس کی بابت کیا کہوں۔

؎ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

(اس شعر کا ترجمہ حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل شعر کی صورت میں کیا ہے)۔

؎ ایک آن بھی رحمان سے غافل نہ چلو تم
شاید کہ توجہ کریں وہ اور سوئے رہو تم

لیجئے آج آپ اور والدہ نعیم اللہ سلمہٗ کو ایک خبر سناتا ہوں جس کو سن کر آپ دونوں حضرات سجدہ شکر بجالائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے روز افزوں مدارج بلند سے بلند تر فرمائیں۔ آمین۔

"اس مرتبہ جب میں حرمِ پاک پہنچا، بعد فراغتِ حج حرم شریف میں رات کے وقت میزابِ رحمت کے سامنے بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا تھا۔ اس وقت میرے دل ودماغ میں آنجناب اور نعیم اللہ سلمہٗ تھے۔ ان دونوں حضرات کے لئے درخواست پیش کر رہا تھا کہ مولائے کریم میرے محسن ومحسن زادہ کو اپنی محبتِ کاملہ واسعہ صادقہ بھرپور عطا فرمائیں اور جانے کیا کیا عرض کر رہا تھا۔ میں محوِ دعا تھا کہ ایک صاحب ضعیف العمر سفید پرنور چہرہ وریش میرے قریب آئے، بعد سلام فرمایا آپ جن لوگوں کے لئے دعا کر رہے ہیں یہ دونوں مادر زاد ولی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے لئے بھی دعا کرو۔ میں نے فوراً تعمیلِ حکم کی اور اللہ پاک کے حضور دعا کرنے لگا وہ بزرگ رونے لگے میں نے دعا ختم کی انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور حطیم کے اندر تشریف لے گئے۔ میں گھنٹوں ان معاملات میں کھویا رہا کہ یہ کون بزرگ تھے"۔ خیر جو بھی ہوں آپ کے ساتھ جو معاملہ حق تعالیٰ کا ہو رہا ہے زندگی جس طرح تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰه میں بسر ہو رہی ہے یعنی طبیعت، احکامات و اعمالِ شریعت میں مطابق سنت میں ڈھل گئی ہے اسی کو مقامِ عبدیت کہتے ہیں۔ یعنی صبح سے شام بغیر ارادے بلاتکلف سنت اور شریعت کے مطابق عمل سرزد ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تاحیات افزونیٔ اعمال کے ساتھ اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔ آمین۔

معظم ومحترم بزرگوارم جناب کے والد صاحب مرحوم کو یہ دولتِ عبدیت اخیر عمر میں عطا ہوئی جس کی تصدیق بزرگوارم حضرت مفتی محمد حسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی زبانی یوں ہوئی کہ حضرت نے فرمایا ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب بڑے اچھے انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو مقامِ عبدیت عطا فرمایا ہے۔ آیئے ہم سب ان کے لئے دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا صد ہزار شکر ہے کہ مالک وعزوجل نے یہ انعامِ عبدیت آپ کو جوانی میں اور نعیم اللہ سلمہٗ کو بچپن میں عطا فرمادی۔ آپ کے ساتھ مولیٰ کریم کے جو معاملات ہو رہے ہیں وہ اسی عبدیت کی تصدیق کی تکمیل ہے۔ جوان کا ہوا وہ اس کے ہوگئے۔ روضۂ مبارکہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تکلم اس کی شہادت، عزیزہ سعیدہ سلمہٗ کی شادی میں جو آپ حضرات کو جو تذبذب تھا حضور نے فیصلہ فرمادیا۔ جو بشارت اور احوال روز وشب ہوتے رہتے ہیں وہ مقاماتِ فنا اور مقاماتِ عبدیت کا پتہ دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین۔ نعیم اللہ سلمہٗ کی جیسے جیسے عمر میں افزونی، روح میں بلوغت پیدا ہوگی، شانِ عبدیت نمایاں ہوتی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بچے کو مستقل درخشاں فرمائیں، عمرِ خضر عطا فرمائیں اور امتحانات میں اول نمبر کامیابی۔ آمین ثم آمین۔ آپ اطمینان رکھیں میں نے آپ کے محبت نامے کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور انشاء اللہ نہ کروں گا۔

لیجئے بے ساختہ چند شعر ہوگئے تھے وہ بھی آپ کو سنادوں۔

غزل

اے حسنِ جاں نواز تو پردہ اٹھا بھی دے — دل طالبِ محال ہے جلوہ دکھا بھی دے
تا چند امتحانِ وفا مسکرا بھی دے — خوابیدہ حسرتوں کی فضا جگمگا بھی دے
اے برقِ حسن تجھ کو تیری تجلی کا واسطہ — وہ سامنے ہیں میرا نشیمن جلا بھی دے
پھر دیکھ اپنے حسنِ عقیدت کی رفعتیں — ہر نقشِ پا پہ ان کے نظر کو جھکا بھی دے
اس میں تو کوئی حرج نہیں اے نگاہِ ناز — رنگین تر فسانۂ الفت بنا بھی دے
تکمیلِ ذوقِ سوزِ پنہاں تو ہو سکے — دل میں وہی چراغِ تمنا جلا بھی دے

بازی میں جانِ زار لگانے کا شوق ہے ۔ اُلٹی ہوئی بساط کا نقشہ جما بھی دے
دیدار کا مزہ ہے کہ بے واسطہ ہو جب ۔ جس دل پہ مجھ کو ناز ہے وہ دل مٹا بھی دے
رزمی کوئی کمی نہ ہو اپنی طرف سے دیکھ
جھکتا نہیں دل نہ جھکے سر جھکا بھی دے

نوٹ: آج بتاریخ ۸ اگست ساڑھے بارہ بجے دن مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ کا فون آیا کہ میں ۹ اگست کو خیبر میل سے آرہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کے یہاں قیام کروں گا اور ڈاکٹر صاحب اپنی موٹر لے کر روہڑی آجائیں۔ لہٰذا یہ پرچہ عصر کے وقت میرے پاس آیا حافظ حکیم صدیق صاحب کو بلا کر میں نے یہ پرچہ سنایا اور عرض کیا کہ آپ اپنی موٹر لے کر آجائیں روہڑی سے مولانا کو لانا ہے۔ میرے مکان میں تو گنجائش نہیں ہے قیام بھی آپ ہی کے یہاں ہوگا۔ مولانا خیر محمد صاحب نے یہ بھی فون پر فرمایا ہے کہ ۱۰ اگست کی صبح کوئٹہ روانہ ہو جاؤں گا۔ میرے خیال میں ۱۰ اگست کو پنجرہی سے جس گاڑی سے آپ تشریف لے گئے تھے روانہ ہوں۔ اطلاعاً عرض ہے ۱۱ اگست کو آپ کوئٹہ اسٹیشن پر ان کو دیکھ لیں۔

دعا گو دعا جو احقر ابراہیم

☆☆☆

نوٹ:

حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔

☆☆☆

ذیل میں جو مکتوب مبارک درج کیا جارہا ہے وہ ایک ایسی بزرگ ہستی کا ہے جو بہت ہی عظیم، صاحبِ دل، صاحبِ نظر اور محبوبِ ہر خاص و عام تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے آپ نے تعلیم اور سندِ فراغ حاصل کی۔ آپ کی اولاد اور آپ کے شاگرد اس وقت ملک کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنی اصلاح کی غرض سے آپ نے اپنا تعلق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا اور بہت جلد خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ جس قدر اتباعِ سنت کا اہتمام آپ میں دیکھا گیا بہت کم حضرات میں ہوتا ہے گویا یہ آپ کا امتیازی وصف تھا۔ حتیٰ کہ اپنی چال کو بھی اختیاراً حضور ﷺ کی چال کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ آپ کو کسی سنت کا علم ہو جائے اور اس پر عمل نہ ہو۔ عبدیت کی شان بھی آپ میں نمایاں تھی۔ آپ نے سکھر شہر میں خود کو عوام کی خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ آپ نے جن حضرات کی باطنی تربیت فرمائی وہ اس وقت اونچے درجے کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس درجہ کی صاحبِ نسبت ہستی کو حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کس درجہ محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔

والا نامہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب قدس سرہٗ نمبر ۱:

احقر عبدالحکیم غفرلہٗ

از سکھر بروز بدھ

مخدومی و مکرمی و مطاعی حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ے جزاک اللہ کہ چشم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بہت بڑا احسان فرمایا کرامت نامہ پڑھنے کے بعد طبیعت خوش ہوگئی۔ طبیعت بجھی ہوئی سی تھی۔ ایک انشراح پیدا ہوگیا۔ اور جواب بھی مریض کے لئے کافی وشافی ہوا۔ خداوند تعالیٰ آپ کے درجات کو رفیع سے ارفع در ارفع بلند فرمائے۔ اور اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کی بشارت میں ہمیں بھی نوازے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرۃ فی المقربین۔

جواب عرض کرنے سے قبل ابھی ایک وارد ہوا اس کو عرض کر دیتا ہوں تاکہ بھاگ نہ جائے۔ آپ بھی فرمائیں گے یہ بھی چلنے لگا مگر ضرور عرض کروں گا۔ اور عرض کرنا بھی اس لئے ہے کہ وہ ٹھیک ہے صحیح ہے۔

میرے دل میں یہ بات آئی کہ جب اللہ میاں نے تجھ کو پیدا کیا تھا تو مجھ سے رائے تو نہیں لی تھی کہ تجھ کو کیسا بناؤں۔ نہ میں نے رائے دی تھی کہ ایسا بناؤ۔ لیکن اللہ پاک نے بالکل موضوع بنایا۔ میں بھی خوش ہوں کہ بہت اچھا بنایا۔ تو اب میں اللہ میاں کو کیوں رائے دیتا ہوں کہ دعا کرتا ہوں کہ ایسا کرو ایسا مت کرو۔ یہ کام ایسے ہو ویسے ہو۔ مجھے بالکل بھی رائے نہیں دینا چاہیے۔ نہ وہ میری رائے مانیں گے نہ میرے لائق ہے۔ پہلے کی طرح بالکل ہر کام درست کریں گے۔ باقی رہا دعا کرنا یہ تو امتثال امر ہے۔ قرآن شریف میں حکم آیا احادیث میں فرمایا دعا سکھلائی، انبیاء علیہم السلام، صلحاء دعائیں مانگتے رہے، یہ ان کی اقتداء ہے، اس لئے خوب امتثالِ امر اور دعا میں اقتداء کرنی چاہیے۔ لیکن دعا کرنے کے بعد یہ دیکھنا کہ فلاں کام میری مرضی کے مطابق ہوا یا نہیں یہ سب اپنی رائے کی پیروی کرنا ہے۔ دعا مانگنے جاؤ عبادت ہے۔ جیسے دعا کی ہے ویسے ہی ہوتے دیکھنے کا انتظار کرنا اور نہ ہونے کا غم کرنا یہ تو رائے دینا ہوا۔ بلکہ رائے دے کر بھی آدمی پچیت ہو جاتا ہے۔ کوئی اس طرح کرے یا نہ کرے۔ یہ پہرہ داری کرنا درست نہیں واللہ اعلم۔ یہ آخری الفاظ اس وارد کو ٹھیک کرنے کے لئے بڑھائے ہیں۔ وارد صرف چند سطور

اوپر والا ہے۔ (ایک بات ذہن میں رُک گئی تھی عرض کر دی ہے، ورنہ کیا رکھا ہے۔ اس میں قیدِ نفس ہو تو اللہ معاف فرمائے)۔ اس مہمان کی تو یہی مہمان داری ہے کہ کسی جوہری کو دکھا دے۔ اور اتفاق سے یہ بات آگئی اگرچہ عام بات ہے۔ ورنہ حال تو یہ ہے:

؎ کبھی اپنی کبھی اوروں کی فکریں
غرض دل کو کبھی فرصت نہیں ہے

مخدومی حضرت ڈاکٹر صاحب آپ کا بڑا احسان ہوا ورنہ میری یہ حالت تھی:

؎ گری گری سی طبیعت بجھا بجھا سا دل
کچھ ان دنوں یہی اندازِ زندگانی ہے

اس سے پہلا خط لکھنے کے بعد خیال تھا کہ شاید آپ ناراض ہو جائیں گے۔ اس میں باتیں خلافِ ادب لکھ گیا تھا۔ اور اب اہلِ وفا اس اہلِ جفا کو بھلا دیں گے۔ مگر کیا کیجیے:

؎ ذکر تھا ان کی بزم میں اہلِ وفا کا عارفی
میں انہیں یاد آگیا یہ بھی کمال ہوگیا

معلوم ہوا کہ ابھی اللہ تعالیٰ کے سنبھالنے والے بندے موجود ہیں۔ اور کام میں لگا رکھتے ہیں:

؎ تقدیر سے مل بھی جاتے ہیں اخلاص ومحبت والے دل
یہ چیز ابھی تک دنیا میں کمیاب تو ہے نایاب نہیں

اور تعریف تو آپ کی ہو یا میری ہو یا کسی اور کی ہو سب اللہ میاں ہی کی تعریف ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔

اب آپ کب تشریف لا رہے ہیں؟

؎ یاد آرہی ہے صحبتِ یارانِ میکدہ
تڑپا رہی ہے فرقتِ جانانِ میکدہ

اور یہ تو ایک محبت کی بات ہے ورنہ شریعت اصل ہے۔ جس وقت آپ کی مصلحت ہو تشریف لائیں۔ دستور العمل وہی رکھیں گے جو اللہ میاں نے اپنے پاک پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے بھیجا۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ وَالشَّرْعُ مُقَدَّمٌ عَلَى الطَّبْعِ۔

ہاں اعزاز نامہ میں چند الفاظ ذرا کھٹکے۔ مثلاً لفظ ''آنحضرت''۔ ''درجہ تمکین حاصل ہے''۔ ''کوشش منتہا کو پہنچی ہوئی ہے بلکہ اس سے زیادہ''۔ ''مدارج عالیہ میں ترقی'' (عذاب نہ دیں تو ان کا کرم ہے)۔ اگرچہ آپ نے لفظ ''ہوگا'' کسی کسی جگہ تحریر فرمایا ہے وغیرہ۔ سو اگر اس قبض کشائی کے لئے فرمائے ہیں تو بحمد اللہ قبض ہٹ گیا۔ الفاظ واپس کردوں۔ دوائی بچ گئی لہٰذا طبیب کو واپس۔ یا آنجناب کی عادت مبارک ہے کہ اپنے سلسلہ کے لوگوں سے بہت جلدی حسنِ ظن بڑھ جاتا ہے۔ وہ درست ہے۔ مگر مجھے تو وہیں رہنے دیجئے جہاں میں ہوں۔ ورنہ پھر یہ گمان اچھا ہے کہ حسنِ ظن ہی سے اللہ میاں بخش دیں گے۔ اب آپ نے اچھا کہہ دیا ہے امید ہے مرنے کے بعد بھی شہادت اچھی مل جائے گی، اس لحاظ سے رہنے دیجیے۔ اس لحاظ سے جو الفاظ آگئے وہ واپس نہیں کرتا ہوں۔

؎ چاندی میری عصیاں کی پرکھی گئی محشر میں
دنیا میں تو کھوٹی تھی عقبیٰ میں کھری نکلی

دو چار آدمی اچھا کہہ دیں گے تو کام انشاء اللہ بن جائے گا اللہ میاں رحیم و کریم ہیں۔

دو گواہ کافی ہیں۔ ایک کسی اور کو اللہ میاں بنا دیں گے کسی طرح آخرت میں نجات مل جائے۔

؎ رحم کر اب اے فریب خود نمائی رحم کر
اب تو خود اپنی نگاہوں سے گرا جاتا ہوں میں

اور شکر واقعی اللہ جل شانہٗ کا مجھے ضرور کرنا چاہئے ناقدری کرنا اچھا نہیں عطیہ الٰہی اس کی محض نوازش و کرم ان گنت ہیں۔ حدیث شریف میں رأس الشکر الحمد للہ۔ قرآن شریف کی پہلی تعلیم یہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ میں اپنے اللہ کا بہت

بہت شکر کرتا ہوں اور شکر پورا کرنے سے عاجز ہوں۔ اور سب نعمتیں ہی نعمتیں ہیں شکوہ غلط اور کاہیکا۔

؎ ہم کو کیا حق التفات خاص کا
کس لئے ہم آپ کا شکوہ کریں

اور سب اللہ میاں کی مہربانیاں ہیں۔ کمزوری طبع کہیے یا بے حسی ہے ورنہ

؎ جہاں تک بھی نظر جاتی ہے جلوہ گاہ ہستی میں
محبت ہی محبت جلوہ گر معلوم ہوتی ہے

اور پہلے سے بھی سنا ہوا تھا لیکن عین وقت پر آپ نے تحریر فرمایا اگرچہ تمام اشعار موقعہ بہ موقعہ مرہم کی طرح چپکے مگر یہ شعر ایسا انجکشن لایا کہ وہ حالت فرو ہوگئی۔

؎ کوئے نا امیدی مرو امید ہا است
سوئے تاریکی مرو خورشید ہا است

(ناامیدی کے کوچے میں مت جاؤ۔ بہت سی امیدیں بر آنے والی ہیں، تاریکی کی طرف مت دیکھو کہ کئی سورج نکلنے والے ہیں)۔

اللہ کا شکر ہے آپ کا بھی شکریہ۔ اب طبیعت کا حال وہ نہیں ہے کہ گری گری سی طبیعت، بجھا بجھا سا دل۔

جواب مل گیا۔ کامیابی تو کام سے ہوگی۔ اور بڑے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ بہت بہترین آپ نے تحریر فرمایا۔ تسلی ہوگئی۔

؎ عارفی کیوں سانحاتِ غم سے ہو افسردگی
جب حیاتِ مختصر رختِ فنا بر دوش ہے

میں تو بہت ضبط کر کے آپ کو لفظ ''آپ'' سے زیادہ نہیں لکھتا حالانکہ واقعی دل بہت چاہتا ہے۔ جو الفاظ آپ تحریر فرماتے ہیں وہ میں لکھا کروں۔ لیکن تکلف ہی تکلف

میں کہاں تک چلیں۔ "نہ کہ حسن کلام سے ہوگی"۔ کا مضمون مانع رہتا ہے۔ دل میں تو ادب کرتا ہوں ان ہاتھوں پیروں سے نہیں ہوتا۔ کیا کروں۔ کرنا چاہئیے۔ آپ سے امید ہے بے ادبی ہو جایا کرے تو معاف فرمادیا کریں۔

؎ رہا دل کو رضائے یار سے کام
نہ سمجھے ہم جفا کیا ہے وفا کیا ہے

اللہ میاں دعوے سے بچائے اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ اہل حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔

آخر میں عرض ہے کہ یہ دونوں اعزاز نامے بڑے اچھے تحریر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

عبدالحکیم

☆☆☆

والا نامہ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب قدس سرہٗ نمبر ۲:

مخدومی و معظمی حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت کے بعد عرض آنکہ آنجناب کا اعزاز نامہ موصول ہو کر باعثِ مسرت ہوا۔ آنجناب نے جو دعائیں تحریر فرمائیں ہیں وہ گھر والوں کے لئے کر کے یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اور پھر بھی انشاء اللہ یاد رکھونگا۔ وهو المجیب اذا دعی۔

میرا حال مکہ مکرمہ میں دعا کے سلسلے میں ایسا ہو رہا ہے کہ جب میں دعا کرتا ہوں تو اکثر مرتبہ جب دل متوجہ ہوتا ہے تو ایسا وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے جاتے ہیں منظور ہے منظور ہے۔ پھر میں دوسروں کے نام لینے لگتا ہوں کہ فلاں کے لئے بھی فلاں

کے لئے بھی۔ چند ناموں کے بعد بعض نام ایسے آتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں نہیں۔ گویا توجہ مخصوص ہٹ جاتی ہے۔ میں مزید کے نام لیتا ہوں یا ان ہی کے متعلق دوبارہ عرض کرتا ہوں تو فرماتے ہیں تمہاری بھی منظور نہیں۔ پھر آہ وزاری کرتا ہوں کہ میری تو قبول فرمالیجیے۔ کچھ دیر عرض کرنے میں منظور فرمالیتے ہیں۔ ورنہ رُخ ہی پھیر لیتے ہیں۔ اور میری عادت سی ہوگئی ہے کہ جب معلوم ہوتا ہے کہ قبول فرمارہے ہیں تو دوسروں کے نام لینا شروع کردیتا ہوں۔ پھر کچھ نام لیتے لیتے فرماتے ہیں باز آئے نہیں۔ میں عرض کرتا ہوں یہ تو آپ ہی کے بندے ہیں کہتے ہیں تم ٹھیکیدار ہو۔ وہ میری دعا بھی نامنظور فرما دیتے ہیں۔ پھر عرض معروض کرتا ہوں جب ہاں کرلیتے ہیں پھر زیادہ نام نہیں لیتا۔ اور جمع کے صیغے میں کچھ نہیں ہوتا صرف نام بنام جو یاد آتے ہیں گنواتا ہوں تب یہ بات پیش آتی ہے۔ اور جن نام پر ناخوش ہوتے ہیں وہ بالکل یاد نہیں رہتے۔ نہ اس وقت نہ بعد میں۔ ایک غفلت سی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اب ارادہ کیا ہے کہ مجموعی طور سے سب کے لئے کیا کروں۔ مثلاً احباب ملنے والے دعا چاہنے والوں کے لئے۔ تمام مسلمانوں کے لئے یا صیغہ جمع کا بول کر سب کو شامل کرلیا کروں۔ یہ راز ہے اور سرٌّ من الاسرار ہے۔ سب سے نہ کہیے گا۔ میں آپ کو لکھ رہا ہوں وہ فرماتے ہیں لکھ دو تب لکھ رہا ہوں۔ یا حضرت کو لکھا ہے یا آپ کو لکھا ہے۔ یہ دل میں باتیں آپ ہی آپ ہوتی رہتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے وہ خود بولتے ہیں۔ دل میں خود بخود یہ بات آتی ہے کہ اللہ پاک ہی یہ فرمارہے ہیں۔ ایک مرتبہ میں اوپر والی منزل میں بیٹھنے لگا تو فرمایا نیچے اتر آؤ۔ اوپر جا کر تنگ گئے۔ (خانہ کعبہ نیچے آجاتا ہے) یہ حجت شرعی تو نہیں اور احوال میں سے ہے۔ کل بازار چلا گیا دیر ہوگئی تو فرمایا کہ اس چکر میں رکھونگا تو میں نے معافی چاہی فرمایا معاف تو کیا ہوا ہے۔ عرفات کے میدان سے یہ حال شروع ہوا۔ آپ بھی دعا فرماویں۔

میں دوبارہ مدینہ منورہ جانے کا قصد کر رہا ہوں۔ ایک دفعہ تو معلم صاحب نے

حکومت میں بھیجدیا تھا درخواست لیکر انہوں نے منظوری نہیں دی۔ آج آپ کا خط معلم صاحب کے پاس آیا تھا میں بھی پہنچ گیا تو آپ کا سلام کہا۔ میں نے عرض کیا کہ مدینہ منورہ بھجوادیں تو اقرار کرلیا ہے کہ انشاء اللہ آٹھ سات روز بعد چلے جانا۔ اطمینان تو دلا دیا ہے اور لوگ بھی دوبارہ گئے ہیں۔ آپ نے معلم صاحب کو کہا تو امید ہوئی ہے۔ انشاء اللہ وہ کوشش کریں گے۔ باقی سب اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ سب اہل مجلس بعد العصر والجمعہ سلام مسنون۔

حاشیہ: حضرت آج آپ خواب میں تشریف لائے یہ ہدایت کی کہ آخری جہاز سے آنا یہ کل کی بات ہے میں نے عرض کیا کہ معلم مدینہ منورہ نہیں بھیج رہا ہے تبلیغی جماعت کے لوگ دوبارہ بھی جارہے ہیں سو آج آپ کا خط معلم صاحب کے پاس آگیا اور انہوں نے اقرار کرلیا ہے۔ الحمدللہ

احقر عبدالحکیم عفی عنہ

☆☆☆

حضرت کے بارے میں ایک خواب:

ذیل میں ایک خواب درج کیا جارہا ہے جو ایک صاحب نسبت، صاحب اجازت بزرگ نے تہجد کے وقت دیکھا۔ ان بزرگ کو دو یا تین حضرات سے اجازتِ بیعت حاصل ہے۔

”اس ناکارہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اور قبلہ حکیم صاحب دونوں تشریف فرما ہیں اور عشق الٰہی کی باتیں ہورہی ہیں۔ بظاہر آپ ضبط سے کام لے رہے ہیں۔ بلکہ دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ آپ کچھ زیادہ متاثر نہیں ہورہے۔ اتنے میں احقر نے دیکھا کہ حضرت کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوگئے اور دامنِ مبارک پر گرنے لگے۔ معا

بلاقصد وارادہ یہ شعر احقر کی زبان پر جاری ہوا۔

لہو ہو کے دل بہہ گیا ضبطِ غم سے
نہ آیا مگر لب پہ رازِ محبت

یہ شعر قبلہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ کا ہے۔ خواب ہی میں احقر کو بتایا گیا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب تمکین کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں اور ضبطِ غم آپ پر ختم ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی، گھڑی دیکھی تو تہجد کا وقت تھا۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ جیسے بزرگوں کی شفقت، توجہات اور دعائیں اس ناکارہ کو حاصل ہیں“۔

سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الاول والآخر والظاھر والباطن بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر O

یہ وظیفہ دس دفعہ صبح، دس دفعہ شام پڑھنے سے مندرجہ ذیل چھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ شیاطین کے لشکر سے حفاظت رہتی ہے۔
۲۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔
۳۔ جنت نصیب ہوتی ہے۔
۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معیت نصیب ہوگی۔
۵۔ جب قبر سے اٹھے گا تو بارہ فرشتے اس کی حفاظت کے لیے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں ہوں گے اور اس کو کہیں گے کہ تو فکر نہ کر ہم تیرے ساتھ جنت تک چلیں گے اور تیری حفاظت کریں گے۔ قیامت کے ہولناک مناظر سے گھبرانے لگے گا تو فرشتے تسلی اور حوصلہ دیں گے۔ حق تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی یہ فرشتے ساتھ ہوں گے حق تعالیٰ ایسے ہی اعمال نامہ ادھر اُدھر کر کے فرمائیں گے اس کو جنت میں لے جاؤ۔ پل صراط پر، اعمال کے وزن کے وقت یہ فرشتے ہر جگہ ساتھ ہوں گے حتی کہ جنت تک پہنچادیں گے۔
۶۔ اجروثواب کا ڈھیر اس کے لیے جمع کردیا جاتا ہے۔

تعلیماتِ قطب الارشاد

اصل مقصود سوانح کی اشاعت کا بزرگوں کی تعلیمات اور ذوق کا طالبین تک پہنچانا ہے۔ حضرت کی تعلیمات کا بحمد اللہ ایک ذخیرہ موجود ہے جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت کا حصہ بنے گا۔ یہاں بطور نمونہ صرف چند مضامین درج کیے جا رہے ہیں جو بہت ہی نافع ہیں۔

یہ والا نامہ حضرت نے اپنے خلیفہ و معتمد خاص حضرت حاجی عبد الستار صاحب مدظلہ العالی کو تحریر فرمایا جب یہ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس والا نامہ کی اشاعت کی غرض یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ معاملات اور معاشرت بھی دین کا اہم جزو ہیں اور حرمین شریفین میں حاضری کے وقت کو ہمیں کس قدر غنیمت سمجھنا چاہیے۔ یہ چیز بھی غور طلب ہے کہ اس والا نامے میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف بھی حشو یا زائد نہیں ہے۔

والا نامہ بطرف عبد الستار صاحب مدظلہ:

اناج باز سکھر

۲۱-۱۲-۷۳

عزیزم عبد الستار صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک آپ کی رہائش کا بندوبست ہو گیا ہوگا اگر عزیز حبیب اللہ وہاں ہوتا تو ممکن تھا کہ مزید تسلی اور آرام ملتا مگر اتفاق کی بات ہے کہ وہ وہاں نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ہر قدم پر خصوصی مدد فرمائیں مکہ معظمہ

سعودی ہسپتال میں ہمارے ایک پرانے ساتھی ڈاکٹر احمد علی صاحب ہیں (الدکتور احمد علی) ہیں ان سے اگر ضرورت ہو تو مل لیا کریں ممکن ہے بیماری وغیرہ میں کوئی مدد کر دیویں آج کل ان پر بھی بہت رش ہوتا ہے تاہم شاید کچھ خیال فرماویں اس خط کے آخری صفحہ پر ان کے نام رقعہ لکھ رہا ہوں وہ ان کو دے دینا اور بھائی صاحب کے متعلق بھی ضرورت سمجھیں تو ان سے مشورہ کر لینا۔ معلم صاحب کا رویہ کیسا رہا ہے۔

وہاں کے قیام کے دوران خاص خیال کر کے کوئی وقت ضائع نہ کرنا وہاں قسمت سے جانا ہوتا ہے لہٰذا ہر وقت اطاعت الٰہی میں خرچ کرو زبان سے دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور اعضاء کو ان کی فرمانبرداری میں لگائے رکھو۔

گھر کے کام کاج جو ضروری ہیں ان سب پر بھی ثواب ملتا ہے بھائیوں، بہنوں، والدہ کی دلداری پر بھی ثواب ملتا ہے۔

بس اس طرح وقت گذارو کہ کل کو افسوس نہ ہو کہ وقت کیوں ضائع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی سچی اور کامل محبت عطا فرماویں اور پوری اور صحیح فرمانبرداری سنت کے مطابق نصیب فرماویں۔ والسلام

احقر حفیظ اللہ از سکھر

حبیب اللہ ملے تو السلام علیکم کہہ دینا اگر حج کے دنوں میں آپ حبیب اللہ اور آٹھ آدمی اکٹھے رہیں تو شاید زیادہ آسانی ہو بہر حال جیسے مصلحت ہو کر لیں یہ صرف مشورہ ہے۔

☆☆☆

رسالہ کے اجراء کے بارے میں حضرت کی رائے

رسالہ کے اجراء کے متعلق احقر کا مشورہ یا رائے کا اظہار مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ اس وقت جتنے جرائد ہیں وہ اکثر خسارے میں چل رہے ہیں "الخیر" کے مدیر سے تو میری خود بات ہوئی تھی انہوں نے تو یہ بتایا کہ کوئی رسالہ خود کفیل نہیں ہے بلکہ خسارے سے جا رہے ہیں۔ اور خسارہ کو لوگوں کے چندوں کی آمدن سے پورا کیا جاتا ہے۔ (یہ تجاوز عن الحدود ہے یا نہیں آپ سوچیں)۔

۲۔ غالباً رسالہ کا نام انوار العلوم تھا جو حضرت مفتی محمد حسن صاب کی زندگی میں ایک دو سال چلا جب حضرت مفتی صاحبؒ کو معلوم ہوا خسارے سے چل رہا ہے فرمایا بند کر دو ہم اس کے مکلف نہیں ہیں اگر حق تعالیٰ کے منظور ہوگا انتظام غیب سے ہوگا نہیں تو بند رکھو۔

۳۔ رسالہ کے لیے موزوں مدیر نائب مدیر اور ساری ضروریات کاغذ کی فراہمی کتابت طباعت اشاعت کے لیے مناسب آدمی ملنے مشکل ہوتے ہیں پھر تصحیح کا کام ضروری ہے اس کا اہتمام یہ بہت سے کام بڑی مشقت کے ہیں۔ آپ حضرات کی زندگی آخری موڑ پر ہے اس کے بعد کیا ہوگا اس کو بھی سوچ لیا جاوے۔ نئے رسالہ کو کامیاب بنانا بڑا مشکل ہے۔

۴۔ مشورہ احقر کا یہ ہے کہ "الصیانۃ" کو اگر کافی امداد دی جاوے اور اس نام کے ساتھ کوئی اور نام بھی ساتھ تجویز ہو جاوے تو بڑی آسانی سے کامیابی ہوگی وہ حضرت حکیم الامت کے مواعظ اور ملفوظات کا خاص اہتمام جس طرح آپ چاہیں کریں تو اس طرح آسانی سے کامیابی ہو جاوے گی الصیانۃ والے بھی خوش ہو جاویں گے اور آپ کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا باقی آپ حضرات سوچ لیں اگر ہر طرح سے کامیابی کی امید ہو تو چشم ما روشن و دلِ ما شاد۔ بہت ہی اچھا ہوگا۔

لفظ مجدد کا استعمال

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی کے مجدد تھے اس پر سب اکابر کا اتفاق ہے مگر ان کے نام کے ساتھ بار بار یہ لفظ استعمال کیا جائے یا نہیں اس کے بارے میں حضرت کی رائے مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت محمد فاروق صاحب مدظلہ العالی ۲ روز قبل تشریف لائے اور جناب کے خطوط دکھا کر مشورہ فرمایا:

۱۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ العزیز کو ہمارے سارے اکابرِ سلسلہ اور متعلقین حکیم الامت اور مجدد الملت مانتے ہیں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور ہم اصاغر کا بھی یہی عقیدہ ہے اور وقتاً فوقتاً حضرت کے اسم گرامی کے ساتھ مجدد کا حکیم الامت کا لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ حضرتؒ کی کتب رسائل مواعظ ملفوظات کے علاوہ نہ اور کسی کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے نہ پسند ہے، دل یہی چاہتا ہے کہ حضرت کا ذوق آشنا ہو کر حضرت کے ذوق کو پوری طرح اپنایا جاوے کہ حضرت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں اور یہی حضرت کا ذوق ہے اس میں افراط و تفریط سے بچنا حضرت کا خاص اہتمام ہے تا کہ صحیح اعتدال کی تعلیم ساری امت کو پہنچ جاوے۔

۳۔ جناب کو معلوم ہوگا صحیح الفاظ تو یاد نہیں مفہوم یاد ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا کہ آپ مجدد ہیں فرمایا گمان تو مجھ کو بھی ہے اور یقینی تعین تو کسی مجدد کا نہیں ہوا ہے حق تعالیٰ نے بحمد اللہ تجدید دین کا کام ہر شعبہ دین میں مجھ سے لیا ہے۔

تعلیم الدین پرانی میں مجددین کے نام ہر صدی کے درج تھے لیکن ان سب میں مشہور نام جس کے ساتھ مجدد کا لفظ عام استعمال ہوا وہ مجدد الف سرہندیؒ تھے۔

۴۔ آنحضرت کو بحمد اللہ حضرت سے خاص عشق اور محبت بے حد ہے اور یہ قابل رشک ہے اور اسی محبت کی وجہ سے عام اشاعت کے لیے جناب بے چین رہتے ہیں کہ مجدد کا لفظ ضرور استعمال کیا جاوے۔

۵۔ شرعی معیار سے کرنے والے کام فرض واجب سنن اور مستحب میں تقسیم کیے گئے ہیں اور اس تقسیم کے مطابق ہر حکم کی اہمیت مانی گئی ہے اب سوال ہوتا ہے کہ مجدد ماننا کس زمرے میں آتا ہے تاکہ اس کے مطابق اس کی اہمیت ہمیں بھی ہو اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت بتائی جائے۔

۶۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملتؒ کے خلفاء جن کو آپ جانتے ہیں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب حضرت شیخ نامن علی صاحب حضرت ڈاکٹر صاحب مفتی محمد شفیع صاحب مولانا خیر محمد صاحب مولانا مسیح اللہ صاحب حضرت مفتی محمد حسن صاحب یہ سب ''حضرت رحمۃ اللہ علیہ'' کا لفظ استعمال کرتے تھے اور یہی لفظ ہم نے ان سے سیکھا ہے حالانکہ ان سے زیادہ تعلق یا محبت ہمیں نہیں ہے اور ان کو مجدد ماننے میں ذرا کلام نہیں ہے پھر اکثر ان حضرات نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہی لفظ استعمال کیا ہے۔

۷۔ حکیم الامت کا لفظ مجدد الملت سے ارفع ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ یا عبداللہ بن عباسؓ کو حکیم الامت کا لقب دیا گیا تھا مجدد دین تو بعد میں ہوئے صحابی کا لقب

حکیم الامت ہونا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب زیادہ وزنی ہے۔

۸۔ لاہور والے حضرت مفتی محمد حسن صاحب کس قدر عاشق تھے کہ حضرت کا نام لے نہیں سکتے تھے جب تک حضرت عجیب تھے عجیب تھے عجیب تھے عجیب و غریب تھے عجیب وغریب تھے عجیب وغریب تھے ۵۔۷ دفعہ نہ کہہ لیتے محبت کی پیاس بجھتی نہ تھی اس کے بعد فرماتے حضرتؒ نے فلاں وقت یوں فرمایا فلاں وقت یوں فرمایا۔ مجدد کا لفظ باوجود راسخ العقیدہ ہونے کے نام استعمال نہیں فرماتے تھے۔

۹۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز حقوق کی ادائیگی کے تحفظ کو شریعت مطہرہ کا خصوصی مزاج سمجھ کر اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے کہ ہر چیز اپنی حد تک محدود رہے حدود سے تجاوز کو بہت ہی ناپسند فرماتے تھے یہ خاص ذوق حضرتؒ کا تھا۔

۱۰۔ حضرتؒ کے ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے مجدد کے لفظ کے استعمال کے لیے بھی حدود کا تعین کرنا ضروری ہوگا کہ ہم لوگ اگر حضرت کے ذوق کی حفاظت نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ اس واسطے اچھی طرح غور وخوض فرما لیں دوسرے حضرات سے بھی مشورہ فرمالیں اور پھر اہمیت کے مطابق عمل پیرا ہوں۔

احقر کے خیال میں جو آیا عرض کر دیا ہے اور جناب سے بے تکلفی کی بنا پر اظہار کیا ہے **فوق کل ذی علم علیم** کے تحت ممکن ہے ہمارے اکابرین میرے اس مشورہ اور رائے میں ترمیم اور تصحیح فرمادیں تو احقر بھی ممنون و مشکور ہوگا اور صحیح بات بھی معلوم ہو جائے گی۔

☆☆☆

فنا۔ بقا

یہ سلوک کی اصطلاحیں ہیں۔ فناء سے مقصود خود کو ختم کر دینا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ناجائز خواہشاتِ نفسانی کو ختم کر دیا جائے گناہوں سے مکمل احتراز کیا جائے جو باتیں، جو اعمال، جو افعال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ان سے بُعد کا باعث ہوں ان سے بچا جائے۔ جو عادتیں، جو اخلاق حق تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان کو ترک کر دیا جائے۔ اور ان کی بجائے جو اخلاق اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں وہ اپنے اندر پیدا کیے جائیں۔ ان اچھے اخلاق کا پیدا کرنا اسی کو بقاء کہتے ہیں۔ مسلمان بُرے اخلاق کے ساتھ جنت میں نہیں جاسکتا۔ اچھے اخلاق، اچھی عادتیں اختیار کرنے کے بعد ہی جنت میں جانے کے قابل ہو گا۔ بالفاظِ دیگر جنتیوں جیسی عادات اور اخلاق بنانا چاہیے تاکہ کل قیامت میں دوزخ سے بچ سکیں اور جنت ہمارا ٹھکانہ ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انھی باتوں کی تشریح فرمائی ہے۔ یہ باتیں اس مربوط اور عام فہم انداز میں کسی اور جگہ کم ہی ملیں گی۔ حضرت نے اپنے ایک ذی فہم اور ذی استعداد مسترشد عالم کو ان کی درخواست پر یہ مضمون تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان دولتوں سے نوازیں تاکہ سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ میں مشغول ہوں اور حق تعالیٰ کی درگاہِ بے نہایت، درگاہِ قرب و رضا میں بڑھتے چلے جائیں اور پیہم ترقی درجات نصیب ہو۔ آمین

حضرت حکیم الامت مجدد الملت قدس سرہ العزیز نہایت اہتمام سے فرمایا کرتے تھے کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے (اس میں اتباع شیخ بھی ہے) جس میں یہ صفت پیدا نہ ہوئی بس سمجھ لو اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی اور آخری قدم بھی فنا ہے اس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی آخر درجات ہیں (فنافی اللہ)

سید سلیمان ندویؒ چند گھنٹوں کے لیے حاضر ہوئے چلتے وقت کسی نصیحت کے فرمانے کا عرض کیا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا ”میں نے جو اس تمام عمر میں اس طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کیے دیتا ہوں وہ حاصل جو میں سمجھا ہوں وہ فناء و عبدیت ہے، بس جہاں تک ہو سکے اپنے کو مٹایا جائے بس اسی کے لیے سارے مجاہدات اور ریاضیات کرائے جاتے ہیں اور بس ساری عمر فناء اور عبدیت کے حاصل کرنے میں گذار دینی چاہیے“۔

تو درو گم شو وصال ایں است و بس
گم شدن گم کن کمال این است و بس
ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

(اپنی خواہشاتِ نفسانی کو ختم کر کے اللہ کے غلام بن جاؤ اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اتباع شریعت کو بھی اپنا کمال نہ سمجھو۔ یہ سب انھی کی توفیق سے ہوتا ہے)

حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے تھے تمام سلوک کا مقصد حضرت حق تعالیٰ میں

فناء ہے یعنی اپنی صفات کو صفاتِ حق میں فنا کردے تخلّق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔

فناء کا مفہوم اس طرح بھی فرمایا کہ فناء سے مراد معاصی و نامرضیات کے متعلق تقاضائے نفس کا فناء ہونا ہے جب تک تقاضائے نفس فناء نہیں ہوتا اس وقت تک نفس فضولیات شہوات اور اغراض میں مبتلا ہوتا ہے۔

فناء کی دو قسمیں ہیں: (۱) فنائے واقعی۔ (۲) فنائے علمی۔

(۱) فنائے واقعی: یعنی ملکات رذیلہ زائل ہو جاویں فناء ہو جاویں اپنی مرضی نہ رہی اپنی خواہش ختم ترک معاصی، بعض اس کو فنائے حسی یا فنائے جسمانی بھی کہتے ہیں۔ طریقہ اس کا مجاہدہ (مخالفت نفس) اور کثرت ذکر لسانی و قلبی ہے۔

(۲) فنائے علمی: یہ ہے کہ غیر اللہ اس کے قلب سے مرتبہ علم میں نکل گئے یعنی غیر اللہ سے تعلق علمی نہیں رہا یعنی جیسا التفات و استحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہیں رہا بلکہ ملکہ یادداشت کا راسخ ہو گیا اور غیر سے ذہول ہو گیا۔ جیسے محبوب مجازی دل میں زیادہ بسا رہتا ہے غیر کیطرف بڑی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے ورنہ گنجائش نہیں ہوتی۔

پس فنائے علوم فنائے اخلاق کا خلاصہ یہ ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی اطاعت میں اتنا سرگرم ہو کہ غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ کا ذکر مغلوب ہو اور اخلاق ذمیمہ زائل ہو جاویں۔

شیخ کامل کی صحبت و اطاعت اور علم دین سے اس کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا جو چیزیں زائل کرنے کی ہیں ان کے زائل کرنے کو اور جو چیزیں مغلوب کرنے کی ہیں ان کے مغلوب کرنے کو فناء کہتے ہیں۔

بقا (فناء الفناء) زائل شدہ کی اضداد کو پیدا کرنے اور مغلوب کی ضد کو غالب کرنے کو بقاء کہتے ہیں مثلاً ریاء کو زائل کر کے اخلاص، تکبر کو زائل کر کے تواضع پیدا کی

(افعال حسنہ کا طبعی بن جانا اور اخلاق حمیدہ میں رسوخ ہونا) اور حُبّ غیر اللہ کو مغلوب کر کے اللہ کی محبت کو غالب کرلے اور ذکر اللہ کو غالب کرلے یہ ہے بقاء۔

علامت رسوخ اخلاق جس وقت جس خُلق کا موقعہ پیش آوے اس وقت بلا التفات یا بلا اختیار تدبیر یا ادنیٰ تدبر اس خُلق کا بامحل استعمال ہو۔

بقاء میں پہلی قسم فناء واقعی میں رذائل کے اضداد (اوصاف حمیدہ) پیدا ہو گئے اس کو بقاء کہتے ہیں یعنی مضرات شرعیہ کا ترک ہوا اس کو تقویٰ کہنا چاہیے۔

دوسری قسم فناء علوم یہ ہے کہ ہمارے قلب میں غیر اللہ جمع ہو رہے ہیں کہیں تجارت جائیداد دوکان کے دھندے کہیں زراعت کے اذکار کہیں نوکری کے خرخشے کہیں مقدمات کی پریشانیاں ان سب کے متعلق خیالات توہمات اور دوست دشمن سب کو دُور کر دے دوست دشمن کے افکار وقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ (یعنی اِن میں اتنی مشغولیت اور انہماک نہ ہو جو احکاماتِ الٰہیہ سے روک دے)۔

مطلب یہ کہ ان کے تعلقات بیوی کی محبت بیٹے کی محبت تجارت نوکری زراعت کے متعلق جو خیالات خدا کی یاد سے روکنے والے ہیں ان کو نکال دو۔ جو محبت خدا کی یاد سے غافل کردے اس درجہ کی محبت ختم کردو چنانچہ ارشاد ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ـــــــ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تو نفس حب پر وعید نہیں ہے احبیت پر وعید ہے۔ (یعنی ان لوگوں کی، ان کاموں کی محبت بری نہیں اللہ سے غافل ہونا برا ہے)۔

پس فنائے علم سے مراد یہ نہیں کہ بالکل ان کا خیال نہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے قلب میں خدائے تعالیٰ سے زیاد کسی کی محبت نہ ہو۔ فقط

اب کچھ اشعار فنائے واقعی فنائے علوم اور بقاء کے متعلق عرض کرتا ہوں:

جو مرضی ہو تیری وہی میں بھی چاہوں
یہی اب تو بس اے خدا چاہتا ہوں

☆☆☆

جو اُن کی خوشی ہے وہی اپنی بھی کوشی ہے
جا دل تجھے چھوڑا جدھر وہ اُدھر ہم

☆☆☆

اب تو میں ہوں اور شغل یار دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

☆☆☆

کچھ بھی نہ ہو اک تو ہو میرے پاس
سب کچھ ہو مگر تو نہ ہو تو کچھ بھی نہیں

☆☆☆

جہاں اوروں کو دنیائے دنی معلوم ہوتی ہے
مجھے ہر سو تری جلوہ گری معلوم ہوتی ہے

☆☆☆

بقا بحر فنا میں غرق ہو کر ہم نے حاصل کی
یہ کشتی بھی عجیب ہے ڈوب کر ہی پار اترتی ہے

☆☆☆

ہے خوشی باقی نہ غم یعنی فنائے تام ہے
خانۂ دل میں میرے بس خدا کا نام ہے

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

☆☆☆

آخر میں حضرت مجدد الملت حکیم الامت قدس سرہ العزیز کی فنائیت کا حال کئی دفعہ حضرت مفتی صاحبؒ کی زبانی سنا فرمایا: ”روزے سے ہوں باور کرو گے بقسم کہتا ہوں کہ مجھ کو مجھ سے زیادہ ذلیل انسان دنیا میں نظر نہیں آتا“ اندازہ لگایئے قرب وعرفان کے مینار کا یہ حال ہے۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرتؒ کی ساری مجلس میں میں اپنے کو ذلیل ترین سمجھتا تھا دو چار مجازین سے اپنے حال عرض کیا تو انہوں نے بھی یہ ہی کہا کہ ہم بھی خود کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ حال حضرت مفتی صاحب نے حضرت حکیم الامت سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا میں بھی اپنے کو ایسا ہی سمجھتا ہوں حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے اب ہم سمجھے کہ یہ انعکاس ہم پر حضرتؒ کی حالت کا تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ساری رات رو کر گذار دیتے اور یہ شعر پڑھا کرتے۔

الٰہی ایں بندہ را رسوا مکن
گرچہ بدم سر من پیدا مکن

☆☆☆

بیعت کے موقع پر خصوصی نصائح

اس وقت خاص طور پر بیعت کی چند احباب نے درخواست کی ہے ہمارے سلسلہ میں بیعت اس طرح عام طور پر نہیں کی جاتی بلکہ ہمارے اکابرین انفرادی طور پر بیعت کرتے رہے ہیں سب کی خواہش پوری کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔اس واسطے میں نے آج یہ وقت دیا تھا عام طور پر اصول یہ ہوتا ہے کہ بیعت کے بعد آدمی دین کی باتیں پوچھتا رہے اپنے نفس کو قابو میں لاتا رہے شیخ یہ سمجھے کہ میرے کہنے کے مطابق پورا عمل کر رہا ہے جو میں کہوں گا یہ مانے گا اور بیعت ہونے والا شیخ پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرے اس کے قول پر اس کے فعل پر اس کے دل میں کوئی اعتراض پیدا نہ ہو اس کو مناسبت کہا جاتا ہے ہمارے حضرات اس مناسبت کے پیدا ہونے کے بعد بیعت کرتے ہیں اس میں پختگی بھی ہوتی ہے اس میں اثر بھی زیادہ ہوتا ہے شیخ سمجھتا ہے جیسے میں بتلاؤں گا ویسے کرے گا اور مرید پکے طور پر اس کا معتقد ہو جاتا ہے اور معتقد ہونا اور اس کے قول اور فعل پر اعتراض نہ ہونا اس لئے ہے کہ اگر شیخ صحیح ہے تو ہمیشہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات بتلائے گا اگر شیخ کی بات پر اعتبار نہیں تو گویا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پر اعتبار نہیں اس واسطے اس مناسبت کا انتظار کیا جاتا ہے تا کہ جو بات بھی شیخ بتلائے گا یہ سمجھے گا کہ میرے لئے بالکل یہی ٹھیک ہے اب لوگ بہت بضد تھے آپ لوگوں کا دل نرم ہو گیا ہے آپ لوگوں کا مجموعی اثر میرے دل پر بھی ہے اس جدائی کا اثر میرے دل پر بھی ہے۔اور میرا دل بھی کچھ نرم ہو گیا ہے اب سب حضرات کو انکار کرنا بھی میرے بس میں نہیں رہا اور حقیقت ظاہر کر دی ہے ان لوگوں کو یہ ٹائم دیا تھا۔اب جن لوگوں کو بیعت ہونا ہے وہ لوگ آجائیں۔بیعت ہونے سے پہلے اس کا مفہوم سمجھ لیں۔

کہتے ہیں اس مکان کی بیع ہو گئی یہ قطعہ ارضی ہے اس کی بیع ہو گئی۔بیعت کے معنی ہوتے ہیں بک جانا۔بک جانے کا مطلب یہ ہے کہ میں شیخ کے ہاتھ میں بک گیا ہوں اب جیسے شیخ مجھے کہے گا ویسے میں کروں گا اور شیخ کوئی اپنی ذاتی اغراض کے لئے باتیں نہیں کرتا بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں بتاتا ہے گویا کہ اب تک انسان اپنی من چاہی زندگی گزارتا تھا اس بیع ہونے کے بعد بک جانے کے بعد اب رب چاہی زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں سر آنکھوں پر رکھ کر تعمیل کرے گا اس کا نام بیعت ہے یعنی اپنے نفس کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تابعداری کرنا۔شیخ بھی سکھاتا ہے اور دین پر جمنے کے لئے گناہ چھوڑنے کے لئے نفس قابو میں نہیں آتا اس کو قابو میں لانے کے لئے شیخ تدابیر بتلاتا ہے ان تدابیر پر عمل کرنے سے اللہ کا فضل ہوتا ہے گناہ چھوٹ جاتے ہیں اور نیکی پر انسان جم جاتا ہے گناہ اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ ہوتے ہیں اللہ کی ناراضگی سے بچ جاتا ہے اور اللہ کی رضامندی کا حصول ہو جاتا ہے شیخ کا کام بھی یہی ہے اس کے رزائل کی اصلاح کرے اور مرید کا کام یہ ہے کہ اپنی رزائل کی اصلاح کرائے کوئی شخص بیعت ہو جائے اور رزائل کی اصلاح نہ کرائے وہ بیعت کافی نہیں ہوتی۔ایک بادام ہے اس کے اندر مغز نہیں ہے چھلکا ہے آپ کہتے ہیں بادام ہے لیکن جب معلوم ہوا اس کے اندر مغز نہیں ہے بغیر مغز کا ہے تو کوڑی کا بھی نہیں ہوتا سوائے جلانے کے کسی کام کا نہیں ہوتا اور بادام کا پوست تو نہیں ہے بادام کا مغز ہے آپ اس کو بڑی خوشی سے قبول کریں گے اور سارے فائدے اس میں رکھے ہوئے ہیں تو بیعت کی شکل تو یہ ہے کہ انسان ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس سے معاہدہ کرتا ہے وعدہ کرتا ہے یہ صورت ہے بیعت کی۔اور اس بیعت کی حقیقت اصلاح ہے۔جس شخص نے اپنی اصلاح کر لی سمجھو اس نے بیعت کی حقیقت پالی جو لوگ بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں دل میں اب تہیہ کر لیں ہم نے اب زندگی کا رخ موڑنا ہے زندگی کا رخ بدل دینا ہے

اپنی من مانی نہیں کرنی ہے نفس کے تقاضے پورے نہیں کرنے ہیں اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے اپنی زندگی کا رخ پہلے اپنی نفس کی طرف تھا اب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف موڑنا ہے۔ اصلاح کے لئے کسی مصلح سے تعلق پیدا کرنا بڑا ضروری ہے کوئی شخص کسی فن کو حاصل کرنا چاہیے بغیر استاد کے کوئی فن حاصل نہیں ہوسکتا سائیکل کی مرمت ہو یا موٹر کی مرمت ہو چاہے بڑھئی کا کام ہو چاہے خراد کا کام ہو، کپڑے کا کام ہو یا پنساری کی دوکان ہو جب تک کسی استاد سے انسان نہیں سیکھتا وہ فن نہیں آتا اسی طرح اللہ سے قریب ہونے کے لئے اور اللہ کی دوری سے بچنے کے لئے پوچھنا پڑتا ہے یہ کہ میں کیسے کروں شیطان میری راہ مار رہا ہے نفس مجھے چھوڑتا نہیں ہے میں کیسے اللہ کے قریب ہوؤں یہ طریقے پوچھ کے ایک ایک کام کرتے کرتے انشاء اللہ کامیابی ہوجاتی ہے جتنے ہمارے اکابر حضرات گزرے ہیں سب کا یہی طریقہ کار ہے نفس کی خواہشات کو ملیا میٹ کیا ہے جب جا کر اس اونچے مرتبہ پر پہنچے ہیں کوئی بزرگ ایسے تھے کہ ڈاکو تھے چور تھے بدمعاش تھے شرابی تھے لیکن جب اپنے بزرگوں سے متعلق ہوکر وہ کامیاب ہوگئے تو ہمارے سلسلہ کے اکابرین میں سے بن گئے تو ہر شخص اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اللہ کا بندہ بنے نفس کا غلام نہ بنے نفس پر تو حکومت کرنی چاہیئے اپنے آپ پر حکومت کرے اللہ کو حاکم سمجھ کر اس کے مطابق حکومت کرے نفس کو آزاد نہ چھوڑے ہمارا یہ حال ہے جہاں چاہا دیکھ لیا جو چاہا کھا لیا جو چاہا بول لیا جو چاہا سن لیا جہاں چاہا ہاتھ لگا لیا اللہ کا بندہ بننے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ اللہ کا غلام بن جاتا ہے پھر انہی کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا ہے ایک غلام کسی نے خریدا اس کے آقا نے کہا کیا نام ہے تمہارا۔ کہا آج تک جو نام میرا تھا سو تھا آج کے بعد جس نام سے آپ پکاریں گے وہی میرا نام ہے۔ پوچھا کیا کھاتے ہو؟ کہا آج تک جو کھاتا رہا کھاتا رہا آج کے بعد جو آپ کھلائیں گے وہ کھاؤں گا۔ پوچھا کیا پہنو گے؟ کہا آج تک جو پہنا سو پہنا آج

کے بعد جو آپ پہنائیں گے وہ پہنوں گا۔ ایک غلام ہوکر اپنے آقا کا اتنا فرمابردار بن جائے ہم بندے ہوکر پھر عقل رکھ کر پھر اللہ کے فرمانبردار نہ بنیں کتنے افسوس کی بات ہے تو بیعت ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ سب کام ہوگیا۔ بلکہ بیعت ہوکر اللہ کا غلام بننا ہے اللہ کی تابعداری فرمانبرداری کرنی ہے اللہ کی بندگی کرنی ہے اللہ کو اپنا آقا سمجھنا ہے ہر حال میں۔ خوشی میں بھی غمی میں بھی اللہ کے حکموں کی تابعداری نہیں چھوڑنی۔ آپ کہیں چلے جائیں ہر جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں ان کی نظر سے ہٹ کر ہم کہیں جا نہیں سکتے۔ پھر سوچے انسان انہی نے تو مجھے پیدا کیا انہی نے میری پرورش کی انہی نے مجھے پالا پوسا، کھلا پلا رہے ہیں انہوں نے مجھے موت دینی ہے انہی کے پاس جانا ہے انہوں نے مجھ سے سوال کرنا ہے انہی کا کھا کے انہی کا پی کے انہی کا پہن کر انہی کے آسمان کے نیچے انہی کی زمین کے اوپر انہی کی موجودگی میں انہی کے دیکھتے ہوئے نافرمانی کرنا ان کا کہنا نہ ماننا کس قدر بے عقلی کی بات ہے اس واسطے جو بیعت ہونا چاہتے ہیں ان کو آج کے بعد رب چاہی زندگی بسر کرنی ہے یہ پکا تہیہ کرلینا چاہئے کہ اپنی زندگی کا رخ موڑنا ہے، اور یہ کہنا کہ فلاں سے بیعت ہوگئے یہ کافی نہیں ہے اب آپ رومال کا سلسلہ کرلیجئے نہ ہو تو ایک اور رومال باندھ لیجئے۔ ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیجئے۔ جو بھی بیعت ہونا چاہتا ہے وہ یہ سمجھ لے کہ میں دل سے ہر ایک کی طرف متوجہ ہوں میرے دل کی توجہ ہر ایک کی طرف ہے حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کئی شاگرد پڑھتے تھے سارے پڑھ رہے ہیں سب کی طرف حضرت کی توجہ ہوتی تھی آپ ہر ایک کی غلطی پکڑ لیتے تھے یہ نہ سمجھنا کہ ہمارا کیا پتہ ان کو۔ اللہ کے فضل سے ہر ایک کی طرف متوجہ ہوں اور سب لوگ اپنی نظر نیچی کرکے اپنے دل کی طرف متوجہ ہوں کہ جن سے ہم بیعت ہو رہے ہیں وہ ہماری طرف متوجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہم یہ کام کر رہے ہیں اور پختہ ارادہ کرلیا ہے ہم اللہ کو راضی کریں

گے۔ اس طرح سوچ کر کریں شائد کچھ نفع ہو جائے اور نفع ہو جائے تو آدمی ایک اسی بات کو پلے باندھ لے اسی سے نفع ہو جاتا ہے اور یہ طلب کی بات ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا

(پارہ ۲۶ سورۃ فتح آیت ۱۰)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے حبیب جو آپ سے بیعت ہو رہے ہیں مجھ اللہ سے بیعت ہو رہے ہیں میرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جو بیعت کے وقت معاہدہ کیا جاتا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اس کو پورا پورا اجر ملے گا جو وعدہ پر عمل نہیں کرتا اس کا وبال پڑے گا اس پر۔ اب آپ مجھ سے بیعت ہو رہے ہیں میں نے اپنے شیخ سے بیعت کی ہے انہوں نے اپنے شیخ سے کی یہ ہوتے ہوتے واسطہ در واسطہ یہ سلسلہ جناب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ اور جیسے ابھی بتایا گیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوتے ہیں اب اس تصور کے ساتھ بیعت ہوں تاکہ پورا نفع ہو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں اور اپنی کامل رضا نصیب فرمائیں۔

بیعت کا طریقہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا o

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا

اس آخری آیت جو ابھی پڑھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے حبیب جو آپ سے بیعت ہو رہے ہیں مجھ اللہ سے بیعت ہو رہے ہیں میرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے جو بیعت کے وقت معاہدہ کیا جاتا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اس کو پورا پورا اجر ملے گا جو وعدہ پر عمل نہیں کرتا اس کا وبال پڑے گا اس پر۔ اب آپ مجھ سے بیعت ہو رہے ہیں میں نے اپنے شیخ سے بیعت کی ہے انہوں نے اپنے شیخ سے کی یہ ہوتے ہوتے واسطہ در واسطہ جناب رسول اللہ ﷺ تک سلسلہ پہنچتا ہے...... اور حضور ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو آپ سے بیعت ہوا وہ مجھ سے بیعت ہوا۔

کلمہ شریف پڑھایا جاوے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

پھر توبہ کرائی جاوے بایں الفاظ (ان الفاظ سے) توبہ کرتا ہوں کفر سے شرک سے بدعت سے اور بڑے اور چھوٹے گناہوں سے وعدہ کرتا ہوں نماز پڑھوں گا روزہ رکھوں گا مال اگر پاس ہوا زکوۃ دوں گا اور اگر مال زیادہ ہو تو حج کروں گا گناہوں سے بچوں گا اگر گناہ ہو گئے تو توبہ کروں گا۔

بیعت ہوتا ہوں چار سلسلوں میں چشتی قادری نقشبندی سہروردی یا اللہ ان لوگوں کی محبت عنایت فرما ان سلسلوں کی برکات عطا فرما ان کے ساتھ رکھنا قیامت میں حشر ان کے ساتھ ہو ہاتھ اٹھا کر دعا کریں۔ اس کے بعد ذکر و شغل جو مناسب ہو تلقین کریں۔

حضرت کے پسندیدہ اشعار

یہ چند نظمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کاپیوں سے ملی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو حضور ﷺ سے اور مدینہ منورہ سے کس درجہ عشق تھا۔ یہ دردِ محبت بالآخر ان کو مدینہ منورہ لے گیا۔ عنداللہ اس محبت کی مقبولیت کی علامت یہ ہے کہ ان کو مدینہ طیبہ کی مٹی میں جنت البقیع میں جگہ ملی۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ جنت البقیع میں دفن ہونے کے بہت فضائل ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور لوگ میدان قیامت کو جائیں گے تو بقیع میں دفن ہونے والے حضور ﷺ کے ساتھ ان کے قافلے میں شریک ہو کر میدانِ قیامت میں پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی جنت البقیع کا دفن نصیب فرمائیں۔ آمین

دیوانہ بنا لیجئے

سارے فتنوں سے مجھ کو بچا لیجئے
اپنے دامن میں مجھ کو چھپا لیجئے
بس یہی تمنا ہے دل میں مرے
اپنے روضہ پہ مجھ کو بلا لیجئے
کب سے مشتاق ہوں آپ کی دید کا
روئے روشن سے پردہ ہٹا لیجئے
ان کا نقش قدم جب بھی آئے نظر
اپنا سر عاجزانہ جھکا لیجئے

یہ طیبہ سے لایا ہوں خاک شفا
اپنی آنکھوں سے اسکو لگا لیجئے
مجھ کو ہوش وخرد کی ضرورت نہیں
اپنا دیوانہ مجھ کو بنا لیجئے
راستے آستانہ کے کھل جائیں گے
مشعل راہ دل کو بنا لیجئے
سالک دل حزیں کی یہی عرض ہے
یانبی ﷺ اپنے در پہ بلا لیجئے

☆☆☆

سنگ میل آپ ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ زینت عرش اب آپ ﷺ کا نقش پا
محو حیرت ملک ہیں کہ ہیں آپ ﷺ کیا یہ تو جانے خدا مظہر کبریا
شب کی تاریکیاں پُر ستم آسماں کشتی بے بادباں دست و پا ناتواں
خوف طوفاں تمنائے ساحل ہو کیوں تم ہو جب ناخدا مظہر کبریا
میرا تن ہو فدا میرا من ہو فدا میرا دھن ہو فدا اے رسول خدا
لاکھ جانیں بھی ہوں گر مجھکو عطا تم پر کردوں فدا مظہر کبریا
نابکارالامم دلفگارالامم شرمسارالامم اشکبارالامم
اک نگاہ کرم اے امام الامم ایں صدائے گدا مظہر کبریا
دامن عفوورحمت میں لے لیجئے جام کوثر اِسے بھی پلا دیجئے
ہے ذکی یہ گنہگار کی التجا اے حبیب خدا مظہر کبریا

☆☆☆

زیارت مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
محبت محبت محبت محبت محبت محبت محبت محبت
جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
جس وقت حضرت ﷺ کا دربار نظر آئے
جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
بس یاد رہا اتنا کہ سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے
جس وقت حضرت ﷺ کا دربار نظر آئے
جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
مکے کی فضاؤں میں دل و جاں مدینہ میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے
جس وقت حضرت ﷺ کا دربار نظر آئے
جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

☆☆☆

یاد مدینہ

جس کی جاں کو تمنا ہے دل کو طلب
وہ سکوں بخش محفل مدینے میں ہے
یوں تو جینے کو جی رہے ہیں مگر
جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے
فکر دنیا یہاں دور پاؤ گے تم
قلب میں ہر طرف نور پاؤ گے تم
روح کو اپنی مسرور پاؤ گے تم
ایک عجب کیف کا حال مدینے میں ہے
ناامیدو! تم پریشان نہ ہو
آرزوؤں کا حاصل مدینے میں ہے

مدینہ چلیں

راہرو ہر راہ سے ہٹ کر مدینے کو چلیں
شکر کا ہر گام پر کرتے ہوئے سجدہ چلیں
ہم غمِ دنیا کی خاطر آج تک مٹتے رہے
ان کی خاطر آؤ ٹھکراتے غمِ دنیا چلیں
ہم نے دیکھی مدینہ کی بہارِ بے خزاں
ان گلستانوں میں اے بادِ صبا ہم کیا چلیں

عشقِ احمد ﷺ رہنما ہے راہبر ہے شوقِ دل
راہ کے ہر پیچ وخم سے ہو کر بے پرواہ چلیں
ان کے قدموں سے جدا ہو کر کہیں تسکین نہیں
آؤ اے بہزاد پھر پیشِ درِ مولا چلیں

☆☆☆

﴾اللہ اللہ﴿

وہ کعبہ وہ روضہ وہ در اللہ اللہ
مدینے کے شام و سحر اللہ اللہ
جبیں کو میسر جہاں راحتیں ہیں
وہ روضہ وہ جالی وہ در اللہ اللہ
کہاں تک خدائی کے جلوے سمیٹوں
بھٹکنے لگی ہے نظر اللہ اللہ
ادھر ان سے مانگا ادھر جھولی بھری
دعاؤں کا ایسا اثر اللہ اللہ
کلیم ان کے در سے مرادیں ملی ہیں
رسول خدا کا نگر اللہ اللہ

☆☆☆

﴾محبتِ مدینہ﴿

نہ تلاش میکدہ ہے نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ
میرا آرزو بھی ہے میری جستجو بھی ہے
مجھے موت بھی جو آئے ہو سامنے مدینہ
نہ تلاش میکدہ ہے نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ
میں مریضِ مصطفیٰ ﷺ ہوں، مجھے چھیڑو نہ اے لوگو!
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ
اے میرے ساتھیو! جب میرا جنازہ جائے
میری گذرگاہ جنازہ ہو یار کا مدینہ
تاریکیوں کا مری، پردہ ذرا الٹا دو
جلوہ جو تیرا آئے روشن ہو میرا سینہ
مجھے زندگی سے اپنی، الفت ہی نہیں ہے
ان آنکھوں کو اب تو آقا دکھلا دو ذرا مدینہ
آخر نیاز خستہ، کب تک رہے تڑپتا
تیری یاد میں تڑپ کر مجھے آگیا پسینہ
نہ تلاش میکدہ ہے، نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ

☆☆☆

جی چاہتا ہے

میرا طیبہ جانے کو جی چاہتا ہے
وہاں سے نہ آنے کو جی چاہتا ہے
خدا نے عطا مجھ کو جو کچھ کیا ہے
وہ سب کچھ لٹانے کو جی چاہتا ہے
ترا نقش پا دیکھتا ہوں جہاں پر
وہیں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے
برستی ہے دن رات رحمت جہاں پر
وہیں مرا جانے کو جی چاہتا ہے
میں آقا قدموں سے ہوں دور اتنا
کہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے
ہے طیبہ میں ایک جنت کا مرکز
وہاں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے
مرادیں جہاں لوگ پاتے ہیں جا کر
اسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے
یہ سالک نے جو نعت دل سے کہی ہے
نبی ﷺ کو سنانے کو جی چاہتا ہے

☆☆☆

سوئے طیبہ

کون کہتا ہے وہاں تم مال و زر لے کر چلو
جانے والو سوئے طیبہ چشم تر لے کر چلو
ذرہ ذرہ ہے وہاں تاثیر میں خاکِ شفا
بوذر و سلماں کی فکر و نظر لے کر چلو
فیض بارانِ کرم نظروں سے اپنی دیکھنا
لاکھ ارمانوں کا نخل بے ثمر لے کر چلو
شرم آتی ہے جو خالی ہاتھ چلنے میں تمہیں
چشم گریاں اور فغاں بے اثر لے کر چلو
جان دے کر بھی ادا ہوگا نہ حق کوئے دوست
بہر تسکین خون شدہ قلب وجگر لے کر چلو

رزمی

دیکھتے رہ گئے

آپ دنیا میں تشریف لائے تھے جب دشمن مصطفیٰ ﷺ دیکھتے رہ گئے
مکہ والوں نے دیکھا جو سرکار کو، روئے بدرالدجیٰ دیکھتے رہ گئے
آپ شمس الضحیٰ، آپ بدرالدجیٰ، آپ سید العلیٰ، آپ نور الہدیٰ ﷺ
اللہ اللہ قیام نبی تھا یہاں تو، ہم غار حرا دیکھتے رہ گئے
پہلے کعبہ گئے پھر مدینہ گئے راستے بھر درود ان پر پڑھتے رہے
جیسے ہی پہنچے روضہ پہ سرکار کے جلوہ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے

جیسے ہی پہنچے آقا کے دربار میں ہم نے دیکھا عجب منظر دلکشا
سر ہے سالک کا قدموں میں سرکار کے ہم یہ دلکش فضا دیکھتے رہ گئے

☆☆☆

نہ دولت نہ زر چاہیے

ہم کو منصب نہ دولت نہ زر چاہیے
ہم کو تو بس نبی ﷺ کی نظر چاہیے
اپنا دامن بھی آنکھوں سے تر چاہیے
اور دعاؤں میں اپنی اثر چاہیے
اب تو اس کے سوا کوئی حسرت نہیں
ہم کو تو بس مدینہ میں گھر چاہیے
یاخدا یہ دعا میری مقبول ہو
عشق سرکار کا عمر بھر چاہیے
آج اس کے سوا کوئی حاجت نہیں
آپ کے قدموں میں اپنا سر چاہیے
گھر سے چل کر مدینے پہنچ جائیں ہم
ہم کو طیبہ کا ایسا سفر چاہیے
نعت لکھتے ہیں لکھنے کو سالک مگر
نعت لکھنے کو خون جگر چاہیے

☆☆☆

شکر نعمت

حق تعالیٰ کی رحمت مجھے مل گئی
طیبہ جانے کی نعمت مجھے مل گئی
اب تو معراج الفت مجھے مل گئی
جب نبی کی محبت مجھے مل گئی
مجھ سے عاجز پہ یہ ہے خدا کا کرم
دین و دنیا کی نعمت مجھے مل گئی
سنتے تھے ایک جنت مدینہ میں ہے
وہ مدینہ کی جنت مجھے مل گئی
آگیا ہے مقدر میرا اوج پر
دونوں عالم کی دولت مجھے مل گئی
ہوگئی ہیں میری نعمتیں بیشمار
یہ نبی سے سعادت مجھے مل گئی
پڑھتا ہوں رات و دن درود و سلام
اپنے آقا سے یہ نعمت مجھے مل گئی
سالک خستہ پہ یہ نگاہ کرم
عشق آقا کی نعمت مجھے مل گئی

☆☆☆

مدینہ بلالو

مجھے میری سرکار اپنا بنا لو
مدینہ کے آقا مدینہ بلا لو
(یہی آرزو ہے یہی التجا ہے مجھے زیست کی)
کشمکش سے چھڑالو سنو اگر چاہتے ہو سرخروئی
تو سر کو در مصطفیٰ ﷺ پہ جھکا لو
مجھے کچھ خرد کی ضرورت نہیں ہے
مجھے اب تو دیوانہ اپنا بنا لو
بس اتنا کرم اب تو ہوجائے مجھ پر
کہ مجھکو بھی دامن میں اپنے چھپا لو
ٹھکانہ ہے کیا خوش نصیبی کا انکی
جسے تم مدینہ میں اپنے بلا لو
جو رکھتے ہیں الفت محمد ﷺ کی دل میں
تو پیاس اپنی جا کر مدینے بجھا لو
جہاں ان کا نقش قدم دیکھ لو تم
وہیں اپنا سر والہانہ جھکا لو
جدائی میں جو تم تڑپتے ہو سالک
نہ کیوں جا کے طیبہ میں اک گھر بنا لو

☆☆☆

سلام

اے حبیب خدا تم پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ مجتبیٰ تم پہ لاکھوں سلام
خلق کے مدعا تم پہ لاکھوں سلام — انبیاء کی دعا تم پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تم پہ لاکھوں سلام — مرحبا مرحبا تم پہ لاکھوں سلام
راحتوں کی فضا تم پہ لاکھوں سلام — رحمتوں کی گھٹا تم پہ لاکھوں سلام
عشق کی ابتدا تم پہ لاکھوں سلام — حسن کے منتہا تم پہ لاکھوں سلام
درد دل کی دوا تم پہ لاکھوں سلام — ہر مرض کی شفا تم پہ لاکھوں سلام
جو تمہارا ہوا وہ خدا کا ہوا — نازش کبریا تم پہ لاکھوں سلام
رحمت دو جہاں والئ این و آں — مہربان حق نما تم پہ لاکھوں سلام
مظہر صبح دیں آخر مرسلیں — ابتدا انتہا تم پہ لاکھوں سلام
رونق دو جہاں ہادی انس و جاں — شاہکار خدا تم پہ لاکھوں سلام
جتنا سمجھا ہے اہل نظر نے تمہیں — تم ہو اس کے سوا تم پہ لاکھوں سلام
خوف طوفان تمنا ساحل ہو کیوں — تم ہو جب ناخدا تم پہ لاکھوں سلام
آپ کیا آگئے ظلمتیں چھٹ گئیں — بدر غار حرا تم پہ لاکھوں سلام
لاکھوں جانیں بھی مجھ کو اگر ہوں عطا — تم پہ کردوں فدا تم پہ لاکھوں سلام
سایہ دامن عفوورحمت ملے — ہے یہی التجا تم پہ لاکھوں سلام
حشر میں جام کوثر بدست کرم — ہو عطا ہو عطا تم پہ لاکھوں سلام
کیا مجال ذکی کیا بساط ذکی — بھیجتا ہے خدا تم پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

نعت

آپ شمس الضحیٰ آپ بدرالدجیٰ ﷺ — آپ نور خدا مظہر کبریا
آپ مولائے کل آپ فخر رسل — آفتاب ہدیٰ مظہر کبریا
آپ رحمت نشاں رونق دو جہاں — شان ہے عالی شان صدقہ ہو میری جاں
شافع مذنباں خلق کے مہرباں — شاہکار خدا مظہر کبریا
خلق کے مدعا انبیاء کی دعا — مصطفیٰ مجتبیٰ مظہر کبریا
راحتوں کی فضا رحمتوں کی گھٹا — شفقتوں کی رداء مظہر کبریا
ہادی انس وجاں والئی ایں وآں — رونق دوجہاں صاحب کون و مکاں
حامی بے کساں عفوورحمت نشاں — رازدار خدا مظہر کبریا
عرش رب کے مکیں عین حق کے قریں — انبیاء کے نگیں خلق کے شہ نشیں
آخر مرسلیں مظہر صبح دیں — انتہاء ابتداء مظہر کبریا
حرکت ابروئے چشم تو فقہ دیں — جنبش لب بناہائے دین مبیں
مرضی حق بہ مرضی تو آمدہ — خوب حق شد ادا مظہر کبریا
زلف تو عنبریں چشم تو سرگیں — ہر چہ داری حسیں اے منور جبیں
رحمت عالمیں جانب ما بہ بیں — از دلم ایں ندا مظہر کبریا
آپ کی رحمتیں آپ کی برکتیں — آپ کی نعمتیں آپ کی شفقتیں
پے بہ پے ہم پہ ہیں ایسی بے انتہا — کیسے حق ہو ادا مظہر کبریا

☆☆☆

مدینہ چلو

محبت شعارو مدینہ چلو
چلو بے قرارو مدینہ چلو
مدینہ میں لطف شام وسحر
وطن کی بہارو مدینہ چلو
وہاں سر جھکا کے ہوں سر بلند
میرے کوہسارو مدینہ چلو
دکھائیں گے محبوب کو داغ دل
چلو لالہ زارو مدینہ چلو
کہیں اب زمانہ میں راحت نہیں
مصیبت کے مارو مدینہ چلو
وہ دل کا سہارا دل کا سکوں
اٹھو بے سہارو مدینہ چلو
وہاں پر ہے خوابیدہ ماہ حرم
حرم کے سوارو مدینہ چلو
کراچی، لاہور سب بت کدہ ہیں
بس اب یار غارو مدینہ چلو
اکیلا ہے دانش شب تارے
دمکتے ستارو مدینہ چلو

☆☆☆

بیماری کے فوائد وثمرات اور انعاماتِ الٰہیہ (روحانی باطنی)

۱۔ گناہوں کی مغفرت حسب وعدہ الٰہی اور امید اجر۔

۲۔ اپنے عجز اور بے بسی کا استحضار۔

۳۔ اپنا جائزہ لینے کی توفیق۔

۴۔ اپنی خامیوں کمزوریوں اور باطنی عیوب کا احساس ہونا اور اصلاح کے لیے آئندہ لائحہ عمل طے کرنے کی توفیق۔

۵۔ رجوع الی اللہ کی توفیق (اور دعاؤں کی توفیق مل جانا)

۶۔ توفیق کثرت استغفار۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہائے بے شمار کا کھلی آنکھوں مشاہدہ۔

۸۔ حق تعالیٰ کی رحمتوں مہربانیوں اور رأفت کا مشاہدہ۔

۹۔ ازدیاد محبت حق بلا واسطہ و بواسطہ مخلوق۔

۱۰۔ اجتناب عن المعاصی کی توفیق ملنا۔

۱۱۔ تواضع اور انکساری کا نصیب ہونا۔

۱۲۔ غفلت کا علاج اور حجابات کا رفع ہونا۔

۱۳۔ جلوت میں خلوت نصیب ہونا۔

۱۴۔ دنیا کی بے ثباتی کا احساس اور آگے کی تیاری کی طرف التفات۔

۱۵۔ زاویہ نگاہ کی درستگی۔

۱۶۔ باطنی پاکیزگی اور نزہت باطنی۔

۱۷۔ صبر کی توفیق ملنا۔

۱۸۔ شکر کی توفیق ملنا۔

وصیت نامہ

حدیث شریف میں وارد ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تین دن اور تین رات اس پر ایسی حالت میں گزر جائیں کہ اس نے وصیت نہ لکھی ہو۔ وصیت کا یہ انداز حضرت کا تیار کردہ ہے۔ اس طرز پر وصیت لکھنے سے تقریباً سب باتیں ضبطِ تحریر میں آجاتی ہیں۔

حضرت والا کا تیار کردہ

۱۔ تاریخ۔ ۲۔ نام۔

۳۔ اپنے ذمہ قرض۔ ۴۔ اہلیہ کا مہر۔

۵۔ دوسروں کو جو قرض دیا ہے۔ ۶۔ دوسروں کی جو امانت اپنے پاس ہے

۷۔ دوسروں کے پاس جو امانت رکھوائی۔

۸۔ جائیداد۔ (مکان، دوکان، زمین، پلاٹ وغیرہ)

۹۔ گھر کا سامان صرف اپنا (جو اہلیہ کی ملک ہے وہ الگ)

۱۰۔ زیور۔

۱۱۔ نقدی بینک اگر ہو اور کون کون سی اور کتنی رقم۔

۱۲۔ وارثوں کے نام اور تعداد اور رشتہ۔

۱۳۔ بچوں کو گھر والوں کو اور دوسرے متعلقین کو نصیحت۔ کسی کے رشتے کی تجویز۔

۱۴۔ ۱/۳ حصہ میں اگر وصیت کرنا ہیں۔

۱۵۔ غسل کفن نماز جنازہ کے متعلق کچھ لکھنا ہو۔

۱۶۔ اور کوئی بات بطور نصیحت یا اپنی تجاویز پسماندگان کیلئے۔

حالاتِ سالکینِ طریق اور حضرت کے محققانہ جوابات

سالکینِ طریق اپنی اصلاحِ احوال اور ترقیٔ درجاتِ قرب و رضائے حق کے لئے اپنے حالات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کرتے تھے۔ ان پر حضرت بہت مدلل اور کافی وشافی جوابات تحریر فرماتے۔ ان میں چند درج ذیل ہیں۔ بعض جوابات کئی کئی صفحات پر مشتمل ہیں۔ طالب کا سوال بصورت حال پہلے درج ہے اور اس کا جواب اس کے ساتھ ہی نیچے درج کیا جارہا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

حال نمبر ۱: ع۔ر

بیعت وتلقین کا اجازت نامہ اور مکتوبِ گرامی موصول ہوا اس کے دو پہلو ہیں ایک احقر کی جانب دوسرا آپ کی جانب سو احقر کی جانب کا حال یہ ہے کہ اس اجازت نامہ کا بندہ بالکل بھی اہل نہیں ہے۔ بندہ بڑا ہی نالائق انسان ہے، بندہ کے سارے ہی اخلاق واعمال قابلِ اصلاح ہیں، اور یہ اصلاح کا سخت محتاج ہے یہی وجہ ہے کہ جن احباب کا احقر سے تعلق ہے ان میں بظاہر کوئی اصلاح یا اس میں ترقی محسوس نہیں ہوتی آپ سے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو جو نفع پہنچا ہے بس وہیں تک وہ ٹھہرے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ایسے میں بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔

دوسری جانب آپ کا حسنِ ظن بندہ کے لیے بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے اس کے ساتھ آپ کی دعا بھی انشاء اللہ ضرور ہوگی کیا بعید ہے کہ اسی کے صدقہ بندہ کی اصلاح ہو جائے اور احقر کا کام بن جائے اس لئے بندہ دل وجان سے اس کا شکر گزار

ہے اور آنجناب نے جو مصلحت تحریر فرمائی ہے بندہ دل وجان سے اس سے بھی متفق ہے اور دعا کی خصوصی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں اور اس عظیم اور بھاری ذمہ داری کو نبھانا اور اس کا حق ادا کرنا آسان فرمائیں اس کی پوری اہلیت بھی پیدا فرمائیں اور اپنے اکابر کا مزاج ومذاق بھی عطا فرمائیں آمین۔

آنجناب نے جوابی لفافہ بھی بھیج دیا اس کے استعمال میں ادب مانع ہے اس لیے ادب کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

جواب نمبر ۱:

ہمارا کام اختیاری تعلیم وتلقین واصلاح ہے اس کا جس قدر ہو سکے حق ادا کرنا ہے آگے ثمرات غیر اختیاری ہیں۔

شیخ کا اصل کام طریق کی حقیقت بتا کر صحیح راستے پر لگانا ہے اور حقیقت زیادہ تر اصلاحِ رذائل ہے۔ اسی طرح اعمالِ ظاہرہ وباطنہ کا اہتمام کرنا اور اہمیت ذہن نشین کرانا ہے نیز فضولیات سے ہٹا کر ضروریات پر لگانا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لکھا ہے۔ اشرف السوانح حصہ دوم کا مطالعہ بڑا مفید ہے اور اس طرح تربیت السالک یہ دونوں کتابیں مشائخ کے لئے مفید ہیں۔

بزرگانِ طریق کے نقشِ قدم پر چلا کر زیادہ سے زیادہ فیوض وبرکات کا ذریعہ فرمائیں۔

حال نمبر ۲:

بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ آنجناب کا ارادہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً ہجرت فرمانے اور وہیں مستقل سکونت فرمانے کا ہے، اگر یہ خبر درست ہے تو یہ ارادہ بلاشبہ بہت مبارک اور قابلِ قدر ہے اور ہمارے اکابر کی آخر زندگی کا اہم مقصود ہے۔ لیکن دوسری طرف اہلِ سکھر احقر اور اس کے متعلقین ہیں کہ اس وقت آپ ہی ہمارے باپ اور

سایہ شفقت ہیں، جہاں کوئی خلش ہوئی رجوع ہوئے اور فوراً ہی مشورہ مل کر اصلاح اور تسلی ہو جاتی ہے اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اگر طبیعت میں ہجرت کا تقاضا شدید نہ ہو تو یہیں تشریف رکھیں بڑی عنایت ہوگی اور حق تعالیٰ ہی اس کی بہترین جزا عطا فرمائیں گے، یہ ایک خواہش ہے جو عرض کر دی لیکن بندہ کی اس درخواست سے آپ مجبور نہ ہوں جس میں زیادہ مصلحت معلوم ہو اس کو اختیار فرمائیں۔ والسلام

جواب نمبر۲:

تمنا تو ہے ابھی ارادہ تک تمنا نہیں پہنچی۔ مکہ مکرمہ کے دوست حسن امام صاحب کوشش کر رہے ہیں مگر ابھی تک نہ تکمیل ہوئی نہ معاملہ آگے بڑھا۔ انہوں نے پوچھا ضرور تھا کہ کوشش کروں میں نے کہہ دیا جیسے تمہاری خوشی۔

اگر کسی وقت تکمیل ہو بھی گئی تو آنا جانا ہو سکتا ہے۔ اصل کشش اور جانے کی وجہ تو مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ الخ یہ ہے لیکن ایسے قسمت اور منہ کہاں سے لاویں اگر رحمت اور فضل ہو جاوے تو ان کا کرم ہی کرم ہے۔ اور اصل میں سب تقدیر کے تحت ہوتا ہے۔ اب کمزوری اس قدر ہے کہ عشاء کے بعد کا بیان اور جمعہ کو نورانی مسجد میں عصر کے بعد کا بیان ختم ہو گئے ہیں۔ دعا فرماتے رہیں۔

اطلاع حال:۳

ایک صاحب نے لاہور سے عریضہ ارسال کیا اور اس میں اپنے اہل وعیال، والدین اور بہن بھائیوں کی خستہ حالت، ان کی بیماریاں، بہنوں کی کسمپرسی، باوجود کوشش کے رشتے نہ ملنے کی شکایت کی اور ان کے علاوہ اور بہت سی پریشانیوں کا ذکر کیا اس پر اپنی بے چارگی کا اظہار بھی کیا اور یہ لکھا گزشتہ ۲۳ سال سے ان اندوہناک تکالیف میں مبتلا ہوں۔ اس کے جواب میں حضرت نے ان کو تسلی و تشفی بھی دی۔ مصائب و تکالیف کی حکمتیں بھی تحریر فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ مشکلات کے وقت ہمارا رویہ اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ عین مصائب کی حالت میں ہمارے ساتھ کس درجہ رحمت و شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کو سمجھایا کہ ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور مشکلات سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے۔

جواب نمبر۳:

حق تعالیٰ ہم سب کو اپنا خصوصی تعلق نصیب فرمائیں اور اپنا فرمانبردار بنا کر رکھیں جناب کا خط حرفاً حرفاً دو دفعہ پڑھا دل بڑا متاثر ہوا۔ اب جو میرے ذہن میں آئے وہی عرض کر سکتا ہوں نہ اس سے زیادہ کا مکلف ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ میری تحریری جناب کے لیے مرہم کا ذریعہ بنے۔

عرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے خالق و مالک ہیں اور ایک ماں کو جو بچے کے ساتھ پیار و محبت و تعلق ہے ایسی ستر ماؤں سے بھی وہ زیادہ شفیق اور مہربان ہیں خالق و مالک ہونے کے ساتھ وہ ہماری تقدیر کے بنانے والے ہیں اور وہ ایسی ذات گرامی ہے کہ ان سے زیادہ کوئی حکیم نہیں ہو سکتا وہ سب سے زیادہ حکمتوں کے جاننے والے ہیں (مہربان شفیق کا تصور بھی ساتھ رکھیں)۔

دوسری طرف اپنی ہستی ایک مخلوق ناکارہ عبد بندہ غلام کی یہی ہے انہوں نے اس دنیا میں راحت آرام دکھ تکلیف روزی صحت طاقت جو تقسیم کی ہے وہ عین حکمت کے ساتھ ہے چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور چاہے ہماری مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

پھر ہماری نظر ان نعمتوں کی طرف جاتی ہے جو ہم کو حاصل نہ ہوں اگر موجودہ نعمتوں پر نظر کریں تو ان کا اعلان ہے وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها کہ نعمتوں کو گن بھی نہیں سکو گے جب گن نہیں سکتے تو شکر ہر نعمت چاہتی ہے شکر کیسے ادا کر سکو گے۔ اگر شکر ادا کرنے پر آویں تو ہاتھ جوڑ کر عرض کرنا پڑے گا کہ یا اللہ ہم شکر کرنے سے بھی عاجز ہیں اس طرح جب غور کریں گے تو جو نعمتیں حاصل نہیں ان پر حسرت و افسوس کرنے سے

بھی شرمائیں گے۔

خصوصاً وہ فرماتے ہیں اگر میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بھی شدید ہے۔ اگر ناشکری کی وجہ سے اور ناقدری کی وجہ سے وہ گرفت فرما دیں اور موجودہ نعمتوں کو سلب کرنا شروع کردیں گے تو کیا کرو گے انسان کا ذریعہ معاش ہے۔ صحت تندرستی ہے اعضاء ہیں، آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ، پاؤں، احساسات، طاقت، قوت، دماغ، حافظہ، بصارت، سماعت، گویائی وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان نعمتوں کو چھیننا شروع کردیں کہ تم نے موجودہ نعمتوں کی ناقدری کی ہے اگر اور دیں گے تو اور ناقدری کرو گے لہٰذا تم اہل نہیں تو کیا جواب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی ملازمت بیوی بچوں وغیرہ کی نعمتوں کا تصور کرے اس طرح سوچ سے ندامت سے سر جھک جاتا ہے کہ یا اللہ یہ ہر چیز کی قدر کروں گا اور کرتا ہوں اور یا اللہ آپ کا لاکھ لاکھ اور کروڑ کروڑ احسان ہے مہربانی فرما کر ان نعمتوں کو بحال رکھیے اور میری ناقدری ناشکری سے مواخذہ نہ فرمائیے۔

اس کے ساتھ پھر بھی یہ عرض کرنے کو دل چاہے گا اے اللہ میں عاجز انسان ہوں اپنے ماحول میں گھرانے میں جو جو تکالیف ہیں ان سے میرا دل بڑا متاثر ہوتا ہے مہربانی فرما کر یہ تکالیف دور فرما دیجیے آپ قادر مطلق ہیں مختارِ کل ہیں ہر طرح کی قدرت آپ کے ہاتھ میں ہے مہربانی فرما کر اپنی قدرت کاملہ سے میری مدد فرمائیے۔

اس طرح کے تخیل اور عمل سے انشاء اللہ پھر قضا پر راضی رہنے کی توفیق ہوگی اور گلہ شکوہ شکایت بدقسمتی اور محرومی کی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے شرم آئے گی اور اپنے آپ کو ان کا تابعدار بنانے کی فکر پیدا ہوگی۔

بے شک انسان کو تکالیف پریشان کر دیتی ہیں لیکن ان کو دور کرنے کے لیے ان کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہنا بے کسی بے بسی بے چارگی کا اظہار کرتے رہنا بندہ کا کام ہے اور اس کی بجائے حسرت و افسوس گلہ شکوہ شکایت کہ میں تکالیف میں کیوں مبتلا ہوں یہ

فرمانبرداری کے خلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں جو تکلیف بھیجتا ہوں وہ انسان کے کرتوت (گناہوں) کی وجہ سے بھیجتا ہوں اور بہت زیادہ تو درگذر ہی کرتا ہوں اس پر نظر ڈالنے سے بھی انسان کو چاہیے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے میں پورا زور لگائے تاکہ تکالیف دور ہونے میں ایک کامیاب ذریعہ ہو۔

پھر ان سے رحم کی اپیل کرنے کے لئے ایک ترکیب عرض کرتا ہوں کہ روزانہ عشاء کے بعد ۲ نفل پڑھ کر ۱۱ دفعہ درود شریف پھر کر ۵۰۰ دفعہ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پھر ۱۱ دفعہ درود شریف پھر رو رو کر گڑگڑا کر دعا کرتے رہیں کافی دیر تک پھر ۱۱ دفعہ درود شریف پڑھ کر ختم کردیں۔

اس طرح سمجھ لینے اور شکر کرنے استغفار کرنے کے بعد دعا کرتے رہنے میں مشغول رہنا عبد کا کام ہے اس کے بعد مالک حقیقی جس طرح چاہیں منظور فرماویں یہ ان کا کام ہے ہمیشہ اپنی محتاجی اور خامی ناکارگی پر اور پستی پر نظر رہے ان کی کبریائی عظمت ہیبت اور محبت پر نظر رہے اس طرح کرنے سے انشاء اللہ آخرت کی کامیابی تو یقینی ہے دنیا میں وہ ہماری مصلحت پر نظر فرما کر جس طرح چاہیں قبول فرماویں پورے مہربان اور حکیم ہیں اور جس طرح وہ مقدر فرماویں اس پر راضی رہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات تکالیف بھی پیش کرتے رہنے سے ہی وہ خوش ہوتے ہیں۔

اطلاع حال:۴

ایک صاحب جو اپنی اصلاحِ نفس کے لئے گوجرانوالہ کے حضرت مفتی محمد خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تھے انہوں نے ایک بہت طویل خط حضرت کو لکھا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا کسی وجہ سے وہ سلوک کی متعین راہوں سے ہٹے ہوئے تھے اور مختلف قسم کے خیالات اور توہمات میں مبتلا تھے۔ حضرت نے انہیں بہت تفصیل کے ساتھ خط کا جواب تحریر فرمایا اور حقیقت واضح فرمائی۔ چونکہ یہ خط سالکین کے لئے بہت نافع ہے اس لئے افادہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

جواب نمبر۴:

جناب کا خط ملا حالات معلوم ہوئے جناب کے خط کے جواب میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے دیر ہوگئی روزانہ کچھ نہ کچھ حصہ دیکھ لیتا لیکن پورا نہ کر پایا آج دوبارہ مضمون صاف کر کے شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمادیں کہ حق بات لکھوں اور آپ پر حق واضح ہو جائے اور آپ کی الجھنیں دُور ہو جائیں۔

آپ کے خط کا خلاصہ یہ ہے کہ پیرانہ سالی زیست کا آخری پہرہ اس واسطے رہنمائی کی جائے، سابقہ پیروں کا کردار، ان کی اذیت کوشیوں سے نجات دلائی جائے جس میں داماد کا وطیرہ، لڑکیوں پر الٹی سیدھی باتیں لگانا، رشتہ کا توڑ دینا بشیر احمد کی حماقت رقعہ لکھنے کی۔ حج و زیارت نصیب نہیں ہوتا، ریاض متوقع پوسٹ سے رہ گیا ہے، پڑوسی عورت کے خاوند کا کشف باطنی سے پتہ دیجیے اور کشش باطن سے وطن آنے پر مجبور کیجیے، خدا مجھ سے کیوں ناراض ہے، حق تعالیٰ نہ صرف ناراض بلکہ صورت سے بیزار، اگر دین کا یہ حشر ہے تو دنیا وبالِ جان ہے خدا بھی خوش نہیں۔ جب کوئی عمل شروع کرتا ہوں ادھر درگاہ سے دھکے ملتے ہیں یہ سب پیر کی کارستانی اور کرم فرمائیوں کا نتیجہ ہے پتہ نہیں اور کیا شاخسانہ لاکھڑا کریں گے۔

ان سب باتوں سے مندرجہ ذیل باتیں مفہوم ہوتی ہیں۔

۱۔ آپ کو صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے۔
۲۔ آپ کے ذہن میں درویشی اور خدا طلبی کی حقیقت صاف نہیں۔
۳۔ خدا آپ سے ناراض ہے۔
۴۔ قسمت اور تقدیر پر یقین مذبذب ہے۔
۵۔ سابقہ پیر کو سب اذیت کوشیوں کو ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

اب نمبر وار ایک ایک بات کی تفصیل جو ناکارہ کے ذہن میں ہے عرض کرتا ہوں اللہ کرے آپ کے لیے معین و معاون ثابت ہو۔

۱۔ **آپ کو صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے:** اس کے لیے آپ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے پاس گوجرانوالہ حاضر ہوئے انہوں نے آپ کے معروضات سنے کچھ پڑھنے کو بتایا پھر میری طرف اشارہ فرمایا آپ نے میری طرف رجوع کر لیا اس کی مثال ایک ہے تو بیہودہ لیکن سمجھ کے قریب لانے کے لیے عرض کرتا ہوں ایک عورت جا رہی تھی ایک بدمعاش اس کے پیچھے ہولیا جب اس کو معلوم ہوا پوچھا تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو اس بدمعاش نے کہا کہ میں تجھ پر دل و جان سے فریفتہ ہوں اس لیے آرہا ہوں وہ عورت سمجھدار تھی اس نے کہا تو بڑی غلط فہمی میں ہے میرے پیچھے میری ایک بہن آرہی ہے وہ مجھ سے کہیں زیادہ حسین اور مہذب اور اعلیٰ صفات کی ہے وہ تیرے لیے بہت اچھی ہوگی اس نے اتنی تعریفیں سن کر پیچھے دیکھنا شروع کیا اس عورت نے ایک دھول رسید کی اور کہا:

گفت اے ابلہ گر تو عاشقی
در بیان و دعوائے خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر
ایں بود دعوائے عشق اے بے ہنر

تو بھائی صاحب اس طریق میں پہلے خوب سوچ بچار کر ایک پر نظر کر کے اس کا ہی ہو جائے تو کام بنتا ہے اس کا ہو جانے کے بعد:

فکرِ خود رائے خود در عالم رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

اپنے خیال اور اپنی رائے کو بالکل ختم کر کے اپنے رہنما کے مشورہ اور

اس کی رائے پر عمل کرنا چاہیے اور عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اس کا رہنما اس پر اس کے نفس سے بھی زیادہ شفیق ہے اور اس کے علم میں اپنے حالات کے مطابق سب سے زیادہ نفع اسی سے حاصل ہو سکتا ہے جب اس طرح اعتماد ہوگا تو اس سے اپنے رہنما سے محبت ہوگی محبت سے یکسوئی ہوگی اور یکسوئی سے توجہ الی اللہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے پھر اس استعداد کو مقصود میں صرف کرنا ہے اور مقصود صرف حق تعالیٰ اور ان کی رضا ہے۔

آپ کے حالات کے مطابق احقر کے خیال میں گوجرانوالہ کے حضرت مفتی صاحب مدظلہ بہت مناسب ہیں آپ کے قریب بھی ہیں اور صاحب ارشاد صاحب حال صاحب برکت نہایت درجہ متقی بزرگ ہیں ایسی دولت عظیم کو آپ بالکل نہ چھوڑیں ان سے اپنی طلب کا اظہار کریں اور کرتے رہیں جب ان کو آپ طلبِ صادق کا یقین آجائے گا تو انشاء اللہ وہ ضرور متوجہ ہوں گے اور آپ کی رہنمائی فرمائیں گے لہٰذا ان کو ضرور اپنا رہنما بنالیویں۔

؎ اگر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقے ہر کہ شود راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق
یار باید راہ را تنہا مرد
بے قلاوز اندریں صحرا مرد

عادت اللہ یہی ہے کہ کسی واسطہ رہبر رہنما کے ساتھ ہی یہ طریق طے ہوتا ہے اس لیے آپ دیر نہ کریں جس پیرانہ سالی کا ذکر آپ نے فرمایا اس کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ارادہ کی پختگی کے ساتھ ان سے وابستہ ہو جائیے اور الحمد للہ انہوں نے کام آپ

سے ذکر کا شروع کروا بھی دیا اور اس سے طمانیت کا اظہار بھی آپ نے کر دیا ہے لہٰذا اس دولت عظمیٰ کو نہ چھوڑیں۔

۲۔ درویشی کی حقیقت اور خدا طلبی کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے ایسی لو لگ جاوے کہ ہر وقت ان کی یاد ہو اور ہمیشہ ان کے احکام کا فرمانبردار بنا رہے مقصود صرف حق تعالیٰ کی رضا ہے احکام کی فرمانبرداری اور کثرت ذکر سے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور بندہ کا ایسا گہرا تعلق ہو جاتا ہے جو اور کسی سے نہیں ہو سکتا اور یہ تعلق حقیقی طور پر سارے تعلقات پر غالب ہو جاتا ہے۔ مومن کی اصل دولت خدا سے تعلق ہے اور اس کا سب سے بڑا سہارا رب العالمین کی مدد ہے مومن کی اصل تیاری یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ سے اپنے کو خدائی امداد کا مستحق بنائے دین و دنیا آخرت کے لئے۔ اور خدا ہی سے مدد مانگے۔

اصل دینداری نہ امیری ہے نہ غریبی نہ تنگدستی نہ بیماری بلکہ ہر حال میں ایمانی تقاضوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہر چیز سے مقدم سمجھنا ہے۔

تو اصل غرض درویشی خدا طلبی اور سلوک کی رضائے حق ہے جس کا طریقہ شریعت کے احکام کا بجا لانا اور ذکر پر مداومت کرنا ہے۔ رہبر تعلیم کرتا ہے مرید طالب اس پر کاربند ہوتا ہے رہبر راستہ دکھاتا ہے طالب راستہ پر چلتا ہے رہبر منزل اور مقصود کا علم دیتا ہے سالک اس منزل تک پہنچتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب میں جن امور کو دخل ہے وہ سارے امور بقدر دخل کے مامور بہ ہیں اور یہ مامور بہ امور سب اختیاریہ ہیں اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو اختیار میں نہ ہوں ان کا حکم بھی نہیں اور جن کا حکم نہیں ان کو رضا اور قرب میں دخل نہیں جیسے کشف و کرامات و رویائے صالحہ وغیرہ ان کے علاوہ ایک اور اصل اور ضروری کام سمجھ لینے کا ہے کہ دل کے اندر کچھ نفس کی بیماریاں ہیں جن کو اغیار کہنا

چاہیے ان کے ہوتے ہوئے دل کے اندر حق تعالیٰ کی سمائی نہیں ہوتی سمائی پوری جب ہی ہوتی ہے جب ان اغیار سے دل کو خالی کر دیا جائے اور اغیار جو ہیں وہ قوت غضبیہ اور قوت شہویہ کے تقاضے میں جیسے حب جاہ، حب مال، حب دنیا، حرص، حسد، شہوت، غضب، عجب، تکبر، ریا، غیبت، جھوٹ، چغلی، بہتان، بخل، اسراف وغیرہ وغیرہ ان کے لیے کسی معالجِ باطنی یعنی رہبر یا شیخ کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس سے پوچھ پوچھ کر ایک ایک باطنی مرض کا علاج کر کے اس سے شفا حاصل کی جائے اور ان اغیار کی جگہ اللہ کی محبت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صدق اخلاص صبر شکر توکل رضا تفویض تسلیم تقوی، تواضع، خشوع، خوف، خشیت دل کے اندر پیدا کر کے دل کو آراستہ کیا جائے۔

جب درویشی کی حقیقت معلوم ہو گئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ اصل درویشی جو سنت سے ثابت ہے اور جس کی تعلیم کی گئی ہے اس میں نہ کشف و کرامات ضروری ہیں نہ پیر کے ذمہ بخشوانے کی ذمہ داری ہے نہ یہ کہ پیر تعویذ گنڈے دعا کر کے سارے دنیا کے کام متعلقہ روزگاری کی ترقی، بیماریوں سے شفا، مقدمات میں کامیاب کروادے گا نہ یہ کہ پیر کی توجہ سے خود بخود نیک کام ہونے لگیں گے اور سالک کو کچھ کرنا ہی نہ پڑے گا اسی طرح نہ کیفیت بے خودی، عبادات میں لذت نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا نہ ذکر کے دوران انوار کا نظر آنا وغیرہ وغیرہ کچھ بھی ضروری نہیں ہے۔

بلکہ اصل مقصود درویشی سے صرف احکام ظاہرہ و باطنہ کی بجا آوری کے ذریعہ حق تعالیٰ کو راضی کرنا اور ان سے گہرا اور قوی تعلق پیدا کرنا ہے شیخ یا رہبر معالج ظاہری کی طرح بیماریوں کا حال سن کر ان کا علاج اور پرہیز تجویز کرتا ہے علاج اور تجویز کا عملی طور پر کرنا مریض ہی کا کام ہوتا ہے۔ احکام باطنہ سے مراد دل کی درستگی ہے اس دل کی درستی کا طریقہ یعنی باطنی امراض کو دور کرنے کا طریقہ اول تو لوگوں کو معلوم کم ہوتا ہے اور اگر معلوم ہو تو نفس کی کشاکشی سے عمل مشکل ہوتا ہے پھر پرہیز مشکل ہوتا ہے بعض اوقات صحت ہو

تو صحت کا علم مشکل سے ہوتا ہے ان سب ضرورتوں کی وجہ سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے وہ تجربہ کار ہے اپنے تجربہ کی بنا پر رہنمائی کرتا رہتا ہے اس طرح علاج سہل اور کامل ہو جاتا ہے اور پھر شدہ شدہ حق تعالیٰ سے قوی اور مضبوط تعلق پیدا ہو جاتا ہے ایسا تعلق کا سب تعلقات پر حاوی ہو جاتا ہے پھر ایسی لو ان کی لگ جاتی ہے کہ یکے داں یکے بین و یکے گو ان کا وطیرہ ہو جاتا ہے جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے مشاہدہ ہوتا ہے اور ہر جگہ ان ہی کی قدرت کے کرشمے دیکھتا ہے ایک برگ سبز بھی اس کے لئے حق تعالیٰ کی معرفت کا دفتر بن جاتا ہے۔

۳۔ تیسری بڑی بات جو آپ کے خط سے مفہوم ہوتی ہے خدا آپ سے ناراض ہے توبہ کیجیے ہر وقت اگر وہ ناراض رہیں تو آپ کو اپنے گھر داخل ہونے آپ سے ہم کلام ہونے یعنی نماز روزہ تلاوت ذکر امامت کسی بھی چیز کی توفیق نہ ہوتی ان کی ناراضگی صرف گناہوں سے ہوتی ہے اور گناہ انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے پھر ان کی ایسی مہربانی ہے کہ فرماتے ہیں اے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ○ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ○ ان کی رحمتوں اور محبت و شفقت کاملہ سے توبہ استغفار وہ بارود ہے کہ بڑے بڑے گناہوں کے پہاڑوں کو آن کی آن میں تہس نہس کر دیتا ہے اور پھر فرماتے اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ وہ فرماتے ہیں اے بنی آدم اگر تو زمین آسمان کے درمیانی خلا سارا بھر کر مجھے گناہوں سے توبہ کرتا ہوا معافی مانگتا ہوا ملے تو میں اس سے زیادہ مغفرت لے کر تجھ سے ملوں گا اور سب گناہ معاف کر دوں گا۔

حضرت مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہ فرمایا کرتے ہیں ایک چھوٹے بچے کو راضی کرنا مشکل ہے حق تعالیٰ کو راضی کرنا اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے سمجھا کر انسان کے اختیار اور ارادہ میں دے دیئے ہیں کہ اس طرح میں راضی ہو جاتا ہوں پھر ایسے مالک حقیقی اور مہربان مولا سے بدگمانی کرنا سخت برا ہے۔

حق تعالیٰ دعاؤں کو بھی ضرور قبول فرماتے ہیں اور قبول فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کاملہ کے ساتھ دعا مانگنے والے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں پھر انسان جو مانگ رہا ہے اگر اس کے لیے فوری طور پر مفید ہو تو فوری عطا فرما دیتے ہیں کچھ عرصہ بعد مفید ہو تو کچھ عرصہ بعد عطا فرماتے ہیں کوئی بلا اس کے عوض ہٹانا مفید ہو تو وہ ہٹا دیتے ہیں اگر آخرت میں بندہ کے لیے مفید ہو تو آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیتے ہیں چنانچہ آخرت میں بندہ کو بڑے بڑے انعامات مشاہد کرائے جائیں گے بندہ عرض کرے گا یہ تو میرے عمل کا نتیجہ نہیں حق تعالیٰ فرمائیں گے فلاں دعا تو نے مانگی تھی دنیا میں قبول نہ ہوئی یہ اس کا بدلہ ہے اسی طرح گن گن کر بتائیں گے اس وقت بندہ حسرت کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی پھر ایسے کریم آقا پر سوئے ظن چہ معنی ان کے ساتھ تو ہمیشہ حسن ظن ہی رکھنا چاہیے۔ حدیث قدسی ہے انا عند ظن عبدی بی میرا بندہ جیسا میرے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رحمتوں کی طرف متوجہ فرمائے رکھیں اور ڈر صرف اتنا ہو جو ان کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔

۴۔ قسمت اور تقدیر پر یقین مذہب ہے آپ جانتے ہیں وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی تو ایمان کی ضروریات اور صفات میں سے ہے اس کے بغیر تو ایمان کا خطرہ ہوتا ہے تقدیر پر تو کامل یقین ہی ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جان لو اگر سب متفق ہو جائیں اور تم کو نفع پہنچانا چاہیں ہرگز نفع نہ پہنچا سکیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے اور اگر سب متفق ہو کر تم کو ضرر پہنچانا چاہیں ہرگز ضرر نہ پہنچا

سکیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ نے لکھ دی ہے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ بدوں ارادہ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا ساری مخلوق عاجز ہے اور کامل قدرت والے حق تعالیٰ جل شانہ ہیں۔

جس وقت مولائے حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے وہی مناسب ہوتا ہے اس کے خلاف کی تمنا نہ کرنا چاہیے جب اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھ رہے ہوں تو ہم کو اس میں صدمہ کی کونسی بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جیسے بنا دیا ہے اس کے لیے وہی مناسب ہے، آخر ہم بھی تو اپنے چھوٹے بچوں کی ہر بات ان کی مرضی کے مطابق نہیں مانتے کبھی شفقت حقیقی کی بنا پر اپنے بچوں کو سزا بھی دیتے ہیں بچوں کو شعور نہیں ہوتا اس واسطے اس وقت برا سمجھتے ہیں جب شعور ہوتا ہے تو ماں باپ کو دعائیں اس تادیب اور تربیت کی دیتے ہیں اسی طرح مہربان اور کریم مولا کی تقدیر کے مطابق جو محض ہمارے ہی نفع کے لیے ہے پر ہمیں بھی راضی رہنا ضروری ہے۔

گو ہر شخص دوسرے کو دیکھ کر یہ تمنا کرتا ہے کہ میں ایسا ہوتا اور اپنی حالت پر قناعت نہیں ہوتی لیکن مذکورہ انسان دیکھے اور سوچے تو اس کو معلوم ہوگا کہ میرے لیے مناسب وہی حالت ہے جس میں خدا نے مجھے رکھا ہے البتہ دعا کرنا خلاف رضا نہیں اسی طرح تدبیر کرنا بھی خلاف رضا نہیں۔ اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے دعا کرتے ہیں اظہارِ عبدیت کے لیے دعا کرتے ہیں اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ جو ہم نے مانگا ہے وہی مل جائے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو قبول نہ ہونے سے شاکی اور بد دل نہیں ہوتے بلکہ اور زیادہ تسلی ہو جاتی ہے کہ رحیم و کریم آقا کے نزدیک اس وقت جو میں مانگ رہا ہوں مناسب نہیں ہے۔

۵۔ سابقہ پیر سب اذیت کوشیوں کا ذمہ دار ہے:

فرمایا گیا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ

اس کے ہو جاتے ہیں وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت حکیم بقراط وغیرہ کوئی تھے وہ حکیم درحقیقت فلاسفر ہوتے تھے اس نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر حوادث زمانہ تیر ہوں اور آسمان کمان ہو اور تیر انداز اللہ تعالیٰ ہوں تو بچ کر کہاں جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قاعدہ یہ ہے تیر انداز دور والے کو نشانہ بناتا ہے قریب والے کو نشانہ نہیں بناتا لہٰذا جو تیر انداز کے قریب ہوگا اس کو تیر نہیں لگے گا تو تمہارے سوال کا حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ اس حکیم نے کہا اس سوال کا جواب اس طرح سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں دے سکتا۔

تو اصل چیز یہ ہے کہ انسان اللہ کا پورے طور پر ہو جاوے تو وہ مہربان مولا خود حفاظت جان مال ایمان کی فرماتے ہیں اور اللہ کا ہو جانا یہ ہے کہ کوئی اللہ والا انسان کو عقائد عبادات معاشرت معاملات اخلاق کی جانچ اور بتانے کے بعد اپنا سمجھنے لگے اس اللہ والے کی رہنمائی سے کثرت ذکر اور دوام طاعت نصیب جب ہو جاتا ہے تو پھر سب غیروں سے نظر اٹھ جاتی ہے اور بجائے اسباب پر نظر کے مسبب الاسباب پر نظر جانے لگتی ہے پھر ہر جگہ ایک ہی کارفرما نظر آئے گا اور پھر اس قدر حظ محسوس ہوگا کہ ان حوادث زمانہ سے اگر واسطہ بھی پڑ جاوے تو حق تعالیٰ کو مخاطب کر کے انسان پڑھتا ہے:

ے نشو نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی عاشق

ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن حق تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور ان کی مشیت ان سے منت سماجت دعا استغفار سے تو تبدیل ہو سکتی ہے اور کوئی طریقہ نہیں لہٰذا ان کا ہو کر ان سے ہی مدد مانگنا ضروری حل ہے وہ مہربان ہو جائیں گے تو انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ دے سکے گا اور اگر تکلیف دے گا تو وہ خود تکلیف میں پڑ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی بھی اور میری بھی حفاظت فرمائیں اور تازیست اپنا ہی بنائے رکھیں صحیح اسلامی زندگی نصیب ہو اور مرتے وقت کامل ایمان پر خاتمہ نصیب ہو۔

آمین ثم آمین

۸۲-۱-۲۳

حال نمبر۵: م-ا-ا

حضرت ہم اپنے گذشتہ عریضہ میں جو اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہے اپنے خیالات کو اچھی طرح واضح نہیں کر سکے۔ چونکہ حضرت والا نے دوبارہ عرض کرنے کی اجازت دی ہے، اس لیے عرض ہے کہ حضرت ہمیں اس میں تو کوئی اشکال نہیں ہے کہ ہر شخص کے لیے تزکیہ نفس کا طریقہ اس کی استعداد، مصروفیات ذمہ داریاں اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ اشکال صرف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی استعداد، حالات وغیرہ اسی طرح ایک دوسرے سے مختلف ہوتی تھیں، کوئی فارغ تھے کوئی تحصیل معاش میں مشغول، کچھ جنگلوں میں اونٹ اور بکریاں بھی چراتے تھے۔ کوئی صاحب علم اور فہیم تھے اور کوئی اعرابی، کوئی اہل وعیال والے تھے اور کوئی بوڑھے والدین والے بھی تھے۔ اسی طرح رزائل اور امراض باطنی بھی جس میں آج کل مبتلا ہوتے ہیں اس زمانے میں بھی مبتلا ہوتے تھے۔ اور جن اوصاف حمیدہ کی تحصیل آج ضروری ہے وہ اس زمانہ میں بھی ضروری تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کے مختلف حالات اور امراض باطنی کے لحاظ سے مناسب تعلیمات اور ارشادات کے ذریعہ ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا۔ تو اس طرح آج کل ہر قسم کے لوگ اور طبقہ کے تزکیہ نفس کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنت میں طریقہ موجود ہوا۔ مثلاً آج کل کے فارغ لوگوں کے لیے فارغ صحابہ کرام میں آج کل کے اہل وعیال والوں کے لئے صاحب اہل وعیال صحابہ کرام ہیں آج کل کے ضعیف و بیمار لوگوں کے لیے ضعیف و بیمار

صحابہ کرام ہیں۔ الغرض اسوہ حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ہر طرح کے لوگوں کے تزکیہ نفس کے لیے موجود ہوا اور انہی اسوہ حسنہ میں سے آج کل بھی ہر شخص کے حسب حال تزکیہ نفس کا طریقہ منتخب کرنا چاہیے، نہ کہ سنت سے ہٹ کر کوئی دوسرا طریقہ۔ حضرت میرے دل کو یہ بات لگ گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی ایسی چیز ہے جس میں شیطان کا گزر نہیں ہوسکتا، ورنہ کسی بھی دوسرے طریقے میں شیطان کی طرف سے غیر محسوس آمیزش کا امکان اور خطرہ ہر وقت موجود ہے۔ حضرت دینی مقاصد کے حصول کے لئے تدبیر و طریقہ بھی تو وہی اختیار کرنا چاہیے جو شرع اور سنت کے مطابق ہو ورنہ تو ہر بدعت کے لیے جواز نکل آئے گا اور لوگ مقاصد شرعیہ کے حصول کے لئے اپنے اپنے طرز پر نئے طریقے نکالنے لگیں گے اور سنت جس سے چمٹے رہنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاکید فرمائی اس سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت والا کی اجازت کی وجہ سے اپنے یہ سب خیالات ہم نے تفصیل سے عرض کر دیئے تاکہ ان پر حضرت والا کے ارشادات سے حق بات مجھ پر واضح ہو جائے اور اس پر میرا دل مطمئن ہو جائے۔ حضرت والا اس کے لیے بھی اور ہمارے جملہ دینی و دنیوی امور کے لیے خصوصی دعا فرماتے رہیں۔

جواب نمبر ۵:

آپ کے خط سے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ کے دل پر جذبہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خوب مضبوط ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبہ کو قائم رکھیں۔

باقی جناب کا ارشاد کہ تزکیہ باطن یا اور امور میں صرف وہی طریقہ معتبر، مستند اور قابلِ اعتبار ہے جو سنت اور اسوہ حسنہ سے ثابت ہو یہ بھی بالکل اپنی جگہ پر صحیح ہے۔

ہمارے اکابرین اہل حق سب کا مسلک اور مقصود دین حق اور سنت پر مضبوطی سے جمانا ہے نہ کہ اس کے خلاف بلکہ اس سے کم یا ہٹنے کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مفہوم: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر کوئی شخص آخرت یا دنیا کی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا)۔

اب دین حق پر اور سنت پر لانے اور جمانے کے لئے تزکیہ ہو یا دیگر امور دینی ان کے لئے قرآنی آیات احادیث اور آثار صحابہ کو ہی اصل اور متن کا درجہ دیا گیا ہے۔ اور موقعہ اور مخاطب کے لحاظ سے ان ہی کی روشنی میں کوئی ریاضت یا مجاہدہ اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ ان کے ذریعہ اسوہ حسنہ پر مضبوطی سے جم جاویں۔ مقصود اصلی سنت اور دینِ حقیقی پر قائم رکھنا ہے اور اگر یہ لحاظ نہ رکھا جائے تو دین کا روپ ہی بگڑ جائے گا۔ حالانکہ اس کا تحفظ ضروری ہے۔ ان سب کی اہمیت علاجاً ہے نہ مقصوداً نہ سنت کے متبادل بلکہ صرف معین اور معاون ہونے کے لحاظ سے ان تدابیر کو لیا گیا ہے۔

اور ایک ہوتا ہے احداث فی الدین اور ایک ہوتا ہے احداث للدین۔ دین کی تائید اور تاکید اور بقاء و عمل کے لئے کوئی نئی چیز اختیار کی جائے تو وہ بدعت نہیں ہوگی یہ احداث للدین ہے اور اگر کوئی نئی چیز عبادت سمجھ کر دین میں داخل کی جائے یہ احداث فی الدین ہوگا جو بدعت اور ضلالۃ ہوگی اور قابل ترک ہوگی۔

صحابہ کرام کو مجاہدات اور ریاضات کی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ یہ قوت دین کی بفیض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ میں تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ہی صاحب نسبت ہو جاتے ہیں گو یہ قوت دین کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تھی اسی طرح تابعین میں بھی تھی مگر صحابہ سے کم لیکن تبع تابعین میں قوت بہت کم ہوگئی اس کمی کی تلافی کے لئے بزرگوں نے مجاہدات اور ریاضات ایجاد کیے تاکہ قوت دین سنت کی خوب مضبوط ہو جاوے۔

اعمال صالحہ پر مشقت ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ اعمال نفس کی خواہش کے خلاف ہیں۔ نفس ہمارا ان میں منازعت ضرور کرتا ہے قلیل یا کثیر اس لئے مخالفت نفس کی عمر بھر ضرورت ہے۔ لہذا نفس کو مشقت کا عادی بنایا جائے تاکہ مانع کا مقابلہ کر سکے اور دین متین پر جم سکے۔

معلوم ہوا نفس کی اصلاح بدون مجاہدہ نہیں ہو سکتی۔ مجاہدہ یعنی مخالفت نفس سے مقصود نفس کو مشقت کا عادی بنانا ہے اور راحت و تنعم کی عادت نکالنا ہے تاکہ اوامر کا ترک نہ ہو اور منہیات میں ابتلاء نہ ہو اور ان مجاہدات اور ریاضات میں اول تو اُسوۂ حسنہ ہی معیار ہوتا ہے اگر اس میں نہ مل سکے تو اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ منشاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ تعلیمات اور دین پر چلنے کی تدابیر ساری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یا منشاء کے خلاف نہ ہوں بلکہ اس کے مطابق ہوں جہاں کہیں ضرورت پڑے ان سب کی تائید اور تاکید کے لئے بھی وہ طرق و تدابیر اختیار کی جاویں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق ہوں خلاف نہ ہوں۔

ایک مبتلاء نے اپنا حال لکھا جو عشق مجازی میں گرفتار تھے ان کو اپنا اصلاح کا فکر اس قدر دامن گیر تھا کہ حضرت سے اس کی شکایت کر کے علاج کے لئے درخواست کی۔ حضرت نے نہایت تفصیل سے کافی وشافی جواب مرحمت فرمایا۔ اور اس سے نجات پانے کا قوی التاثیر نسخہ تجویز فرمایا۔

حال نمبر ۶: ن۔ذ۔ح

آپ نے اجازت دی کہ کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لیا کروں عرض یہ ہے کہ میں کئی سالوں سے عشق مجازی میں مبتلا ہوں۔ عشق مجازی نے مجھے دنیا میں بھی اور خدا کے نزدیک بھی ذلیل کر دیا ہے میرے لیے دعا بھی کیجیے اور علاج بھی بتلایئے کہ مجھے اس موذی مرض میں سے نجات ملے اور یہ عشق مجازی عشق حقیقی ہو جائے۔

جواب نمبر ۶: (عشق مجازی کا علاج)

آپ کا خط ملا جس مریض کو مرض کا احساس پیدا ہو جاوے اور مرض کو برا سمجھنا شروع کر دے انشاء اللہ تدابیر اور پرہیز کرنے سے اس مریض کا علاج ہو جاتا ہے۔

۱۔ پہلی بات تو برائی کا احساس ہونا کہ جس اللہ نے اتنے حسین اور باکمال انسان بنائے وہ خود کتنے حسین ہوں گے اس لئے محبت تو ان سے لگانی چاہیے جن کا حسن سب سے اعلیٰ اور باقی رہنے والا دنیا کے حسین تو فانی ہیں پھر سزا اس برے تعلق سے سنگسار ہونا شریعت نے مقرر کیا۔ پھر کل قیامت کے میدان میں ساری مخلوق کے سامنے آدمی گناہ کرتا ہوا دکھائی دے گا اور دیکھنے والے اعزاء واقرباء دوست احباب چھوٹے بڑے بیوی بچے بزرگ استاد پیر سب ہوں گے کس قدر رسوائی ہوگی۔

۲۔ اس برائی کو ذہن میں رکھ کر کہ دنیا میں بھی رسوائی اور آخرت میں بھی رسوائی ہے۔ مصمم عزم اور پکا ارادہ کر لیا جاوے کہ یہ ناجائز تعلقات ضرور ختم کر کے حق تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنا ہے چاہے کیسی بھی تکلیف ہو۔

۳۔ اب اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جن جن سے ناجائز تعلق ہے نہ ان کے نزدیک جایا جاوے نہ ان کو ہاتھ لگایا جاوے نہ ان کو دیکھا جاوے نہ ان سے بات کی جاوے نہ ان کی بات سنی جاوے نہ ان کا خیال دل میں لایا جاوے اور ان کو اپنے پاس

آنے سے سختی سے روک دیا جاوے۔ اگر نہ رکیں تو بہت درشت اور سخت لہجہ سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرنے کا ان کو کہہ دیا جاوے کہ وہ مایوس ہو جاویں۔ فانی کی محبت اس طرح رفتہ رفتہ ختم ہو گی ادھر دوسری طرف کثرت سے ذکر کرنا شروع کریں اللہ والوں کے حالات اور واقعات پڑھنا شروع کریں معصیت ہر قسم کی چھوڑ دیں اور نیکی ہر قسم کی کرنا شروع کر دیں۔ روزانہ دو نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت اور مضبوط تعلق عطا فرمانے کی دعا کرتے رہیں اور یہ کہ یا اللہ میرے دل سے سب غیروں کی محبت نکال دیجیے اور اپنی محبت عطا فرما دیجیے۔۔ پھر دس منٹ بار بار یہ سوچا کریں کہ حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت میں کھڑا ہوں اور حساب ہو رہا ہے اور حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے بے حیا تجھ کو شرم نہ آئی کہ ہم کو چھوڑ کر غیر کی طرف مردار کی طرف مائل ہو گیا۔ کیا تجھ پر ہمارا یہی حق تھا کیا تجھ کو اسی لیے پیدا کیا تھا اے بے حیا ہماری دی ہوئی صحت اور قوت کو اور ہاتھ پاؤں کو آنکھوں کو زبان و دل کو ہماری نافرمانی میں استعمال کیا۔ اس طرح سوچنے سے ندامت پیدا ہو گی پھر گذشتہ سے استغفار اور آئندہ کے ترک معصیت کا داعیہ پیدا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اس بلا سے نجات حاصل کرنے کی دعا و التجا کرتے رہیں ذکر ۱۰ ہزار دفعہ صرف اللہ اللہ روزانہ کرنا شروع کریں اور توجہ اور دھیان ساتھ کریں۔

★ ایک صاحب کی شکایت بدنظری کے بارے میں اور علاج کی درخواست۔

جواب نمبر ۷: بدنظری کا علاج

آنعزیز کو ماشاء اللہ اصلاح کی فکر ہو گئی یہ بہت غنیمت ہے کہ اصلاح کی فکر ہو اور باطنی بیماریوں کے دور کرنے کا انسان عزم کر لیوے اگر یہ فکر دائم رہا تو انشاء اللہ ایک دن کامیابی بھی نصیب ہو جائے گی اصلاح کا خیال بہت بڑی دولت ہے۔

اول اس بدنظری کی برائی کی اہمیت ذہن میں راسخ کر لیویں کہ جس اللہ تعالیٰ نے آنکھیں تلاوت کرنے، راستہ دیکھنے اہل اللہ کی زیارت کرنے بیوی بچوں والدین کی زیارت کے لیے عطا فرمائی ہیں نیز اور ہر طرح کی جائز چیزیں دیکھنے کے لیے دی ہیں اسی اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کے دیکھنے سے منع فرمایا۔ وہ تو فرماتے ہیں يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتے ہیں اور دلوں کے خیالات کو بھی۔ جب وہ جانتے ہیں اور کل کو پیشی بھی ان کے ہی سامنے ہونی ہے۔ تو اگر یہاں دوسروں سے چھپ کر یہ گناہ کیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے تو نہیں چھپ سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی اور اسی آلہ کو بدنظری کی وجہ سے سلب فرما لیا تو کس قدر رسوائی ہوگی نقصان ہوگا چنانچہ ایک شخص طواف کے دوران یہ دعا کر رہے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ۔ پوچھنے پر بتایا میں نے آنکھ کا غلط استعمال کیا تھا غیب سے ایک طمانچہ لگا اور میری آنکھ جاتی رہی اس لیے اب یہ دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ سے محفوظ رکھیں ایسا نہ ہو کہ صدور ہو تو دوسری آنکھ بھی جاتی رہے۔

حضرت علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے بدنظری کی قرآن بھول گیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کے ساتھ ایک مرید جا رہا تھا ایک نصرانی لڑکے کو گھورنے لگا اور پھر شیخ سے کہنے لگا کہ حضرت ایسی صورت کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالیں گے حضرت جنیدؒ نے فرمایا تو نے سخت گناہ کیا ہے اس کا مزہ چکھو گے چنانچہ کچھ دنوں بعد قرآن مجید بھول گیا۔

حدیث شریف میں ہے اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ (نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے) اس نظر کا اثر اپنے ہی دل پر پڑتا ہے اور جتنا غیروں کا خیال ہوگا اتنا ہی دل سے حق تعالیٰ کا خیال ہٹتا جاوے گا حتی کہ واقعات شاہد ہیں کہ بدنظری کی وجہ سے ایمان تک ختم ہو گیا کفر اختیار کر لیا (معاذ اللہ) جن مرداروں پر نظر کی

تھی ان کا ہی مذہب اختیار کرلیا۔

آخرت میں ایسی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جاوے گا عام مخلوق کے سامنے اس قسم کا گناہ کرتا ہوا دکھائی دے گا اور تمام اولین و آخرین وہاں موجود ہوں گے والدین بیوی بچے بھائی بہن استاد شاگرد اعزاء اقرباء گلی والے محلہ والے مسجد والے شہر والے ملک والے پھر اس وقت کتنی ذلت ہوگی۔ اس کے علاوہ اس زندگی میں ہی ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ والدین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اچھے اعمال سے خوش اور برے اعمال سے رنجیدہ ہوتے ہیں تو کیا ہمارا یہی کام ہے کہ عالم برزخ میں ان کو رنجیدہ کریں ان مضامین کے استحضار سے اس فعل بد کی برائی ذہن میں راسخ کریں۔

دوسرے برائی کی اہمیت ذہن نشین ہونے کے بعد پکا تہیہ پکی نیت پکا ارادہ عزم مصمم کرلیں کہ چاہے دل کو کتنی تکلیف ہو اس گناہ سے بچنا ہے۔ دنیا میں کوئی کام بغیر عزم مصمم کے نہیں ہوتا۔ جتنی بھی تکلیف برداشت کریں گے مجاہدہ ہوگا اور مجاہدہ بڑی نور کی چیز ہے اسی پر نصرت حق موعود ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا الخ اور اسی مجاہدہ سے تقویٰ کا حمام روشن ہوتا ہے

شہوت دنیا مثال گلخن است
کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن است

دنیاوی شہوت کی مثال انگیٹھی کی سی ہے کہ شہوانی لذات سے بچنے سے تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے اور دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔

تیسرے نظر بد چھوڑنے کا عزم مصمم کے بعد اس کے ترک کا عمل شروع کردیں اور قدم قدم پر نصرت حق کی درخواست کرتے رہیں۔

نظر بر قدم اپنا شعار بنالیویں۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الخ.

حسب ذیل طریقہ پر روزانہ عمل کریں۔ اچھی طرح وضو کرکے ۲ رکعات توبہ کی نیت سے پڑھیں اور خلوت بیٹھ جاویں اور تصور کریں کہ حق تعالیٰ کے روبرو میدان قیامت میں حساب کے لیے کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے بے حیا تجھے شرم نہ آئی کہ ہم کو چھوڑ کر مردار کی طرف مائل ہوا کیا تجھ پر ہمارا یہی حق تھا کیا تجھ کو ہم نے اسی لیے پیدا کیا تھا۔ اے بے حیا ہماری دی ہوئی چیز کو ہماری ہی نافرمانی میں استعمال کیا اس سے ندامت پیدا ہوگی اس ندامت سے فائدہ اٹھا کر خوب اچھی طرح استغفار کریں اور آئندہ کے لیے ترک کا عزم مصمم کریں اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اس بلا سے نجات حاصل کرنے کی دعا و التجاء کرتے رہیں اور زمانہ حال میں اپنے آپ کو ٹھیک رکھیں خدانخواستہ صدور ہو جاوے تو ہر صدور پر ۲ رکعات توبہ کی نیت سے پڑھ کر گڑگڑا کر استغفار کرتے رہیں اور آئندہ کے لیے ترک کا عزم مصمم۔ یہ دستور العمل شروع کردیں اور ہر ۱۵ دن بعد اطلاع دیں کہ اس پندھرواڑے میں کتنے نوافل جرمانہ کے ادا کیے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں اور کامیابی عطا فرمائیں والسلام

اطلاع حال: ۸

ایک صاحب جن کا اصلاحی تعلق کسی اور بزرگ سے تھا اور انہی سے تعلیم لے رہے تھے۔ انہیں کچھ خلجان ہوا کہ باوجود اتنا عرصہ محنت کرنے کے، اوراد و وظائف پڑھنے کے کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی، اس کا ذکر انہوں نے اپنے خط میں کیا۔ حضرت نے اپنی فراستِ صادقہ اور ادراکِ صحیح سے بھانپ لیا کہ یہ سالکِ طریق کس عقبہ میں مبتلا ہے۔ اس کی فہم نے کہاں غلطی کی۔ حضرت نے ان کو اپنی طرف مائل تو نہیں کیا مگر سلوک کی حقیقت واضح فرمادی۔ اور فرائض و واجبات کی اہمیت سمجھادی۔ اور وظائف کا درجہ بھی ظاہر فرمادیا۔ اس مضمون کو عطرِ تصوف یا سلوک کا نچوڑ کہنا مناسب ہوگا۔

جواب نمبر ۸: (عطر تصوف)

ایک تو یہ عرض ہے کہ ہمارے سلسلہ پر خط و کتابت کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر صفحہ پر سامنے ایک تہائی جگہ جواب کے لیے چھوڑ دی جائے تا کہ متعلقہ سوال کا جواب اس کے سامنے آجاوے دوسرے اس خط سے پہلے خط یا متعلقہ خط بھی ساتھ بھیجا جاوے تا کہ گذشتہ یا متعلقہ خط کے ساتھ موجودہ خط کا تعلق بھی دیکھ لیا جاوے (یہ تو بحمد اللہ آپ نے کیا ہے اور اس کے بغیر شاید جواب بھی صحیح دینا مشکل ہوتا)۔

پہلے خط میں حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے آپ کو جب لا الہ الا اللہ کا طریقہ ارشاد فرمایا تو آپ کو تشویش ہوئی کہ اتنا عرصہ وظائف کرنے کے باوجود کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی تو احقر نے رسالہ قصد السبیل کے مطالعہ کا عرض کیا تھا تا کہ مقصود اور غیر مقصود معلوم ہو جاوے اور ہر بات کی اہمیت صحیح معلوم ہو جائے۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ سالک کو کام کرتے رہنا چاہیے اور مقبولیت اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر چھوڑنا چاہیے اور یہ کہ حال اور مستقبل پر خیال رکھتا ہوں یہ بھی ماشاء اللہ کافی ہے۔

احقر کچھ مختصر عرض کرتا ہے کہ اصل مقصود صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ راضی ہو جاویں (رضائے حق)۔ رضائے حق سے دخول جنت اور لقائے حق نصیب ہوگی اور جہنم سے نجات حاصل ہوگی۔ اب طریقہ رضائے حق کا یہ ہے کہ احکام شریعت پر پورے طور سے چلے اور ذکر مدام کرے احکام شریعت سے مراد احکام ظاہری و باطنی ہیں احکام ظاہری جیسے عبادات (نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ) معاملات (نکاح طلاق ادائے حقوق زوجین قسم کفارہ لین دین بیع شرا مقدمات وصیت شہادت دینا وغیرہ) معاشرت (سلام کلام طعام مقام مقصود قیام مہمانی میزبانی وغیرہ)

احکام باطنی یہ بھی مثل نماز روزہ فرض واجب ہیں جیسے اخلاق مثلاً خدا کی محبت، خوف، دنیا سے محبت کم ہونا، فکر آخرت، رضا، تفویض، تسلیم، حرص نہ کرنا، خشوع، اخلاص، تواضع، حلم، صدق وغیرہ ان اخلاق کے حاصل کرنے کو سلوک کہا جاتا ہے اور عقائد حقہ رکھنا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد سالک کے لیے دو کام ہیں ان کی اہمیت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ ضروری احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی (اس کی پابندی سے رضائے حق حاصل ہوتی ہے)۔

۲۔ مستحب۔ کثرت ذکر (اس کی پابندی سے رضائے حق میں سہولت اور ترقی ہوتی ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذکار کا درجہ مستحب ہے۔ فرض و واجب احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی ہے عام مثال سے یوں سمجھیں کہ اذکار کا درجہ کھانے میں چٹنی مربہ کی طرح ہے اور احکام مثل کھانے اور غذا کے ہیں چٹنی مربہ وغیرہ سے کھانا زیادہ اور رغبت سے کھایا جاتا ہے اسی طرح مداومت ذکر اور استقامت ذکر سے اعمال شرعیہ کی پابندی میں سہولت اور ترقی ہوتی ہے۔

تو ثابت ہوا اگر کوئی محض اذکار پر اکتفا کرے اور اعمال میں کمی کرے تو کافی نہیں اگر اعمال شرعیہ سب کا پابند ہو اور اذکار نہ کرے تو یہ کافی ہو سکتا ہے۔

اس سے ذکر کا مرتبہ ثابت ہو گیا تا کہ اعمال شرعیہ کی پابندی کا اہتمام رہے اور اس میں غفلت نہ ہو۔

۱۔ اب جناب نے جو تحریر فرمایا کہ وساوس کی کثرت ہے اور خشوع خضوع نہیں۔ وساوس غیر اختیاری طور پر آتے ہیں سالک باختیار خود وساوس لاتا نہیں ورنہ پریشان نہ ہو بس شرط یہ ہے نہ وساوس کو لانا ہے نہ قائم رکھنا ہے بلکہ عدم توجہ سے کام لے کر اپنا کام جاری رکھے تو خشوع حاصل ہے۔ وساوس کا آنا مضر نہیں لانا مضر ہے۔

۲۔ وظائف میں گنتی بھول جانے کا فکر نہ کریں جس انداز سے پورا ہو جاوے کافی ہے اس میں زیادہ فکر سے تشویش بڑھتی ہے۔

۳۔ معمولات رغبتاً نہیں بلکہ جبراً ادا کرنے سے تو خوش ہونا چاہیے کہ چاہے رغبت ذوق شوق ہو یا نہ ہو میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔

؎ یا بم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ان کو ڈھونڈ پاؤں یا نہ ڈھونڈ سکوں تلاش کرتا رہوں گا۔ وہ مجھے مل جائیں یا نہ ملیں میں ان کی آرزو کرتا رہوں گا۔

ایسے شخص کا مقصد محض رضائے حق ہے جو اونچی بات ہے۔

؎ کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پر ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

باقی جس طرح بچہ غذا کھاتے کھاتے ایک دن بالغ ہو جاتا ہے اور روزانہ ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا غذا ملتی رہے اپنے وقت پر بالغ ہو جاتا ہے اسی طرح سالک کو روحانی غذا ملتی رہے انشاء اللہ وقت پر روحانی بلوغ یقیناً حاصل ہوگا۔

؎ گفت آں اللہ تو لبیک ما است
واں نیاز و سوز و دردت پیکر ما است

تجھے اللہ اللہ کہنے کی توفیق مل جانا گویا ہماری طرف جوابِ ذکر ہے اور تیری نیازمندی اور تیرے دل میں سوز اور دردِ محبت ہماری عطا ہے۔

ایک سالک شیطان کے ورغلانے پر روزانہ کا وظیفہ چھوڑ بیٹھا کہ وہاں سے نہ

کوئی پیغام ہے نہ جواب ہے میں روزانہ کیوں سر دھنتا رہوں چنانچہ ایک روز ذکر وغیرہ نہ کیا اللہ تعالیٰ سے چونکہ راہ و رسم تھی ایک فرشتہ انسان کی صورت میں آیا ذکر نہ کرنے کی وجہ پوچھی وجہ معلوم ہونے پر فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا کہ ایک دفعہ اللہ کہنے کے بعد دوبارہ اللہ کہنے کی توفیق ہونا یہی ہمارا پیغام اور یہی ہمارا جواب ہے پھر اس نے ذکر شروع کر دیا مقصود تو کام ہے دل چاہے لگے یا نہ لگے گھر کا ملازم کھانا پکاتا ہے اگر کبھی اس کا دل نہ کرے پھر بھی پکائے گا۔ تو مالک کو ایک تو کھانا وقت پر مل جائے گا دوسرے اور زیادہ قدر ہوگی کہ باوجود دل نہ چاہنے کے صرف میرے لیے تکلیف برداشت کی اور کھانا تیار کر دیا باقی جیسے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار اور ٹی وی کی پرہیز بتائی تھی یہ پرہیز بھی ضروری ہے اور اگر آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا کثرت سے مطالعہ کریں تو بہت مفید ہوگا۔

یہ حالات ایک ایسی ہستی کے ہیں جن کا شمار اس وقت ملک کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث شریف کے استاد بھی ہیں اور ایک دار العلوم کے مفتی بھی ان کا نسبی تعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے ایک اجل خلیفۂ مجاز سے ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور خلیفۂ مجاز حضرت ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجازت یافتہ بھی ہیں۔ مدینہ منورہ کو ہجرت سے پہلے حضرت نے ان کو اپنی طرف سے بھی مجاز بیعت بنایا۔ (تجدید اجازت)

حال نمبر ۹:

احقر کے عریضہ کے جواب میں حضرت کا والا نامہ موصول ہوا کہ اس ناکارہ کے لیے باعث امید ہوا، حضرت والا مدظلہم کی خدمت اقدس میں بکثرت حاضری سے بھی دل

کو بہت طمانیت اور اعمال میں سکینت محسوس ہوئی تھی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ دل چاہتا ہے کہ ہر ماہ دو ماہ بعد خدمت میں حاضر ہوتا رہوں۔

؎ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جواب نمبر۹:

حق تعالیٰ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو بہتر ہو مقدر فرمائیں۔

ف:

بظاہر یہ سادے سے دو جملے ہیں لیکن اگر فکر و نظر سے کام لیا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ حضرت کے جواب میں تواضع بھی ہے اور فنائیت بھی اور طریق کے وقار کا لحاظ بھی۔ ان کے ساتھ ساتھ اپنی تجویز کا ترک اور تفویضِ کلی پوری طرح شامل ہے۔ ان چھوٹے چھوٹے دو جملوں میں ان سب باتوں کا لحاظ وہ ہی کر سکتا ہے جو فنِ سلوک کے سب نشیب و فراز سے واقف ہو، محقق ہو، اور ان سب اوصاف و کمالات کو اپنے اندر بدرجہ کمال پیدا کر چکا ہو۔

؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

حال نمبر۱۰:

حضرت سے طلب اصلاح اور طلب دُعا کے لیے مکاتبت جاری رکھنے کی بھی اجازت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایۂ رحمت ہم سب چھوٹوں کے سروں پر بصحت وعافیت رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

جواب نمبر۱۰:

اتنی نسبتیں جناب کو حاصل ہیں مجھے اس سلسلہ میں ندامت محسوس ہوتی ہے پھر آپ کے گھر بھی دولت موجود ہے اور بھی بابرکت حضرات کراچی و دیگر علاقوں میں موجود

ہیں اچھی طرح سوچ لیں کہ ایک ان پڑھ شخص کو ترجیح دے کر بعد میں افسوس نہ ہو۔ بہر کیف ہمیں تو خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر دوبارہ سوچنے کے بعد بھی یہی رائے ہو تو لکھیں اگر جواب سمجھ میں آگیا عرض کر دوں گا ورنہ غور کروں گا۔

ف: علماء کے سامنے حضرت خود کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے خواہ ان کا تعلق اصلاح حضرت ہی سے ہوتا ہم جواب میں اپنے منصب یعنی خدمتِ سالکین کے وقار کا خیال بھی رکھا گیا ہے۔

حال نمبر۱۱:

مصنوعی تواضع سے بچنے اور حقیقی تواضع حاصل ہونے کی کیا تدبیر ہے؟ کیونکہ احقر یہ محسوس کرتا ہے کہ احقر ظاہراً تو تواضع اختیار کرتا ہے مگر دل میں اپنے آپ کو ہر ایک سے کمتر سمجھنے سے طبیعت اِباء کرتی ہے اگرچہ بحمداللہ اپنے کو برتر یا افضل نہیں جانتا اور ہر ایک کے ساتھ حتیٰ کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی تعظیم اور خدمت کا معاملہ کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے مگر اس کوشش سے بھی الجھن ہونے لگی ہے معلوم نہیں تکبر قلبی ہے یا مصلحت سے زائد تواضع مصنوعی سے طبیعت کا اِباء ہے۔ چونکہ طبیعت میں حساسیت اور اوہام و شکوک کی کثرت رہتی ہے اس لیے کسی ایک جانب جم کر فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اکثر جزئیات میں اپنی طرف سے یا افراط نظر آتی ہے تفریط۔ جس کی وجہ سے ناامیدی بڑھ جاتی ہے اور اس سے وہم اور شک مزید بڑھتا ہے۔

حضرت والا مدظلہ العالی سے دعائے خصوصی کے ساتھ اعتدال کا راستہ تجویز فرمانے اور نصیحت عطا فرمانے کی عاجزانہ درخواست ہے۔

جواب نمبر۱۱:

اگر جناب کی رائے پھر بھی مجھ ناکارہ کی طرف ہو تو اصلاحی پہلو کا جواب بعد

میں پوچھنے پر عرض کروں گا۔

ف: اس طریق تصوف وسلوک کا اصول ہے کہ کسی بزرگ سے اگر اصلاحی تعلق قائم کرنے کی درخواست کی جائے تو اِس مضمون کے علاوہ دوسری باتیں تحریر نہ کی جائیں اس لئے اِدھر سے یہ جواب دیا گیا کہ اصلاحی پہلو کا جواب بعد میں پوچھنے پر عرض کروں گا۔ اس میں طالب کو ایک اصول کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے اور طالب کی طلب کا امتحان بھی مطلوب ہے جس کا شیخ کو حق حاصل ہے۔ اور اس کے لئے وہ مأمور من اللہ ہے۔

☆☆☆

یہ حال ایک صاحب نسبت، مجازِ طریقت عالم بزرگ کا ہے جس میں انہوں نے حضرت سے کچھ مشورے طلب کئے اور سفر میں ہم رکابی کی سعادت حاصل کرنے کی اجازت بھی چاہی۔ ایک مشورہ تو سالکین کو اجازتِ بیعت وتلقین دینے کے بارے میں ہے اور دوسرا مشورہ ایک ایسی خانقاہ بنانے کے بارے میں ہے جس میں سالکین اور عوام الناس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جاسکے۔

حال نمبر ۱۲: ع۔ق

ایک مشورہ جناب سے زبانی کچھ کیا تھا دوبارہ عرض ہے کہ بندہ کے ساتھیوں میں سے دو تین ساتھی باقاعدہ اصلاح کرا رہے ہیں تبلیغ دین کے کافی اصول کا مطالعہ کر کے ان کی اصلاح کر چکے ہیں بظاہر صالح متواضع معلوم ہوتے ہیں خیال ہوتا ہے کہ توکلا علی اللہ ان کو اجازتِ بیعت دی جائے۔ ان میں ایک تو سال سے مدرس ہیں باقی اس سال دورہ حدیث شریف پڑھیں گے اجازت کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ کیا ان کے حالات کی ٹوہ لگانا درست ہے یا نہیں؟ اجازت دینے میں جہاں مفادات ہیں کہ سلسلہ برقرار

رہے گا دوسروں کو تکمیل کا شوق ہوگا خود ان کو بھی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہاں کچھ مضار کا بھی خطرہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اہل نہ ہوئے تو سلسلہ کی بدنامی ہوگی اور یہ امر افادہ دین میں بھی رکاوٹ بن سکتا ہے بہرحال اس سلسلہ میں جناب مشورہ دیں کہ تشدد اور احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے یا تسامح اور سہولت سے کام لیا جائے؟

جواب نمبر ۱۲:

چند متعلقین کو اجازت عطا فرمانے کے متعلق جناب نے مشورہ فرمایا ہے تو عرض یہ ہے کہ یہ ایک امانت ہے جس کو اس کے اہل کے سپرد کرنا ہے تو اجازت دیتے وقت اس کی اہلیت کا دیانت کے ساتھ جائزہ لینا ضروری ہے۔ جہاں اس کے لیے صالح ہونا ضروری ہے بمعنی رسوخ تقویٰ واصلاح وہاں اس کے اندر مصلح ہونے کی صلاحیت بھی ضروری ہے اور حالات کے تتبع سے اس کے متعلق اندازہ ہو جاتا ہے کبھی وہ اپنے خیالات بیان کرتا ہے کبھی اعزاء واقرباء احباب کے حالات بتاتا ہے اور ساتھ اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ اس خیال سے اندازہ ہو جاتا ہے اور تیسری چیز یہ کہ آیا اس کو طریق سے پوری پوری مناسبت ہے۔ ان تین باتوں کو حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ذہن میں رکھ کر اس کا جائزہ لیتے رہتے تھے پھر تقاضا من جانب اللہ کا انتظار فرماتے تھے اور بعض اوقات بیساختہ تقاضا پیدا ہوتا تو حالات کا تتبع فرما کر اجازت عطا فرما دیا کرتے تھے۔

نیز یہ بھی ذہن میں خیال فرمالیں کہ رذائل کا امالہ اور اوصاف حمیدہ کا رسوخ بھی کافی حد تک ہے یا نہیں اس کو بھی صالح ہونے کے لیے معیار بنانا ضروری ہے۔

حال نمبر ۱۳:

ایک اور مشورہ بھی ہے کہ مدرسہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس میں عافیت معلوم ہوتی ہے کہ مدرسہ سے تعلیم تدریس اور افتاء کا تعلق برابر رکھا جائے اور رات کو اپنا

قیام شہر میں رکھا جائے اور شہر میں کسی مسجد میں اپنا اصلاحی تبلیغی کام کیا جائے۔ روزانہ درس قرآن پاک، اصلاحی مجلس، مستورات کا بیان اور احیاناً کبھی مردوں کا اور کبھی عورتوں کا اجتماع رکھا جائے اور اس ماحول کو اپنے بزرگوں کے طرز پر بنایا جائے۔ اپنے بزرگوں خصوصاً جناب کی وہاں آمد و رفت رہے اور اس مسجد کا انتظام و انصرام بھی بندہ کے ہاتھ میں ہو یا بندہ کی مرضی کے مطابق ہو جہاں بندہ جمعہ پڑھاتا ہے وہاں بندہ کو اس کی پیشکش ہوئی ہے کہ اس جگہ کو آپ سنبھال لیں مگر اس جگہ پر شرح صدر نہیں ہے مدرسہ میں رہتے ہوئے سارے ماحول کو اور پورے طرز و طریق کو اپنے بزرگوں کے مطابق بنانا مشکل ہے تاحال بندہ نے اس کا عزم نہیں کیا جناب کے اور حضرت کے مشورہ پر موقوف رکھا ہے۔ جناب اس بارہ میں دعاء فرمائیں کہ اگر یہ صورت بہتر ہو تو حق تعالیٰ اس کے اسباب پید فرمادیں اور اگر بہتر نہ ہو تو مدرسہ کے ماحول کو ہی سازگار فرمادیں۔

جواب نمبر ۱۳:

کسی مسجد کو مرکز اصلاح و تبلیغ فرمانے کے لیے جن امور کا جناب اظہار فرمایا احیائے دین کے لئے ضروری ہے اس میں احقر کا ذوق یہ ہے کہ اس جذبہ کے تحت خوب دعائیں فرمائیں تاکہ دین کی حرص ظاہر ہو لیکن از خود کوئی انتظام نہ فرمایا جاوے حق تعالیٰ خود انتظام جوں جوں فرماتے رہیں اس کے مطابق اپنا کام کرتے جاویں اور بڑھاتے جاویں اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ کے تحت غیرت دین ہو اور جب اور جیسا انتظام ہوتا جاوے اس کے مطابق دین کی حرص کو سامنے رکھ کر اور سنت اللہ (مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا الخ) کو خیال فرما کر کام مضبوطی سے کیا جاوے پھر اور سہولت حق تعالیٰ فرمادیں اور مضبوطی ہو جاوے عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس اس طرح کام کی بنیادیں مضبوط بھی ہوں گی اور پائیدار بھی ہوں گی اور چونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوں گی اعانت غیبی ضرور ہوگی اور

جہاں صرف اپنی طرف سے آگے بڑھنا ہوگا وہاں ہو سکتا ہے خامی رہ جاوے۔ ہر چیز کا نشوونما تدریجاً ہی ہوتا ہے۔ باقی جناب مزید غور فرمالیں جس طرح شرح صدر ہو فرمالیں اور جب تک حالات پیدا نہ ہوں دل جمعی کا ساتھ موجودہ حالات میں جتنا کام ہو سکتا ہے کرتے جاویں۔

حال نمبر ۱۴:

ایک اور عرض ہے کہ جناب کی صحبت سے بندہ کو بہت نفع ہوا ہے حق تعالیٰ عافیت کے ساتھ آپ کی عمر دراز فرمائیں دل چاہتا ہے کہ کبھی جناب کے ساتھ سفر کی سعادت بھی حاصل ہو کیونکہ اس سے بھی تربیت ہوتی ہے بندہ اپنے حضرت کے رعب کی وجہ سے کبھی ان کے ساتھ سفر نہیں کر سکا نہ اس کی درخواست کر سکا۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ بندہ کو تعلیمی کام سے فرصت ہو اور جناب کا سفر بھی ایسی جگہ ہو جہاں بے تکلفی ہو اگرچہ تھوڑے وقت کے لیے ہو تو بندہ اپنی سعادت سمجھے گا۔

جواب نمبر ۱۴:

جہاں تک سفر فرمانے کا تعلق ہے مجھے تو اس سے بڑی ندامت ہوتی ہے کہ اپنے کو اہل سمجھ کر عرض کروں لیکن آنجناب کی محبت اور خلوص کو دیکھ کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی عذر نہیں اگر کبھی اتفاق ہوا تو عرض کردوں گا پھر حالات نے جناب کو اجازت دی تو ہمرکابی ہو سکتی ہے۔

آنجناب کی تشنگی سے دل بڑا متاثر ہوا حق تعالیٰ جناب کو قرب و رضا کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمادیں۔

☆☆☆

یہ انہی بزرگ عالم کے جواب طلب امور ہیں جس میں انہوں نے ایک بزرگ کے حوالے سے اجتماعی ذکر کی مجلسوں کے انعقاد کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی رائے اس قسم کی مجلسوں کی بارے میں تحریر فرما کر اپنے شوق اور طلب کا اظہار کیا ہے۔ اور آخر میں تحریر فرمایا کہ استصواب کی نیت سے یہ سب جناب کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے کہ اس کے بارے میں اپنے مسلک کا ذوق کیا ہے اور جناب کی کیا رائے ہے۔

حال نمبر ۱۵:

والا نامہ شرف صدور لایا موجب تقویت خاطر ہوا جناب کا بے حد شکر گذار ہوں حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں ڈھارس بندھاتے رہتے ہیں دو بچیوں کو بہشتی زیور کے ساتھ تھوڑی تھوڑی عربی شروع کروادی حق تعالیٰ پابندی کے ساتھ پڑھانے کی توفیق دیں۔

جواب نمبر ۱۵:

گرامی نامہ شرف صدور لایا حالات سے آگاہی ہوئی حق تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے بچیوں کے سلسلہ میں کامیابی عطا فرما کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرماویں۔

حال نمبر ۱۶:

جناب صوفی محمد اقبال صاحب کا مضمون الخیر میں چھپا اس میں اجتماعی ذکر کی ترغیب اور بطور تائید کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کی عبارت مذکور تھی اس سے بندہ کو زیادہ بحث نہیں جو حضرت نیک نیتی سے کر رہے ہیں یا پہلے کرتے رہے ان کا یہ عمل خلاف شرع معلوم نہیں ہوتا دائرہ جواز میں معلوم ہوتا ہے انشاء اللہ ان کے لیے موجب اجر وثواب ہوگا۔ یہ حضرات اگرچہ سلسلہ امدادیہ میں منسلک ہیں مگر ان کا کہنا یہ ہے کہ زمانہ کے

حالات کے مطابق بزرگوں نے سابقہ طریق میں کچھ ترمیم یا حذف واضافہ کیا ہے خود حضرت تھانوی نے بہت سے امور میں ترمیم یا اضافہ فرمایا ہے اس طرح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے حالات زمانہ کے پیش نظر اجتماعی ذکر کا اہتمام کیا۔ احقر کا خیال یہ ہے کہ یہ اجتماعی ذکر کا طریقہ سلسلہ امدادیہ میں نہ تھا بلکہ ہر ایک اپنا انفرادی ذکر کرتا کبھی اتفاقاً اجتماع ہو جاتا تو منع بھی نہ کیا جاتا خانقاہوں میں اجتماعی ذکر کی شکلیں خود بخود ہو جاتی تھیں مگر اجتماع کا اہتمام نہ تھا یہ طریقہ اوفق بالسنۃ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم اسی مضمون میں ماحول بنانے پر بھی زور دیا گیا ہے بندہ کے ذہن میں بعض مشاہدات اور تجربات کی وجہ سے کافی عرصہ سے یہ مضمون آرہا ہے کہ اصلاح کا کام صحیح طور پر جب ہو سکتا ہے کہ اصلاح کا کام کرنے والا اپنے ساتھ ماحول بنالے یعنی کچھ ایسے افراد بنالے جو جماعت، نماز، تکبیر اولیٰ، ذکر، تسبیحات، اشراق، تہجد وغیرہ کے پابند ہوں ان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کا پورا اہتمام ہو اس ماحول میں جہاں اذکار وتسبیحات کا اہتمام ہو وہاں اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے کا اور اخلاق حمیدہ کے پیدا کرنے کا درس دیا جاتا ہو بلکہ اس کی عملی کوشش کی جاتی ہو سنتوں کا پورا پورا اہتمام ہو بدعات سے نفور ہو ایسا پاکیزہ ماحول کہیں بن جائے تو بے طلب لوگوں میں طلب پیدا کردے گا طالبین کو ترقی پر گامزن کردے گا اس کے مبارک اثرات پورے ماحول پر پڑیں گے حقیقت خانقاہ کی یہی ہے اگرچہ اس کا نام خانقاہ نہ رکھا جائے ہمارے بزرگوں نے اس طرح کا ماحول بنایا بعض نے خانقاہ کا نام دے کر اور بعض نے بغیر نام دیئے۔ مشاہدہ ہے کہ کسی مقام میں بڑا محقق عالم موجود ہے مگر وہاں ماحول نہیں وہاں تعلیم صفر ہے دوسری جگہ کم درجہ کا مدرس ہے لیکن وہاں تکرار اور مطالعہ کا ماحول ہے وہاں تعلیم بہت اونچی ہے یہی حال اصلاح باطن کی لائن کا ہے بحمد للہ سلسلہ اشرفیہ کے مشائخ اصلاح کا کام فرما رہے ہیں لیکن خانقاہی

ماحول کم جگہ نظر آتا ہے ایسے حالات میں جناب نے جو ماحول بنایا ہوا ہے وہ بہت غنیمت ہے بعض بزرگوں کو کچھ اعذار بھی ہیں بندہ بزرگوں پر اعتراض کرنے اور سوء ظن کرنے سے حق تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے دل چاہتا ہے کہ اکابر اس کی طرف بھی متوجہ ہوں تو بہت جلدی اس ماحول کی شکلیں نظر آئیں گی اس کے لیے قصداً یا بلا قصد کچھ اجتماع بھی کرنا پڑتا ہے جناب صوفی صاحب نے اس طرح کے اجتماع کی خیر المدارس میں دعوت دی ہے اگر اس طرح کے اجتماع نافع ہیں تو حدود شرعیہ وخصوصیات سلسلہ کو باقی رکھتے ہوئے جناب اور دیگر اکابر بھی کرتے تو بہت اچھا ہوتا۔ بات کو لمبا کر کے جناب کا کافی وقت لے لیا استصواب کی نیت سے جناب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

جواب نمبر ۱۶:

''محبت کے سودے'' کے متعلق جو آنجناب کا ارشاد سمجھ میں آیا کہ ہمیں بھی کچھ ترمیم حالات کے مطابق کرنا چاہیے عرض یہ ہے کہ مجھ جیسا ناکارہ اگر اسی طریق کو مضبوطی سے پکڑ کر تھام سکے جو بزرگوں سے دیکھا سنا ہے تو یہ بھی بسا غنیمت ہے ورنہ ایاز قدر خود بشناس والی بات ہے آپ حضرات علمی تجربہ رکھتے ہیں آپ کا معاملہ اور ہے اور مجھ جیسے ناکارہ کو تو تقلید محض کے سوا کوئی چارہ نہیں حضرت ''مجدد وقت'' تھے ان کی تجدید ہر لحاظ سے ٹھیک تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے مقام اور ذات سے فرمائیں اور بات ہے احقر کس بل بوتے پر عرض کرے۔

یہ حلقے نہ تھانہ بھون کی خانقاہ میں تھے نہ کراچی حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے ہاں دیکھے نہ لاہور حضرت مفتی صاحب کے ہاں۔ تو میرے لیے تو بصد مشکل ہے کہ اس میں ذرا سا بھی دخل دوں اور اپنا طرز اختیار کروں ہاں کوئی خاص موقع، جگہ، شخص کا استثناء ہو تو دوسری بات ہے۔

الغرض اپنے لئے دل کو یہ بات لگتی بھی نہیں انشراح بھی نہیں ہوتا اور احقر اس کا اہل بھی نہیں کہ دخل دے اور ترمیم کرے اور پھر اس پر عمل کرے یا کرائے اس کے علاوہ آپ غور فرمالیں گے تو جو کثرت سے ایسے حلقوں کا اہتمام کرتے ہیں دین کے سب شعبوں پر مضبوط نہیں ہوتے۔

پھر ذکر کا اعمال کے مقابلہ میں جو مقام ہے وہ اپنی جگہ پر ہے نیز یہ تبلیغی اجتماعات جو آپ فرماتے ہیں اور ترغیب وترہیب اور ترقیق کے مضامین سے مستفیض فرماتے ہیں یہ بھی تو ذکر ہی کے حلقے ہیں اور تو سمجھ یہ نہیں آتا۔ آپ پھر دل کھول کر لکھیں شاید مجھے حق واضح ہو جائے۔

اظہارِ حال: ۱۷ (از طرف مؤلف)

حضرت علماء کا بے حد احترام فرماتے تھے ایک بہت مشہور سحر البیان مقتدر عالم ابن عالم نے خط تحریر فرمایا جس میں انہوں نے حضرت سے اصلاح کا تعلق قائم کرنے کی اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے ان کو جو جواب تحریر فرمایا وہ ذیل میں درج ہے۔ اس سے حضرت کی فنائیت، عبدیت اور استغنا صاف ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ہی طریق کا ادب بھی ہے کہ انکار نہیں فرمایا۔ سبحان اللہ کیا اعتدال ہے۔ پھر عالم طالب کے لئے رہنمائی بھی ہے۔ سب بار انہی پر ڈال کر راستے پر لگا بھی دیا۔ حضرت کے جواب میں سیکھنے والے کے لئے بہت سے سبق ہیں۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فَھْمًا فِی الدِّیْنِ۔

جواب نمبر ۱۷:

جناب کا خط وسطی افریقہ سے ارسال کردہ موصول ہو کر خوشی کا باعث ہوا کہ الحمدللہ دور دراز کے علاقوں میں حق تعالیٰ آپ سے تبلیغ حق کا کام لے رہے ہیں حق تعالیٰ

جملہ مساعی کو بصدق و اخلاص قبول فرما کر اپنی رضا اور اخروی اجر و ثواب کا ذریعہ فرماویں۔

گذشتہ عریضہ میں احقر نے اپنی حقیقت کا اظہار کر دیا تھا کہ احقر ناخواندہ ہے جناب جیسی علمی شخصیت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے کہ درسی علوم سے بے بہرہ ہے اس وقت تو صرف ملاقات ہی مقصود تھی اس واسطے عرض کیا تھا اب جناب کے مفصل خط سے معلوم ہوا کہ تشریف آوری کا مقصد بیعت تھا۔

عرض یہ ہے کہ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کے تحت اس وقت بحمد اللہ بہت سے علماء مجازین ہمارے سلسلہ کے موجود ہیں۔ جو تسکین ایک عالم کو عالم مجاز سے ہو سکتی ہے وہ غیر عالم سے محال ہے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی بھی موجود ہیں تو ان کے متعلق غور فرما لیا جائے۔

پھر جناب کا تعلق بیعت جیسے اندازہ ہے کہ حضرت مسیح الامتؒ سے جب ہے تو مزید کیا ضرورت ہے نہ معلوم مجھ ناکارہ کے متعلق جناب کو کیسے خیال آیا۔ شنیدہ کے مانند دیدہ۔ احقر اس وقت زندگی کی آخری منازل میں ہے اس رمضان میں اگر زندہ رہا تو عمر ۷۷ سال کی ہو جاوے گی اس واسطے بھی دوسری طرف غور فرما لینا چاہیے۔

اس کے باوجود بھی اگر مجھ ناکارہ کے متعلق خیال ہو تو وثوق کے لیے استخارہ فرما لیا جاوے اگر استخارہ میں بھی احقر کا خیال یا اشارہ ملے تو چونکہ منجانب اللہ ہوگا آپ کے لیے بھی اور احقر کے لئے بھی۔ حضرت مفتی محمد صاحبؒ نے اس ناکارہ کو ۱۹۶۵ء میں بیعت و تلقین کی اجازت عطا فرمائی ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر عارفیؒ نے بھی یہ خدمت سپرد فرمائی اور ۱۹۹۱ء میں حضرت مسیح الامتؒ نے بھی یہ بوجھ ڈال دیا اب اتنی نسبتیں ہونے پر احقر بہت خائف رہتا ہے کہ بدنام کنندہ سلسلہ کا نہ ہو جاوے اس لیے اگر حضرتؒ کے ذوق

کے خلاف جاؤں تو خائن نہ ہو جاؤں اور امانت کا حق صحیح ادا نہ کرنے کا مجرم نہ ہو جاؤں پھر کم مائیگئ علم و عمل کی وجہ سے خود اجتہاد کرنا بھی پسند نہیں کہ مروت یا تکلف یا شرم و لحاظ سے بیعت کر لوں۔

ان سب معروضات کے بعد عرض ہے کہ پھر بھی اگر نظر انتخاب اس احقر پر ہو جاوے تو دو رسالے: (۱) قصد السبیل۔ (۲) تبلیغ دین کا مطالعہ فرماویں اگر پہلے مطالعہ فرما لیا ہو تو دوبارہ مطالعہ فرما لیا جاوے اور پھر اپنے خیالات کا اظہار فرماویں۔

☆☆☆

نامہ اعمال تیار ہو رہا ہے ننانوے دفتر ہوں گے ایک ایک ورق مشرق سے مغرب تک ہوگا ایک شخص پیش ہوگا ننانوے دفتروں میں ایک بھی نیکی نہ ہوگی پوچھنے پر اقرار کرتا جائے گا تین دفعہ پوچھنے کے بعد آگے بلاویں گے ورق الٹتے الٹتے پہلے ورق پر پہلی سطر میں کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوگا اب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جا اپنا حساب کروا یہ عرض کرے گا یا اللہ میں تو دوزخی ہوں میں کیا حساب کرواؤں حق تعالیٰ کے فرمانے پر جاوے گا ایک پلڑے میں کلمہ شریف اور دوسرے پلڑے میں دوسرے اعمال ہوں گے کلمہ شریف کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اس پر نجات ہو جائے گی۔

☆☆☆

ابتدائے مجالس

صحبت اہل اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا كثيراًo

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ

آدمی انسان کامل عبدِ کامل اس وقت بنتا ہے جب یہ انسانیت کی صفات حاصل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہی ہے عادت اللہ یہی ہے کہ بغیر نیک لوگوں کی صحبت کے آدمی آدمی بنتا نہیں ہے نیک لوگوں کی صحبت سے انسانیت، آدمیت، شرافتِ نفس، تہذیبِ نفس آتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ اختیار کرنے کا طریقہ یہ ہے وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ تقویٰ کیسے حاصل ہو اللہ کا ذکر، اللہ کا خوف، اللہ کی فرمانبرداری، دوزخ سے بچنا کیسے حاصل ہو۔ اس کا طریقہ قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔ جو نیک لوگ ہیں، سچے لوگ ہیں ان کے ساتھ رہو ان کے پاس آتے جاتے رہو بیٹھتے اٹھتے رہو ان کی باتیں سنتے رہو جیسے بتلائیں ویسے عمل کرتے رہو۔

صادقین کی صحبت کے فوائد:

صادقین وہ ہوتے ہیں جن کے حالات بھی اچھے ہوں جن کے عمل بھی

سچے ہوں اور جن کی باتیں بھی سچی ہوں۔ صادقین فی الاقوال صادقین فی الاعمال صادقین فی الاحوال بات کریں تو سچی کریں عمل کریں تو سچا کریں، دکھاوا اور ریا نہ ہو اور ان کے حالات بھی بالکل صحیح ہوں بناوٹی باتیں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم ان کے ساتھ ہو جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ ہماری معیت کب حاصل ہوگی؟ جب ہمارے خاص بندوں کی معیت میں رہو گے ان مقبولوں کی معیت کے صدقے میں ہم تم کو بھی اپنی معیت سے نواز دینگے۔ حدیث قدسی ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔ اگر ہم ایسے لوگوں کے پاس بیٹھے اٹھیں جو زبان سے بھی ذکر کرتے ہوں دل سے بھی اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہوں اور اپنے اعضاء کو بھی اللہ کی یاد میں خرچ کرتے ہوں نافرمانی میں خرچ نہ کرتے ہوں۔ آنکھ کا صحیح استعمال ہو زبان کا کان کا صحیح استعمال ہاتھ پاؤں کا صحیح استعمال کرتے ہوں گویا کہ ان کے اعضاء میں بھی اللہ کی یاد ہوتی ہے اسی واسطے وہ اپنے اعضاء کو غلط جگہ استعمال نہیں کرتے زبان سے بھی اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں دل سے بھی اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اعضاء کو بھی اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کے اعضاء میں بھی اللہ کی یاد رچی بسی ہوتی ہے فرماتے ہیں ایسے لوگ جب ذکر کرتے مجھے یاد کرتے ہیں میں ان کے پاس ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں تو ان ذاکرین، ان اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا بھی اللہ ہی کے پاس ہوگا۔ اس لئے کہ پاس کے پاس بیٹھنے والا بھی پاس ہی ہوتا ہے۔

اللہ کی ہم نشینی:

اس واسطے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

کہتے ہیں جس شخص کو یہ خواہش ہو کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں اللہ کے قریب ہو جاؤں اس کو کہہ دو جو اللہ کے ولی ہیں اللہ کے مقرب ہیں ان کے پاس بیٹھا کرے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

جو شخص یہ خواہش رکھتا ہو میں اللہ کے قریب ہو جاؤں۔ اللہ کے پاس ہو جاؤں اس کو چاہئے کہ جو لوگ اللہ کے پاس ہیں جو اللہ کے ولی ہیں اللہ کے قریب ہیں ان کے قریب ہو جائے۔ تو وہ بھی اللہ کا مقرب بن جائے گا۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِی اسی واسطے فرماتے ہیں:

کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دین کی صحیح فہم:

یعنی دین کا صحیح استعمال بزرگوں کے پاس رہنے سے معلوم ہوتا ہے اب آپ جانتے ہیں حضرت ابوبکرؓ تمام انبیاء کے بعد انہی کی ہستی ہے ساری امتوں میں سب سے افضل ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمہارا کیا یہ خیال ہے حضرت ابوبکرؓ زیادہ عبادت کرتے تھے یا اوراد و وظائف زیادہ کرتے تھے۔ نہیں وہ مزاج شناس نبوت تھے حضور ﷺ کے مزاج شناش تھے ان کے قریب زیادہ رہتے تھے۔ حضور ﷺ کا مزاج معلوم ہو گیا تھا اور حضور ﷺ کا مزاج اللہ کا مزاج تھا جیسے اللہ چاہتے تھے ویسے ان کا مزاج بنا ہوا تھا اسی طرح جو لوگ دین کا صحیح استعمال کرنے والے اللہ کے ولی ہیں ان کے پاس جانے آنے اٹھنے بیٹھنے سے ان کی باتیں سنتے رہنے سے ان کے کام دیکھتے رہنے سے تمہیں بھی دین کا صحیح استعمال آجائے گا۔ ورنہ بات تو ہوتی ہے دین کی لیکن غلط جگہ چسپاں

کرتے ہیں اس کو۔صحیح جگہ استعمال نہیں کرتے۔

؎ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دین کی صحیح سمجھ (تفقہ فی الدین):

اب دیکھئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حج پر گئے ان کے شاگرد ہیں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی ساتھ تھے عرفات سے مزدلفہ وہاں سے منیٰ آتے ہیں فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھنی ہوتی ہے صبح جب نماز پڑھنے لگے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا تم امام بنو۔نماز پڑھاؤ۔نماز شروع کی اللہ اکبر کہہ کر سبحانک اللھم نہیں پڑھا الحمد پڑھنا شروع کر دیا اور چھوٹی سورت انا اعطینا ک الکوثر پڑھی اور رکوع میں چلے گئے رکوع میں کمر برابر ہوگئی کھڑے ہوگئے تسبیحات تین بھی پوری نہیں کی سمع اللہ لمن حمدہ کہا جلدی سے سجدہ میں چلے گئے تسبیحات نہیں پڑھیں اعضاء برابر ہوگئے تین تسبیح پوری نہیں کی اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ بھی جلدی جلدی کیا پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی پھر قعدہ میں بیٹھے التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیا نہ درود نہ دعا۔اب ہم جیسا گناہگار یہی کہے گا کہ نماز ہی غلط پڑھائی ہے لیکن ان کے استاد جن کی ہم تقلید کرتے ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا یعقوب (ابو یوسف) فقیہ بن گیا (یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے باپ تھے)۔فرمایا ہمارا یعقوب فقیہ بن گیا دین کی صحیح سمجھ آگئی امام کا خطاب دے دیا، فقیہ کا خطاب دے دیا۔وجہ یہ تھی جب انہوں نے سلام پھیرا تو سورج نکل آیا نماز وقت کے اندر ہوگئی اگر تمام تسبیحات پڑھتے تمام مستحبات نوافل ادا کرتے تو نماز پڑھتے پڑھتے سورج نکل آتا، نماز وقت کے اندر ادا نہ ہوتی۔یہ دین کی صحیح سمجھ تھی ابو

یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مستحبات کو چھوڑ کر فرائض واجبات کو اختیار کر کے سلام پھیر دیا۔تو ان کے شیخ ان کے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج سے ہم ان کو فقیہ کا لقب دیتے ہیں واقعی یہ بہت بڑا فقیہ بن گیا اس کو دین کی صحیح سمجھ آگئی تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے دین کی صحیح سمجھ آجاتی ہے۔دین کو صحیح جگہ کتنا اور کس طرح استعمال کرنا یہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

؎ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

نیک صحبت کا اثر:

؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کہتے ہیں کچھ عرصے کے لیے کچھ گھڑی کے لیے خاص جو اللہ والے صحیح لوگ ہیں واقعی صادقین ہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بعض دفعہ کوئی ایسا گہرا ہاتھ آجاتا ہے ایسی دل پر چوٹ لگ جاتی ہے ایسی بات دل میں جم جاتی ہے کہ سو سال کوئی عبادت کرے اس سے بھی زیادہ اچھا اثر ہوتا ہے۔ویسے سو سال عبادت کرنے والا کبھی گمراہ بھی ہوسکتا ہے لیکن اس کے دل میں اللہ کے ولیوں کی وجہ سے ایسا اثر ہوگیا ہے کہ ایمان پختہ ہوگیا ہے پکا ہوگیا ہے۔

؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

اب دیکھئے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام۔(صحابی کا مطلب ہوتا ہے صحبت یافتہ۔صحابی کا نام ہی بتاتا ہے صحبت یافتہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا) آپ

جانتے ہیں ان کے متعلق کہ وہ پہلے مشرک تھے پھر بعد میں مسلمان ہوئے قرآن مجید میں آتا ہے وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ پہلے یہ بڑی سخت کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے، گمراہ تھے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے اتنا اونچا مقام ان کو حاصل ہوگیا کہ قیامت تک کوئی ولی کوئی قطب کوئی ابدال صحابیؓ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا یہ صحبت یافتہ ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے۔ حضور ﷺ کی صحبت نے وہ اکسیر اثر کیا کہ ان کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا تو اللہ والوں کی صحبت تو بڑی ضروری اور مہتم بالشان چیز ہے۔

افاضۂ باطنی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم:

اب دیکھئے جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حکم ہے قرآن مجید میں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ہمارے حبیب آپ اپنے آپ کو ان کے ساتھ مقید کردیں جو صبح شام عبادت صرف اللہ کے لئے کرنا چاہتے ہیں یہ صحابہ بڑے مخلص ہیں ہماری عبادت کرتے ہیں تو آپ ان کے پاس بیٹھا کریں۔ حضور اکرم ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کی تربیت کے لئے ان کو اصلاح کے لیے آپ ضرور ان کے پاس بیٹھیں حالانکہ صحابہ کرام عرب والے تھے دین کو سمجھ بھی سکتے تھے دین کو استعمال میں لا بھی سکتے تھے لیکن پھر بھی صحیح استعمال جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے ہی حاصل ہوسکتا تھا۔ حق تعالیٰ نے اپنی عادت اور سنت جاریہ کی تشریح فرمادی کہ بغیر کاملین کی صحبت کے کام نہیں بنتا۔ کتنی تاکید فرمارہے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ ان کے پاس بیٹھیں اور آپ ان کو فیض یاب کریں آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے ان کو دین کی صحیح سمجھ آجائے گی۔ مطلب یہ تھا کہ اے ہمارے حبیب ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمارے سچے محبّ اور حبیب ہیں آپ کا دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت تنہائی میں مجھے یاد کرتے رہیں۔ میں جانتا ہوں آپ کے دل میں

سوائے میرے کسی اور کی خواہش نہیں ہے لیکن آپ نفس پر جبر کرکے ان صحابہ کے پاس بیٹھیں اور ان کو وقت دیا کریں۔ آپ کو ہم نے سارے عالم کے لیے رحمت للعالمین بنایا ہے سید المرسلین بنایا ہے خاتم النبیین بنایا ہے تو آپ کی صحبت مبارکہ سے یہ اتنے بڑے اونچے درجے کے لوگ ہونگے کہ کل آپ کے بعد دین کو سنبھال سکیں گے اب یہ دیکھئے ان صحابہ کے لیے حکم دیا جارہا ہے کہ آپ ان کے پاس بیٹھیں آپ کے رب کی مرضی یہی ہے اور یہ لوگ بھی اللہ کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے اندر اخلاص ہے اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے ان کی بھوک اور پیاس جو اللہ کی محبت کے لئے ہے اس کو بجھانے کے لئے (ان کے دل میں صحیح محبت بھرنے کے لئے، اس محبت کا صحیح استعمال کرنے کے لئے) آپ اپنے فیضِ رسالت سے ان کو مستفیض فرمایئے۔ آپ انوارِ عبدیت سے ان کو منور کیجئے ان کے سینوں کو اور دلوں کو اس نور اور معرفت سے سیراب کیجئے اور اپنا وقتِ عزیز ان پر خرچ کیجئے اور یہ ایسے لوگ ہیں الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ صبح شام اللہ کو یاد کرنے والے ہیں ہماری ہی رضا ان کو مقصود ہے۔

اللہ سے ہم کلامی کے لئے سہانا وقت:

باقی یہ رہا کہ آپ ہمیں یاد کریں اس کے لئے ہم آپ کو رات کا وقت دیتے ہیں إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۔ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۔ دن کے وقت تو ہمارے حبیب یہ کام کیجئے اور رات کو آپ تنہائی میں ہمارے ساتھ باتیں کیا کیجئے۔ دیکھئے صحابہ کرام کو اونچا بنانے کے لئے صحابہ کرام کو منور کرنے کے لئے فیضیاب کرنے کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کی ضرورت تھی۔ ان کو معیت کی ضرورت تھی۔

طریق تربیت:

صحابہ کی تربیت کس طرح ہوئی صحابہ کرام کے پاس رسول اللہ ﷺ بیٹھتے رہے

ان کو قرآن مجید کی آیات سناتے رہے قرآن مجید کی آیات کا اثر ان پر ہوتا رہا۔ ان کے دل میں نور پیدا ہونا شروع ہوا تو پھر ان کے اندر فہم پیدا ہوئی کہ میرے اندر یہ خرابی ہے یہ خرابی ہے۔ دل کے روگ ان کو صاف نظر آنے لگے ان صحابہ کرام نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں یہ روگ ہے یہ روگ ہے تو حضور ﷺ ان کی اصلاح فرماتے رہے، قرآن مجید کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے رہے قرآن مجید کے انوار نے جناب رسول اللہ ﷺ کے انوار نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک کے انوار نے ایسا اثر کیا کہ صحابہ کرام کے دل منور ہو گئے ان کو پتہ چل گیا کہ میرے اندر یہ روگ ہے یہ روگ ہے۔ جب پتہ چلا تو ایک ایک بات کی اصلاح کروائی، وَيُزَكِّيهِمْ۔ تو معلوم ہوا کہ اصلاح کرنا بھی ضروری ہے اپنے اخلاق کی اصلاح کرانا بھی ضروری ہے اچھے اخلاق پیدا کرنا، برے اخلاق سے پرہیز کرنا بڑا ضروری ہے۔ بات یہ چل رہی تھی کہ اگر انسانِ کامل بننا چاہتے ہیں اگر عبدِ کامل بننا چاہتے ہیں اگر صحیح دین حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی عادت ان کا طریقہ یہی ہے کہ بغیر صالحین کی صحبت کے انسان نہیں بنتا ہے آدمیت اور تہذیب نہیں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ حاصل اس وقت ہوگا اللہ کا خوف اللہ کی محبت انسانیت آدمیت تہذیب اس وقت صحیح طور پر پیدا ہوگی جب كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ صادقین کے ساتھ رہو گے ان کے پاس بیٹھتے اٹھتے رہو گے ان کی باتیں دیکھتے سنتے رہو گے اس پر عمل کرتے رہو گے تو تمہارے اندر بھی تقویٰ آجائے گا پھر تمہارے اندر آدمیت آجائیگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاحِ کامل فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نسخہ انابت حق

(اپنی زندگی کو پاکیزہ کیسے بنائیں؟)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ○

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ (پ۲۱، لقمان: ۱۵)

نیک لوگوں کی اتباع اور اس کا فائدہ:

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ مجھ سے خاص تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں میری فرمانبرداری میں بڑے پختہ ہونا چاہتے ہیں اگلے جہاں میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں دوزخ سے بچ کر جنت میں جانا چاہتے ہیں میرے پسندیدہ بننا چاہتے ہیں

جو صحیح راستہ ہے اس پر چلنا چاہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ میرے مقبول بندے جو ہمہ تن ظاہراً باطناً میری طرف متوجہ ہیں ان کا اتباع کیا جاوے۔ ان کو دیکھ دیکھ کران سے سبق لیا جاوے۔ کیونکہ وہ میرے پسندیدہ بندے ہیں۔ ان سے سبق لو۔ ان سے پوچھ پوچھ کر عمل کرو۔ تم بھی میرے پسندیدہ بن جاؤ گے۔ تم بھی میرے فرمانبردار بن جاؤ گے۔ چونکہ وہ میرے مقبول بندے صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں تم کو بھی صراطِ مستقیم کا سبق دیں گے اور صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے۔ جس سے میری رضا حاصل ہوتی ہے۔

راہ آں باشد کہ رفتہ سوئے دوست

"راستہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس پہنچادے"

یہ میرے مقبول بندے ہیں وہ لوگ جو میری طرف رجوع کر رہے ہیں ان کے اندر انابت الی اللہ موجود ہے۔ پورے فرمانبردار ہیں۔ ان سے سبق سیکھتے رہو۔ ان سے دین کی باتیں پوچھتے رہو میرے سیدھے راستے پر چلنے کے لیے ان سے حالات بیان کر کے راہنمائی حاصل کرتے رہو وہ آپ کو نشیب و فراز سے آگاہ کر دینگے دائیں بائیں نفس اور شیطان کی شرارتوں سے محفوظ کر کے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے رہینگے اس واسطے کہ ان کے اندر جو میرا تعلق خاص پیدا ہو گیا ہے اُن کے دل دل بن گئے ہیں ان کے دلوں کے اندر میری محبت پختہ ہو چکی ہے اس محبت کا پرتَو (عکس) تمہارے اوپر بھی پڑ جائیگا تو میری طرف (اللہ تعالیٰ) تمہارا دل بھی متوجہ ہو جائیگا ایسے لوگوں کی محبت میں جب انسان رہتا ہے جب دل میں ان کی محبت پختہ ہو جاتی ہے جب ایسے لوگوں سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں سے دین کی باتیں پوچھ پوچھ کر چلتا ہے تو پھر اس پوچھنے والے کا دل گناہوں کی زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ گناہوں والی نافرمانی والی زندگی سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے اور نیکی کی طرف آخرت کی طرف دل راغب ہو جاتا

ہے یہ ان مقبول بندوں کی محبت کا اثر ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خود سیدھے راستے پر قائم ہیں دوسروں کو بھی سیدھے راستے کی تلقین کریں گے۔ وہ میری مرضی پر چلتے ہیں میرے رسول کی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ دین کی، شریعت کی صحیح پابندی کرنے والے ہیں۔ اس لئے کسی کو دھوکہ نہیں دینگے بلکہ لوگوں کو سیدھے راستے پر ڈالیں گے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس راستے پر چلتے چلتے تم بھی میرے (محبوب حقیقی کے) پاس پہنچ جاؤ گے۔ یعنی میری رضا تم کو حاصل ہو جائے گی تم میرے پسندیدہ بن جاؤ گے۔ ہم تم سے خوش ہو جائیں گے ہم تم سے راضی ہو جائیں گے تمہاری دنیاوی زندگی بھی سنور جائے گی اور آخرت کی زندگی بھی بن جائے گی۔ اس واسطے فرماتے ہیں۔

؎ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

بزرگوں کی نظر کا مطلب:

بزرگوں کی نظر کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی ہر ادا دیکھیں گے غمی میں کیسے ہوتے ہیں۔ خوشی میں کیسے ہوتے ہیں (غمی اور خوشی کے موقع پر ان کا رویہ اور عمل کیسا ہوتا ہے) عبادت کیسے کرتے ہیں کوئی ان کی تعریف کرتا ہے تو کیسے رہتے ہیں کوئی ان کے خلاف ہوتا ہے تو وہ کیسے رہتے ہیں بیماری میں ان کا کیا حال ہوتا ہے سفر میں ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ میرے بندے ہر حال میں میری فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کسی بھی حال میں ہوں میرے رسول ا کو دیکھ کر اس راستہ پر چلتے ہیں چونکہ وہ میرے رسول ا کے راستہ پر چلنے والے ہیں اس واسطے تم کو بھی صحیح راستہ پر چلا کر مجھ (اللہ) تک پہنچا دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق اللہ تعالیٰ کی پوری محبت جب پیدا ہوتی ہے جب انسان ایسے لوگوں سے ملتا رہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ جو میری پوری فرمانبرداری کرتے ہیں جو صالحین ہیں جو میرے پسندیدہ بندے ہیں جو صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں ان سے پوچھ پوچھ کر اس کے مطابق اتباع کرتا رہے۔ ایک حصہ تو یہ ہے اللہ تعالی سے تعلق پیدا کرنے کا۔

مجاہدہ اور اس کی تعریف:

اس راستے کا دوسرا حصہ ہے مجاہدہ۔ مجاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے کے لیے نیک اعمال کرنے ہونگے اور بری باتوں کو گناہوں کو چھوڑنا ہوگا گناہوں کو چھوڑنے میں نفس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ نیکی پر جمنے کے لئے نفس کا مقابلہ کرنا ہوگا نفس سستی کرتا ہے نیکی پر جمنے نہیں دیتا۔ گناہ کے لئے بہکاتا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس نفس کو گناہوں سے بچانا ہوگا نیکی پر جمانا ہوگا اور جس اللہ کی طرف پہنچنا ہے جن کو راضی کرنا ہے ان کا نام لینا ہوگا ان کا ذکر کرنا ہوگا یعنی اپنی من مانی زندگی چھوڑے اپنی مرضی والی زندگی چھوڑے نفسانی خواہشات والی زندگی چھوڑے۔ رب چاہی زندگی گزارے۔ اللہ کی پسندیدہ زندگی گزارے ایسی زندگی گزارے جیسی رسول ا کی زندگی تھی ان کو اللہ تعالی نے ایک نمونہ بنا کر بھیجا ہے ہمیں یہ نیک لوگ اسی کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ ایک کام تو نیک لوگوں کے ساتھ رہنا سہنا آنا جانا باتیں پوچھنا ان سے پوچھ پوچھ کر عمل کرنا ان کے حالات دیکھ دیکھ کر سبق لینا۔ آدمی ان کے حالات دیکھے ان کی عادات دیکھے ان کی معاشرت دیکھے ان کے حالات سے سبق لیتا رہے۔ دوسرے یہ کہ نفس کا مقابلہ کرے نیکی پر جمنے کے لئے گناہوں سے بچنے کے لئے۔

ذکر اللہ کی اہمیت:

اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرتا رہے اللہ کا نام لیتا رہے۔ جب انسان اس راستے پر اس طرح چلتا ہے تو اس کو حقیقی ایمان بھی نصیب ہو جاتا ہے ایمان کی حقیقت

اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ جس اللہ کو یاد کر رہا تھا جس اللہ کی فرمانبرداری کر رہا تھا جس اللہ کے حکموں پر چل رہا تھا جس اللہ کی نافرمانی سے بچ رہا تھا جس اللہ کو یاد کر رہا تھا جس اللہ تک پہنچنے کے لیے نیک لوگوں سے سبق لے رہا تھا ایک دن وہ آتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالی تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کا مقبول بندہ بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالی کی معیت اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی ہر وقت ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہیں۔ ہم جہاں بھی ہوں جہاں بھی جائیں اللہ تعالی موجود ہیں ان مقبولین کو اللہ تعالی سے اتنی محبت ہو جاتی ہے ان لوگوں کو اتنا تعلق اللہ تعالی سے ہو جاتا ہے کہ وہ ہر وقت اس معیت کو محسوس کرتے ہیں کہ میرے ساتھ اللہ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ تم جہاں بھی ہوتے ہو اللہ تعالی تمہارے ساتھ ہوتے ہیں یہ معیت ان کو عمل کرتے کرتے گناہوں سے بچتے بچتے اللہ کو یاد کرتے کرتے نیکی پر جمتے جمتے بزرگوں سے سبق لیتے لیتے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس معیت کو وہ محسوس کر لیتے ہیں۔ یہ چیز (اللہ کی معیت) ان کے اندر رچ جاتی ہے ان کو اس بات کا استحضار رہتا ہے کہ میرے اللہ میرے ساتھ ہر وقت موجود ہیں پھر ان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے اللہ مجھ سے اس وقت یہ چاہتے ہیں اور اس وقت یہ چاہتے ہیں۔ یہ بات آپ کو کئی دفعہ سنائی ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ظاہری کان تو نہیں سنتے۔ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے میرے دل میں کوئی کہہ رہا ہے اب یہ کر اب یہ کر وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ جہاں بھی تم ہوتے ہو اللہ پاک تم کو دیکھتے ہیں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو یہ چیز محبت حق کے بغیر، بزرگوں سے سبق لئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ واقعی جن کو یہ معیت حاصل ہوتی ہے ان لوگوں کو ہر حال میں یہ معیت یعنی اللہ تعالی میرے ساتھ ہیں یہ محسوس ہوتا ہے۔ ان کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے ہر وقت کے تعلق کی وجہ سے۔ مومن کا کام ہے کہ دل میں بسائے اللہ کو۔ ایک بزرگ

فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ دل کے اندر اللہ کو رچانا بسانا مشکل ہے ان کی معیت حاصل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں میں بقسم کہتا ہوں مشکل نہیں نہایت آسان ہے تم نے اللہ سے تعلق ملایا ہی نہیں اگر ایک دفعہ تم اللہ سے تعلق ملا لو گے (جوڑ لو گے) اللہ تعالیٰ تمہارے دل کے اندر آ جائیں گے پھر تم نکالنا بھی چاہو گے تو وہ نہیں نکلیں گے۔ اللہ پاک ایسے مہربان ہیں۔

اہل اللہ کی پہچان:

ان اہل اللہ کے سب اعضاء اپنے اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں وہ کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں مگر دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ اس واسطے ان کے دل بہت مضبوط ہوتے ہیں ہر وقت ان کی نظر اللہ پر ہوتی ہے اللہ کے حکم پر ہوتی ہے ان کو ہر وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے تو یہ ہمت اور حوصلے میں تمام انسانوں سے بالکل ممتاز ہوتے ہیں ان کی سمجھ بہت اونچی (اعلیٰ) ہو جاتی ہے نفس بہکاتا ہے، پُھسلاتا ہے تو اس کو قابو کر لیتے ہیں۔ نفس کو یوں سمجھاتے ہیں میاں میں مریض ہوں اللہ تعالیٰ حکیم ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے شفاخانہ کا مریض ہوں جس حال میں میرا بھلا ہوتا ہے نفع ہوتا ہے وہ حالت طاری کر دیتے ہیں۔ خوشی کے حالات پیدا فرمائیں تو میرا نفع اسی میں ہے۔ اور غمی کے حالات بیماری کے حالات رنج کے حالات ہوں تو میرا نفع اسی میں ہے۔ میں ہوں اور میرا اللہ ہے۔ اپنے اللہ کو میں نے اپنا معالج سمجھ لیا ہے۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ وہی میری رہنمائی فرمانے والے ہیں۔

وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ دوسری شان ان کی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو مضبوط کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اس کو عام عقل نہیں سمجھ سکتی کیونکہ اس کا تعلق دوسرے عالم سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کے بغیر دنیا میں جینے کا کچھ لطف بھی نہیں ہے۔ ارے جس

کے ساتھ اللہ ہوں اس کو کیا پرواہ ہوتی ہے وہاں شیطان بھی مار کھا جاتا ہے نفس بھی پیچھے رہ جاتا ہے ہاں جب تعلق نصیب ہو جاوے پھر اس کی بڑی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ بڑی اس کی حفاظت کرنی پڑتی ہے نافرمانیوں سے لغو باتوں سے اس تعلق میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تعلق کمزور ہو جاتا ہے پھر اس انسان کو جس کا تعلق اللہ سے ہو چکا ہوتا ہے اللہ کو خوش کرنے کے لئے فوراً گڑگڑانا شروع کر دیتا ہے فوراً رونا دھونا شروع کر دیتا ہے۔ فوراً توبہ شروع کر دیتا ہے۔ گریہ وزاری شروع کر دیتا ہے۔ اس اللہ کو منا لیتا ہے پھر وہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو جتنی طاقت اس کو اللہ کے تعلق سے حاصل ہو جاتی ہے اسی قدر انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب گناہ کا تقاضا ہو گا فوراً دل میں رکاوٹ ہو گی ایک ندامت ہو گی کہ میاں! اللہ تعالیٰ سامنے موجود ہیں وہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ پھر ان کی موجودگی میں ان کے دیکھتے ہوئے تو گناہ کرتا ہے۔ اس واسطے گناہ پر جرأت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا یہ تصور پختہ ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ تم جہاں بھی ہوتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر وقت اور ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تمہاری ہر بات کو سنتے بھی ہیں جانتے بھی ہیں۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ تم دل کے اندر جو منصوبے بناتے ہو اس سے بھی اللہ تعالیٰ واقف ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ہے اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى۔ کیا انسان جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں اب یقین تو ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں لیکن اس چیز کو دل کے اندر بسائے انسان۔ بار بار سوچے بار بار سوچے میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں بیٹھا ہوں تو دیکھ رہے ہیں، میں لیٹا ہوں تو دیکھ رہے ہیں، میں بازار میں ہوں تو دیکھ رہے ہیں، میں گھر میں ہوں تو دیکھ رہے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک جگہ تنہائی میں بیٹھ جاوے ۲۰۔۲۵ منٹ آدھا گھنٹہ اور یہ سوچنا شروع کر دے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ

رہے ہیں میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ کوئی تنہائی کا وقت نکال کر صرف یہ سوچنا شروع کردے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں ان کے سامنے بیٹھا ہوں بار بار سوچے بار بار سوچے بار بار سوچے ۲۰ منٹ ۲۵ منٹ آدھا گھنٹہ لگا لے یہ سبق جتنا پکا ہوتا جائے گا اتنا ہی اس شخص کو ہر وقت ہر جگہ یہ محسوس ہوگا میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں اس واسطے جو بات کرے گا صحیح کرے گا غلط بات نہیں کرے گا جو عمل کرے گا غلط نہیں کرے گا۔ صحیح کرے گا گناہ کے وقت خیال آجائے گا میرے اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میں نافرمانی کیسے کرسکتا ہوں۔ کتنا اُونچا نسخہ کیسا کارگر نسخہ تجویز فرمادیا ہے بزرگوں نے۔ یہ قرآن مجید کی آیت اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں پس آدمی اس کا مراقبہ کرے اس کو بار بار سوچے بار بار سوچے تو پھر یہ تصور رچ جاتا ہے، پختہ ہوجاتا ہے۔ دل میں یہ تصور بس جاتا ہے کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ پھر جتنا انسان اللہ کو یاد کرے گا اور جتنا نفلی عبادتیں کرے گا اتنا ہی یہ تعلق مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی پر چلنا آسان ہوجائے گا گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا جنت میں جانا آسان ہوجائے گا دوزخ سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ اور پھر زندگی مزیدار ہوجائے گی، حیات طیبہ مل جائے گی، زندگی پاکیزہ ہوجائے گی۔ ایسے شخص کا پھر کیا کہنا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوا ایسا شخص بہت اُونچا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆

نسخہ معیتِ حق

(اللہ کا ہوجانا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۝

اَمَّا بَعْدُ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہوجاتے ہیں مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہوجاتے ہیں اسی طرح ایک حدیث شریف میں یوں فرماتے ہیں کہ جب بندہ نیک کام کرتے کرتے بہت ترقی کرجاتا ہے نیکیوں کی طرف اس کی رغبت ہوتی ہے نیکیوں پر جم جاتا ہے گناہوں سے نفرت ہوجاتی ہے گناہ چھوڑ دیتا ہے دوسرے لفظوں میں اللہ کا پورا پورا فرمانبردار بن جاتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے مطلب یہ ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ اللہ تعالیٰ اس کی اتنی مدد کرتے ہیں اتنی مدد کرتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کے سوا ہاتھ نہیں ہلاتا اللہ کی مرضی کے سوا غیر کی طرف آنکھوں سے دیکھتا نہیں اللہ کی مرضی کے سوا کانوں سے غیر کی باتیں سنتا نہیں اللہ کی مرضی کے سوا زبان سے

کچھ بولتا نہیں جس بات سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے وہی اختیار کرتا ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں ایک بزرگ ارشاد فرماتے تھے جس دل کا تعلق اللہ سے ہو جائے جس دل کے اندر اللہ تعالیٰ بیٹھ جاویں۔ اس دل کے پاس بھی شیطان پھٹک نہیں سکتا ہے بس یہی فرق ہے ہم اللہ کو دل میں بٹھاتے نہیں غیروں کو دل میں بسایا ہوا ہے۔ مال کی محبت ہے جان کی محبت ہے ناجائز شہوت ناجائز غصہ حسد ہے بغض ہے ریا ہے جھوٹ ہے غیبت ہے طرح طرح کے رزائل ہمارے اندر ہیں اور پھر ہم اللہ والے ہو جائیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہو جاویں یہ نہیں ہو سکتا وہ تو فرماتے ہیں مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے پھر اللہ بھی اسی کے ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ پھر اس کی مدد کرتے ہیں من كان لله كان الله له خدا کا ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا فرمانبردار بن جاوے نیک اعمال کرے ہمیشہ کرتا رہے اور اللہ کو یاد کرتا رہے مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جس کو کسی سے محبت ہو جائے تو اس کا نام زیادہ لیا کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا تعلق ہمارے دل میں گھر کر جائے پھر اسی کا نام لیں گے غیروں کا نام زیادہ نہیں لیں گے چاہے اللہ کی تعریف کرتے رہیں چاہے ان کی بڑائی بیان کرتے رہیں چاہے ان کی پاکیزگی بیان کرتے رہیں چاہے ان کی ثنا بیان کرتے رہیں کچھ بھی کرتے رہیں چاہے ان کی ذات کا نام لیتے رہیں وہ تو فرماتے ہیں جب بندہ میرا نام لیتا ہے تو میں اس کا نام لیتا ہوں فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا جو ان کو یاد کرتا ہے وہ اس کو یاد کرتے ہیں قسمت تو دیکھئے ذاکر کو مذکور یاد کرتے ہیں ذکر کرنے والے کو وہ یاد کر رہے ہیں ہم جب اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو مذکور اللہ تعالیٰ ہیں ذاکر ہم ہیں اس آیت میں فرماتے ہیں جو ان کو یاد کرتا ہے وہ اس کو یاد کرتے ہیں قسمت تو دیکھئے ذاکر کو مذکور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ یاد کرنے والا مذکور بن گیا کتنی شان بن گئی کیوں کہ یہ اللہ کا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کر رہا ہے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پہلے پاکستان میں

عارضی طور پر آئے تھے اور ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان تھے ڈیڑھ مہینے کے قریب رہے روزانہ عصر کے بعد ان کا بیان ہوتا تھا اور ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجازت لے کر چلے جاتے تھے کیونکہ مریض انتظار کرتے تھے ایک دن شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ بیٹھ جائیں۔ اور بیان شروع کیا کچھ بیان کرنے کے بعد فرمایا تمام ریاضتوں، تمام اوراد، تمام مجاہدات، تمام اشغال، تمام دین کا لب لباب یہ ہے۔ تمام دین کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو دوامِ طاعت نصیب ہو جائے۔ یعنی مستقل فرمانبرداری نصیب ہو جائے اور اللہ کو یاد کرتا رہے تمام دین کا خلاصہ یہ ہے ان کا بن جائے انکا ہو جائے ان کے ارشاد کے خلاف نہ کرے ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔ یعنی مستقل فرمانبرداری نصیب ہو جاوے اور اللہ کو یاد کرتا رہے تمام دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا بن جائے ان کا ہو جائے جو ان کا ارشاد ہو وہ کام کرے ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے دوامِ طاعت نصیب ہو جائے مستقل طور پر فرمانبردار بن جائے ان کو یاد کرتا رہے یہ فرما کر ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا ڈاکٹر صاحب اب آپ جا سکتے ہیں یہی خلاصہ دین کا بتلانا تھا ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میں حیران تھا کیوں بٹھایا ہے جب مجھے خلاصہ کا پتہ لگا تو اس خلاصہ کی بڑی قدر ہوئی۔

نہیں اور کچھ اے خدا چاہتا ہوں
دو عالم میں تیری رضا چاہتا ہوں
جو مرضی ہو تیری وہی میں بھی چاہوں
یہی بس اب تو اے خدا چاہتا ہوں
رضا تیری حاصل ہو کون و مکان میں
یہی بس اب تو اے خدا چاہتا ہوں

اللہ کے مقبول سوائے اللہ کی رضا کے کچھ مقصد نہیں رکھتے ہیں ہر کام کرتے وقت یہ دھیان رکھتے ہیں میرا اللہ مجھ سے راضی ہوگا یا نہیں ہوگا وہی کام کرتے ہیں وہی بات کرتے ہیں وہی عمل ہوتا ہے۔ وہی قول ہوتا ہے اگر انسان چاہے اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہوں اللہ تعالیٰ میری ہموائی فرمائیں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں میں اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ بن جاؤں مقبول بندہ بن جاؤں تو ہمیں ان کا بن جانا چاہیے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ ان کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے لیے چاہے کتنی بھی مشقت برداشت کرنی پڑے ان کی فرمانبرداری والے کام کرنے چاہئیں نماز میں مشقت ہو نماز پڑھے تلاوت میں مشقت ہو تلاوت کرے بیوی کی عیال داری کے لئے جو ذریعے اختیار کرنے ہیں وہ کرے چاہے کتنی بھی تکلیف ہو وہ بھی کرے وہ بھی فرض ہے واجب ہے حقوق واجبہ میں سے ہے ماں باپ کی خدمت کرے اولاد کی تربیت کرے یہ باتیں ضروریات میں سے ہیں ہم نے صرف تلاوت میں نوافل میں تسبیح پڑھنے میں سمجھ لیا ہے کہ اسی میں رضا ہوتی ہے۔ نہیں جوان کا حکم ہو اس میں رضا ہوتی ہے۔ جس وقت کا جو حکم ہو وہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بن جاتا ہے ایک دفعہ ایک نوجوان گزرا صحابہ کرام تشریف فرما تھے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نوجوان کی کتنی ہی اچھی صحت ہے۔ شکل سے بھی قوت ظاہر ہو رہی ہے کاش یہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنا پیٹ پالنے کے لئے محنت مشقت کرتا ہے ھو فی سبیل للہ وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے بیوی بچوں کے گزر اوقات کے لئے محنت کرتا ہے ھو فی سبیل للہ جو اس کے زیر کفالت لوگ ہیں ان کی مدد کرنے کے لئے ان کے روزگار کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی فی سبیل للہ ہے آپ اس لئے فرماتے ہیں کَسْبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ حلال مال کا تلاش کرنا دوسرے فرائض کے بعد فرض ہے اگر آپ خالی ہاتھ بیٹھ جاویں کام نہ کریں تو آپ فرض کے چھوڑنے پر مجرم ٹھہرائے جائیں گے کیوں کہ آپ کے زیر

کفالت بیوی بچے ہیں ان کی گزر اوقات کیسے ہوگی۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے گھر کے کام کے لئے بنایا ہے مرد کو باہر کے کام کے لئے بنایا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا نکاح فرمایا شادی کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) باہر کے جتنے کام ہیں تمہارے ذمہ ہیں اور گھر کے جتنے کام ہے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) کے ذمہ ہیں گھر کا حاکم ان کو بنا دیا تو ثواب کا کام ہے۔ دیکھئے گھر کا کام کیا ہے جھاڑو دینا ہے، کپڑے دھونے ہیں، روٹی پکانی ہے، ہنڈیا پکانی ہے سب سے بڑھ کر وہ تو چکی پیسا کرتی تھیں اگر ان کاموں میں ثواب نہیں تو کیوں فرمایا؟ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو فرمایا جو جنت کی سردار ہیں۔ جنت میں عورتوں کی سردار ہونگی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کر رہی ہیں گھر کے کام۔ اگر گھر کا کام کرنے میں ثواب نہ ملتا تو جنت کی خاتون کیسے بنتیں۔

اس طرح ہم روزگار کرتے ہیں، ملازمت کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، ضرورت کے لئے کرتے ہیں، اپنے کھانے پینے، رہنے سہنے، آسائش کے لئے کرتے ہیں، بیوی بچوں کے لئے کرتے ہیں، تو اس کا ثواب ملتا ہے ہم کو۔ ہاں شرط یہ ہے۔ جس جگہ بھی ہو جس حال میں بھی ہو حق تعالیٰ کا حکم ماننا رہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جب معلوم ہو جاوے یہ چیز ناجائز ہے چھوڑ دے اس کو۔ جائز چیز اختیار کرے معلوم ہو جاوے یہ چیز حرام ہے چھوڑ دے۔ حلال چیز اختیار کرے۔ بس اتنا کرنا ہے۔ اسی لئے کسی نے فرمایا ہے

؎ من نہ گویم از دنیا جدا باش
ہر جا کہ باشی با خدا باش

فرماتے ہیں میں یہ نہیں کہتا دنیا چھوڑ دو مطلب یہ ہے کہ (ہر جا کہ باشی با خدا باش)۔ جہاں بھی ہو خدا کو نہ بھولو۔ با خدا بن کر رہو۔ خدا کو مانتے رہو۔ اسی واسطے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کُلُّ مُطِیْعٍ فَھُوَ ذَاکِرٌ ہر شخص جس جگہ بھی کام کر رہا ہے اگر اللہ

کی تابعداری کے تحت میں کر رہا ہے تو وہ ذکر کر رہا ہے، اللہ یاد ہے۔ اسکو اللہ کی یاد سے غفلت نہیں ہے۔ اللہ کی یاد کی وجہ سے حلال کو اختیار کرتا ہے حرام کو چھوڑتا ہے اللہ کی یاد کی وجہ سے وہ سچ بولتا ہے کسی چیز کے لینے دینے میں غلطی نہیں کرتا، دھوکہ نہیں دیتا، اللہ کی یاد ہے اس کو۔ وہ بھولا ہوا نہیں ہے کُلُّ مُطِیْعٍ فَھُوَ ذَاکِرٌ۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ تو جو کام بھی آدمی کرے جو بات کرے جو فعل ہو ہر چیز میں نیت یہ ہو میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جاوے۔

رضا تیری حاصل ہو کون و مکان میں
یہی بس اب تو اے خدا چاہتا ہوں

ان کا بن جاوے۔ وہ کہتے ہیں جو میرا بن جاتا ہے میں اس کا بن جاتا ہوں۔

آج آپ کہاں کہاں بھٹکے پھرتے ہیں اور کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں سکون مفقود ہے دل کا اطمینان برائے نام ہے اس لئے کہ ہم گناہوں میں ملوث ہیں اللہ کے حکموں کو توڑ کر نافرمانیاں کرتے ہیں اپنی نفس پرستی اور خواہش پرستی کرتے ہیں چاہے گانے سنیں چاہے فحش فلمیں دیکھیں چاہے ڈرامے دیکھیں غلط اخباریں، غلط ڈائجسٹ، غلط کتابیں وغیرہ دیکھیں نفس پرستی ہے خواہش پرستی ہے اللہ کے حکم ٹوٹ رہے ہیں پرواہ نہیں کرتے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے گانے بجانے والی چیزوں کو مٹانے کے لئے بھیجا ہے اب دیکھو آج کل ہم کیا کر رہے ہیں۔ اسی واسطے حادثات اور بلیات اور سانحات نے گھیر رکھا ہے اس کا علاج صرف یہی ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا بن جاوے گا اور انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر بتایا ہے فرمایا وَمَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ۔ جو مصیبت آتی ہے تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہوتا ہے۔ اس واسطے اگر آپ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حمایت فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں آپ کو اور مجھے چاہیے کہ اللہ کی

فرمانبرداری کریں اللہ کے حکموں کو نہ توڑیں ان کی مخالفت نہ کریں گناہ نہ کریں اور نیکی پر جم جائیں جب جا کر اللہ کی نصرت ہمارے شامل حال ہوگی جب جا کے اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی جب جا کر اللہ تعالیٰ مہربانی کا برتاؤ کریں گے۔

مؤمنین سے اللہ کا خصوصی تعلق:

یوں تو اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق پر مہربان ہیں۔ جانوروں پر مہربان ہیں کیڑے مکوڑوں پر مہربان ہیں فاسق فاجر پر بھی مہربان ہیں وہ تعلق خاص جو ایمان دار مسلمان سے ہوتا ہے وہ دوسروں سے نہیں ہوتا دوسرے انسانوں سے نہیں ہوتا نافرمانوں سے اور باغیوں سے وہ تعلق نہیں ہے۔ جو مومن ہوتے ہیں ان سے پیار کا تعلق ہوتا ہے محبت کا تعلق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے طرح طرح سے دل بڑھانے کے لئے اس کی مدد کرتے ہیں۔

بیت اللہ شریف میں باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ملتزم ایک جگہ ہے۔ (ملتزم کے معنی چمٹنے کی جگہ) حضور ﷺ نے فرمایا یہاں دعا قبول ہوتی ہے اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنے بھی اس حدیث کے نقل کرنے والے محدثین گزرے ہیں ان سب نے حدیث بیان فرما کر یہ فرمایا ہے میں نے بھی تجربہ کیا ہے میری بھی دعا قبول ہوئی ہے ایک صاحب فرما رہے تھے کہ جب میں ملتزم پر پہنچا ایک گریہ طاری تھا وہ اللہ تعالیٰ کو پکار رہے تھے وہ کہتے ہیں مجھے ایسی آواز آئی "جی میرے بندے"۔ اس طرح حق تعالیٰ مہربان ہوتے ہیں۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ وہ ان کے بن جاتے ہیں جو ان کی یاد کرتا ہے وہ اس کو یاد کرتے ہیں۔ قسمت تو دیکھئے ذاکر کو مذکور کرتے ہیں (ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ یاد کرتے ہیں)۔ ایک عورت بیان کرتی ہے کہتی ہے میں رو رہی تھی گناہوں کے بخشوانے کے لئے کہ کل کو میرا کیا حال ہوگا۔ اگر میرے گناہ نہ بخشے گئے یہ گناہ مجھے جہنم میں لے جاویں گے۔ گناہ اللہ کی نافرمانی ہے گناہ

اللہ کے حکموں کو توڑتا ہے۔ یہ عورت اس حالت کو [illegible] کرتی ہے کہ گناہوں کے ڈر کی وجہ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے مجھ پر گریہ طاری [illegible] میں رو رہی تھی۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کر معافی مانگ رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ا[illegible]تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے تجھے معاف کیا وہ کہتی ہیں مجھے پھر بھی تسلی نہیں ہوئی [illegible] وزاری جاری رہا۔ کہتی ہے مجھے دوبارہ آواز آئی میرا وعدہ ہے تجھے معاف کر دیا۔ [illegible] کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ ہم تو اللہ سے دور بھاگتے ہیں نزدیک تو ہوتے نہیں ہیں تو [illegible] ہمارے ساتھ محبت ہو۔ محبت کا برتاؤ تو جبھی ہوتا ہے جب محبت رکھے انسان۔ مَنْ کَ[illegible] لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ اللہ کے بن جاؤ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرح اللہ کا قرب حاصل ک[illegible]انَ ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ بِاللّٰہِ وَفِی اللّٰہِ وَمَعَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ آنٍ جناب [illegible]سول اللہ ﷺ ہر آن اور ہر لحہ جو کام کرتے تھے اللہ ہی کے لئے کرتے تھے ہر وقت ال[illegible] ساتھ ان کو حاصل تھا ہر وقت ان کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی تھی وہ اللہ کے بن چکے [illegible]ن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ ہر لحہ اور ہر آن اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے۔

حَتّٰی اَکْلَہٗ وَشُرْبَہٗ وَلُبْسَہٗ حضور ﷺ کا [illegible]نا پینا پہننا حرکت وسکون اور حرکت کرنا اور حرکت نہ کرنا قول ہو یا سکوت ہو اور بولنا او[illegible]پ رہنا لامر اللہ جو چیز ہوتی اللہ کے حکم سے کرتے اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتے [illegible]ور ﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ آدمی اس دنیا میں آیا [illegible]ل تماشے کے لئے نہیں آیا اپنی من مانی کرنے کے لئے نہیں آیا جو چاہا کھا لیا جو چاہا د[illegible]یا جو چاہا کر لیا جہاں چاہا چلے گئے جہاں چاہا آنکھیں خراب کر لیں۔ انہوں نے فرما[illegible] نے پیدا ہی تمہیں اس لئے کیا ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ پید[illegible] لئے کیا ہے کہ میری فرمانبرداری کرو۔ میری تابعداری کرو اور آج ہم ان کے خلاف [illegible]ستہ ہیں جتنے بھی حکم ہیں سب توڑ رہے ہیں آج حق تعالیٰ کے حکموں کو توڑنا فخر سمجھا [illegible] ہے لیکن اللہ تعالیٰ ڈھیل تو دیتے

ہیں چھوڑتے نہیں ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ان کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

اللہ تعالیٰ حلم سے برداشت سے صبر سے تحمل سے کام لے رہے ہیں تو دھوکہ میں آ رہا ہے۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

جب پکڑیں گے تو ایسا پکڑیں گے کہ ساری دنیا مل کر نہیں چھڑا سکے گی۔ کتنے واقعات قرآن مجید میں پہلی امتوں کے اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں۔

اے عقل والو عبرت حاصل کرو ہمیں بھی چاہیے کہ ایسی باتوں سے عبرت حاصل کریں یہ بات میری نہیں ہے اللہ کے رسول ﷺ کی ہے لیکن یہ خلاصہ ہے نصیحت سمجھو یا وصیت سمجھو اس کو خوب یاد رکھیں ساری عمر یہ کام آنے والی ہے یہ خاص گر ہے یہ خاص ہتھیار ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بننے کے لئے ان کو یاد کرنا پڑے گا ان کی فرمانبرداری کرنی پڑے گی ان کے حکم کو سر پر آنکھوں پر رکھ کر تابعداری کرنی پڑے گی۔ اپنی مرضی کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس پر آرے چلانے پڑیں گے۔ اس کی خلاف ورزی کرنی پڑے گی۔ ساری غلط چیزوں کو چھوڑ کر صحیح چیزوں پر قائم رہنا پڑے گا۔ اس طرح پھر دل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے بن جاتا ہے اور دل منور ہو جاتا ہے دل صاف شفاف ہو جاتا ہے دل آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے پھر آئینہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی تجلیات آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انوار آتے ہیں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آتی ہے کئی اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ سے بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہے اسی کو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اور اس بندے کے درمیان ایک مخفی راستہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہوتا مگر اللہ کے مقبول بندوں کا اللہ سے رابطہ ہوتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

؎ ہم تم ہی ہیں بس آگاہ اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے
تم سا کوئی ہم دم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں ایسے اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے کہاں ٹکریں مارو گے ایسا مہربان اللہ۔ آپ نے واقعہ سنا ہوا ہے کہ ایک بت پرست ساری عمر بت کو پوجتا رہا ساری عمر یا صنم یا صنم کہتا رہا۔ اس سے مرادیں بھی مانگتا اس سے دعائیں بھی مانگتا اس کی صفائیاں بھی کرتا۔ برسیں گزر گئیں ایک دن یا صنم یا صنم پکار رہا تھا تو غلطی سے زبان پھسل گئی یا صنم کے بجائے اس کے منہ سے یا صمد نکل گیا۔ صمد ہے اللہ کا نام۔ فوراً آواز آئی لبیک یا عبدی اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ بس اللہ تعالیٰ کی شفقت اور محبت اور جواب دینے پر ایک حال طاری ہوا کہ اس بت کو ایک ٹھوکر ماری کہ اتنے برس گزر گئے یا صنم کرتے کرتے پھوٹے منہ سے تم نے کبھی جواب نہ دیا۔ قربان جاؤں اس مولا کے کہ بھولے سے نام نکل گیا پھر بھی انہوں نے جواب دے دیا۔

ایسے اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے اس اللہ کے بن جاؤ پھر سب کچھ تمہارا بن جائے گا۔ صحابہ کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ساری دنیا پر چھا گئے تھے اسی لئے چھا گئے تھے کہ اللہ کے ساتھ تعلق تھا۔ ظاہری اسباب نہیں ہوتے تھے ظاہری طاقت دوسروں کی ہوتی تھی بدنی طاقت بھی سامان حرب بھی کفار کی ہوتی تھی مسلمانوں کے پاس سامان کم تھا لیکن تھے اللہ والے اس لیے اللہ ان کے ساتھ ہوتا تھا کوئی غم فکر نہیں ہوتا تھا۔

غارِ ثور کا واقعہ:

آپ نے غارِ ثور کا واقعہ سنا ہو گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے کفار کا منصوبہ یہ تھا کہ آج رات کو یہ گھر میں سوئیں تو ان کو قتل کر دو۔ جتنے بھی قبائل تھے سب کا ایک ایک نمائندہ لیا سب پہرے پر کھڑے ہو گئے محاصرہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ آج آپ کو ہجرت کرنی ہے۔ حضور ﷺ نے کچھ آیات مبارکہ قرآن مجید کی پڑھیں اور دروازہ کھولا سارے اندھے کے اندھے رہ گئے حضور ﷺ تشریف لے گئے صبح کو کفار گھر کے اندر گئے تو حضور ﷺ کو نہ پایا بلکہ حضرت علیؓ موجود تھے کفار نے اعلان کر دیا جو پتہ لگائے گا اس کو 100 اونٹ دیں گے۔ سب لوگ بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ایک پاؤں کے نشان دیکھنے والے جس کو کھوجی کہتے ہیں اس کو بھی لیا وہ کھوج لگاتے لگاتے غارِ ثور پر پہنچ گیا۔ جب حضور ﷺ غارِ ثور پر جا رہے تھے تو درمیان میں ایک جگہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کھوجی بڑے ہوشیار ہیں کھوج سے تلاش کر لیتے ہیں آپ میرے کندھے پر بیٹھ جائیں میں آپ کو کندھے پر اٹھا کر لے چلوں گا کیسی ہمت ہے حضرت ابوبکرؓ کی کتنی طاقت تھی نبوت کا بوجھ حضور ﷺ کا بوجھ اٹھا کر پہاڑ پر چڑھے جن لوگوں نے غارِ ثور دیکھا ہے ان سے پوچھو اس پر چڑھنا کتنا مشکل ہے۔ لیکن حضور ﷺ کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں ایسے عاشق زار تھے۔ کھوجی جب وہاں آئے ایک کھوجی کہنے لگا یہاں تک تو دو آدمیوں کا نشان آ رہا ہے اس کے آگے ایک آدمی کا نشان ہے دو کا نہیں ہے۔ دوسرا آدمی زمین کے اندر چلا گیا یا آسمان پر چلا گیا پتہ نہیں چلتا بہر حال اس طرح سے حضور ﷺ غار میں تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ نے غار میں سے دیکھا کہ اوپر آدمی آ رہے ہیں اوپر ان کو نظر آ رہا ہے اوپر والوں کو نیچے نظر نہیں آ رہا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو آ گئے یہ تو غار تک پہنچ گئے ابھی ہمارے پاس آ جائیں گے پکڑ لیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکرؓ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا ہے وہ ہمیں مدینہ منورہ پہنچائیں گے تم غم نہ کرو۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں۔ اچھا صاحب! کھوجی نشان دیکھتے دیکھتے جب غار پر پہنچ گئے تو دیکھا غار کے منہ پر جالا تنا ہوا ہے مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا اور کبوتری انڈوں پر بیٹھی ہوئی تھی سب نے اس کھوجی کو جھٹلایا اگر اس کے اندر کوئی انسان گیا ہوتا تو یہ مکڑی کا جالا کیسے قائم رہتا یہ تو ایک پھونک مارنے سے اڑ جاتا ہے سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اور یہ کبوتر ڈرپوک جانور ہے ذرا سے اشارے سے اڑ جاتا ہے کیا یہ انڈے دے کر بیٹھا رہتا اس کو بزرگوں نے بیان فرمایا ہے اللہ نے تارِ عنکبوت سے (مکڑی کے جالے کی تار سے) بیضۂ کبوتر سے (کبوتر کے انڈے سے) وہ کام لیا جو صدہائے نوجوان جنگی اور مضبوط قلعوں سے نہ نکلتا۔ یہ کیا تھا؟ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ یہ تو ایک مثال ہے حضرت موسیٰ تشریف لے جا رہے ہیں بنی اسرائیل کو ساتھ لے جا رہے ہیں فرعون پیچھا کر رہا ہے آگے سمندر آتا ہے اب بنی اسرائیل کہتے ہیں اب کیسے جائیں گے آگے سمندر ہے پیچھے فوج آ رہی ہے کیسے جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ میرے ساتھ میرا اللہ ہے وہ مجھے راستہ دیں گے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا دریا میں لاٹھی مارو راستے بن جائیں گے لاٹھی ماری ۱۲ راستے بن گئے گزر رہے ہیں مٹی اڑ رہی ہے پہاڑ کی طرح پانی کھڑا ہو گیا راستہ بن گیا گزر رہے ہیں اور بیچ میں سوراخ بنا دیئے اللہ تعالیٰ نے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں دیکھتے جائیں پتہ لگے دوسرے کیسے جا رہے ہیں قرآن شریف میں ہے اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ کیا تھا اللہ تعالیٰ کی معیت، اللہ تعالیٰ کا ساتھ تھا۔ ایسی ایسی مثالیں ہیں ہمارے لیے۔ ہمیں دل کو قوی کرنا چاہیے دل کو مضبوط کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جانا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

☆☆☆

فرضیت اصلاحِ نفس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ○

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (پارہ ۷، آیت ۱۰۵)

اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اپنے نفس کی اصلاح کرلو۔ عَلَيْكُمْ یعنی لازمی طور پر اپنے نفسوں کی اصلاح کرلو حکم دے رہے ہیں۔ نفس کیا ہوتا ہے۔ میں ایسا ہوں میری بات کیوں نہیں مانتے۔ نفس کو مٹانے کے لئے حکم دیا جا رہا ہے تو معلوم ہوا ہر مسلمان کے لئے اپنی اصلاح ضروری ہے آج ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر فکر نہیں ہے یہ خیال نہیں ہے ایک دن آنکھیں بند ہوں گی اس دن سب چیزیں سامنے آ جائیں گی پھر کیا بنے گا اس واسطے ہمیں اصلاح کی بڑی ضرورت ہے۔

اصلاح کا مفہوم:

اصلاح سے مفہوم یہی ہے کہ نفس کے جو تقاضے ہیں گناہ والے ان کو ٹھیک کرلیا جائے اصلاح کا کوئی اور مطلب نہیں ہے۔ دل کے اندر یہ روگ ہوتے ہیں یہ اپنے

تقاضے گناہ کے پیش کرتا ہے اس کو روکا جائے نفس کی ایسی مخالفت کی جائے کہ گناہوں سے بچتا رہے گناہوں سے نفرت ہو جائے اللہ کی نافرمانی سے دور بھاگے اور اللہ کی فرمانبرداری میں خوب ہمت کر کے کوشش کر کے لگا رہے۔ فکر کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنی روزی کا فکر ہے ملازمت کا فکر ہے اور ذریعہ روزگار کا بڑا فکر ہے یہ فکر نہیں ہے کل کو بنے گا کیا۔ قبر میں کیا بنے گا ہمارا۔ قیامت میں اللہ کے سامنے پیشی ہوگی کیا بنے گا اس کا فکر نہیں۔

اصلاح کی فکر:

اس نفس کی اصلاح کرنے والا اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور نفس کی اصلاح نہ کرنے والا اللہ سے دور ہو جاتا ہے آپ دیکھئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنا اونچا مقام ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر گئے اس وقت جھونپڑی نما گھر ہوتے تھے چھوٹی چھوٹی جگہیں ہوتی تھیں جب اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبان پکڑی ہوئی ہے اور کھینچ رہے ہیں بار بار کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مہ یا خلیفۃ رسول اللہ ﷺ (یا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ٹھہر جاؤ یہ کیا کر رہے ہو اب دیکھئے وہ کیا جواب دیتے ہیں اِنَّ ھٰذَا دَلَّ الْمَوَارِدَ کہتے ہیں اس زبان نے مجھے بڑے بڑے گھاٹ اتارا ہے ایسی باتیں کر جاتی ہے جو میرے لئے مواخذہ کا سبب بن جاتی ہیں اس واسطے اپنی زبان کو کھینچ رہا ہوں سزا دے رہا ہوں کہ دیکھ میرا راستہ خراب نہ کر مجھے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے دے ایسی مقدس ہستی کو اپنی اصلاح کی فکر ہے اور آج ہم بے فکر ہیں کبھی کنکری پتھر کی منہ میں ڈال لیتے تھے تاکہ یاد رہے کہ کوئی غلط بات نہ کروں بات وہی کرنی چاہیے جو ضروری ہو یادداشت کیلئے کنکری ڈالتے تھے اتنا اونچا مقام ہونے کے باوجود اپنی اصلاح کی فکر تھی ایک ہم ہیں گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں پھر بھی فکر نہیں

کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دوپہر کا وقت تھا) مشکیں بھر بھر کے (اس زمانے میں کنویں دور دور ہوتے تھے آج کی طرح نہیں جیسے ہمارے گھروں میں نلکے لگے ہوئے ہیں) غریبوں کے گھروں میں پانی بھر رہے تھے کئی دفعہ اس طرح کیا ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنین یہ کیا کر رہے ہیں تو فرمایا کہ بھئی آج کچھ باہر کے ملکوں کے سفیر آئے تھے انہوں نے میرے حسنِ انتظام کی بڑی تعریف کی تو میرا نفس خوش ہونے لگا میں نفس کو سزا دے رہا ہوں کہ میری کیا مجال ہے اللہ تعالیٰ مجھے توفیق نہ دیتے تو کیا کر سکتا تھا اس اللہ نے مجھے دماغ دیا صحیح سمجھ دی اللہ نے مجھے زبان دی صحیح احکام صادر کروائے صحیح صحیح کام کرانے والے وہ ہیں تیری کیا مجال ہے۔ تو میں اپنے نفس کو سزا دے رہا ہوں کہ تجھے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے چہ جائیکہ کہ یہ سمجھوں کہ میں بڑا اچھا ہوں۔ جتنی بڑی اللہ کی نعمت اتنا ہی زیادہ وہ شکر کا مطالبہ کرتی ہے اور آج ہم سمجھتے ہیں میں ایسا ہوں میں ایسا ہوں اسی ''میں'' کو مارنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ میں نہ رہے تو ہی تو رہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو کسی نے چادر دی، چادر کے اوپر نقش ونگار بنے ہوئے تھے حضور ﷺ نے چادر پہن کر نماز ادا کی، دو رکعت پڑھی تو سلام پھیر کر یہ فرمایا چادر فلاں شخص کو دے آؤ اس کے اوپر نقش ونگار ہیں اس کی وجہ سے میرا دل نماز میں نقش ونگار کی طرف ہو کر غفلت میں پڑ گیا جتنی دیر آپ کی توجہ نقش ونگار کی طرف رہی اتنی دیر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ بہت کم ہو گئی جو چیز اللہ کی طرف توجہ کرنے میں حائل ہو میں اس کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا یہ اس کو دے آؤ اور کہو اگر چادر دینی ہے تو سادہ چادر دو بغیر نقش ونگار کے۔ کیوں کر رہے ہیں یہ۔ حضور ﷺ تو بیل بوٹے کی وجہ سے اتنا اہتمام کر رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ آج جان بوجھ کر ناچ دیکھتے ہیں، فحش فلمیں دیکھتے ہیں، گانے سنتے ہیں، غیر محرم کو دیکھتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ بیل بوٹے والی چادر تک سے پرہیز کرتے ہیں کہ یہ چادر مجھے اللہ کی یاد سے غفلت میں ڈالتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ مدینہ منورہ کے حاکم رہے حاکم تھے تو کسی نے ان کی دعوت کی مدینہ منورہ سے باہر۔ دعوت پر تشریف لے گئے واپس آنے لگے تو اس میزبان نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے لئے کچھ لکڑیاں جمع کر رکھی ہیں۔ یہ میں آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔ ایک دو وقت کا کھانا پک جائے گا وہ امیر المومنین کی حیثیت سے فرماتے ہیں نہیں تم مجھے دے دو میں خود لے جاتا ہوں لکڑیاں اٹھائیں اور سر پر رکھیں اور آرہے ہیں (امیر المومنین آرہے ہیں) اور راستہ میں جہاں دیکھا ایک دو آدمی ہیں۔ تو پکار کر کہہ رہے ہیں بھئی راستہ دے دو امیر المومنین گزر رہے ہیں تا کہ نفس ذلیل ہو جائے اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے لئے اپنی میں کو مٹانے کے لئے جان بوجھ کر ایسے راستہ سے جا رہے ہیں جہاں زیادہ لوگ دیکھیں جان بوجھ کر لوگوں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ امیر المومنین کے لئے راستہ چھوڑو تا کہ نفس کی بے عزتی ہو نفس سرکش نہ بن جائے اس واسطے ہمیں بھی فکر کرنا چاہئے۔

اصلاح کا طریقہ:

بعض لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی سے دعا کرائیں ہماری اصلاح ہو جاوے۔ صرف دعا سے اصلاح نہیں ہوتی اصلاح تو نفس پر آرے چلانے سے ہوتی ہے اصلاح تو نفس کی بار بار مخالفت کرنے سے ہوتی ہے بھئی ایک شخص کو بدنظری کی عادت ہے اب دعا سے کیسے چھوٹے گی کوشش کرو ہمت کرو کوئی بھی غیر محرم سامنے آئے نہ دیکھو کافی عرصہ آپ کوشش کرتے رہیں گے پھر کامیابی ہوگی۔ دعا سے اتنا تو ہو سکتا ہے تم کو ہمت کی توفیق مل جائے لیکن کام تو خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ ایک آدمی کو فضول خرچی کی عادت ہے اس کو بتاتے ہیں اس طرح کرو طریقہ بتلا دیتے ہیں تو ٹھیک ہو گا وہ عادت ایک دن میں تو نہیں جائے گی کسی کو سگریٹ تمباکو کی عادت ہے وہ ایک دن میں تو نہیں جاتی ہے اس طرح جتنی ''میں'' والی باتیں ہیں تکبر ہے بغض ہے ریا ہے کینہ ہے جھوٹ

ہے فریب ہے غیبت ہے بہتان ہے حب جاہ ہے حب مال ہے حب دنیا ہے ناجائز شہوت ہے ناجائز غصہ ہے کیا ایک دن میں چلے جائیں گے۔

؎ صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہ دل جلدی صاف نہیں ہوتا کافی مدت چاہیے۔ لگے رہو اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو یاد کرتے رہو ان کی محبت دل کے اندر بھرتی چلی جائے گی تم کوشش میں لگے رہو تو محبت اور کوشش مل کر رفتہ رفتہ رزائل کو دور کر دیں گی۔ کافی عرصہ لگتا ہے ناقص کو کامل بننے کے لئے تو ہم سب پر اصلاح کرنا فرض ہے ہم سب پر اس ''میں'' کو مٹا کر اللہ کی فرمانبرداری ضروری ہے اور مختصر بات یہ ہے کہ یہ گناہ جتنے بھی ہوتے ہیں ساری ہماری نفسانی خواہش کے مطابق ہوتے ہیں اپنی خواہش کو مٹانا یہی نفس کو مٹانا ہے گناہوں والی زندگی ٹھیک ہو جائے نیکیوں والی زندگی بن جائے۔ بس یہ اصلاح ہے اپنے آپ کو تابعدار اور اطاعت گزار بنا لینا چاہئے تو گناہوں سے بچنا بڑا ضروری ہے ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے۔

مصلح کی تلاش ضروری ہے:

قرآن مجید میں ہے عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ تم پر لازمی ہے اپنے نفس کی اصلاح۔ صاحب! کئی برائیاں ہمارے اندر ہیں حسد کیسے جائے غیبت کیسے چھوٹے بدنظری کیسے چھوٹے ناجائز شہوت کے تقاضے کیسے قابو میں آئیں غصہ جو کرتے ہیں حدود کو توڑ دیتے ہیں کیسے قابو میں آئے خود انسان نہیں کر سکتا کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جس کی اصلاح ہو چکی ہو اور آگے کسی بزرگ نے ان کو فرمایا ہو تم لوگوں کی اصلاح کرو جیسے ہر تندرست پہلوان نہیں ہوتا اسی طرح ہر وہ شخص جو اصلاح یافتہ ہو وہ مصلح نہیں ہو سکتا۔ مصلح ہونے کے لئے اسے بزرگ اجازت دیتے ہیں۔ وہ اپنے فہم و ادراک سے اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ شخص

دوسروں کی اصلاح کر سکے گا۔ یہ اللہ کے حکم سے اشارہ ہوتا ہے تو اس کو اجازت دیتے ہیں ایسا شخص جس نے اپنی اصلاح کرائی ہوئی ہو اور اس کے بزرگوں نے اس کو اجازت دی ہو ایسے کو تلاش کرنا چاہئے اور اپنا ایک ایک روگ، ایک ایک بیماری، نفس کا ہر ہر تقاضا اس کے سامنے پیش کرنا چاہیے کہ اس کی کیا ترکیب ہو۔ مثلاً نفس مجھے اللہ کے قریب نہیں جانے دیتا نفس مجھ سے گناہ کرواتا ہے اس نفس کو قابو میں لانے کے لیے کیا ترکیب کی جائے۔ وہ چونکہ اس راستے سے گزرے ہوتے ہیں اس واسطے وہ آپ کو اچھی ترکیب بتلائیں گے جب آپ ان گناہوں سے باز آجائیں گے نیکی پر جم جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کی دل میں کشش پیدا ہو جائے گی اس واسطے فرماتے ہیں۔

؎ ان سے ملنے کی ہے ایک ہی راہ
ان کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

جو اللہ کی محبت رکھنے والے ہیں ان سے تعلق پیدا کرنا چاہیے اس واسطے اصلاح ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے اس کو معمولی بات نہیں سمجھنا چاہئے اب دیکھئے قرآن مجید کے اندر جہاں آتا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پارہ الٓمٓ آیت ۴۳) جس طرح نماز اور زکوٰۃ ضروری ہو گئی اسی طرح جتنے بھی احکام قرآن مجید میں ہیں ضروری ہو جاتے ہیں اور جتنے بھی رذائل ہیں ان کا بھی حکم ہے کہ دور کرو۔ اخلاق حمیدہ کو پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح نماز ضروری ہے ان رذائل کو دور کرنا بھی ضروری ہے آپ نماز پڑھ رہے ہیں لیکن دکھاوے کے لیے ریا کے لیے پڑھ رہے ہیں بڑا خشوع وخضوع ظاہر کر رہے ہیں اور نیت یہ ہو کہ لوگ مجھے نیک سمجھیں تو بے کار ہو جاتی ہے نماز۔ تو اس واسطے ہم میں سے ہر ایک کو یہ چاہیئے کہ جن کا بھی نفس ان کو گناہ پر مجبور کرتا ہے ان کو اس نفس کی اصلاح کروانی چاہیے ان کو یہ طریقے پوچھنے چاہئیں کہ کن طریقوں سے گناہ سے بچا جاتا ہے کس

طریقہ سے گناہ چھوٹتے ہیں گناہ اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں اور نیکی اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے نیکی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ سے بُعد (دوری) ہوتا ہے جتنے بھی اللہ تعالیٰ سے دوری کے ذریعے ہیں سب کو دور کرنا یہی اصلاح ہے یہ سب اللہ کے غیر ہیں جب تک آپ ان رذائل کو دور نہیں کریں گے اصلاح نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق نہیں ہوگا اس واسطے ہمیں چاہئے کہ کسی کو رہبر بنالیں اپنا دینی مشیر مقرر کرلیں اپنا استاد دینی مقرر کرلیں اور اس سے پوچھتے چلے جائیں یہ کام کیسے کرنا ہے، یہ کام کیسے کرنا ہے یہ دین کی گاڑی پر چلنے کے لئے دین داروں سے رابطہ پیدا کرنا چاہئے ان سے تعلق پیدا کرنا چاہئے ان سے پوچھتے رہنا چاہئے ان کے کہنے کے مطابق چلتے رہنا چاہئے۔

اصلاح کی حقیقت:

جناب رسول اللہ ﷺ دین کو لے کر آئے ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے رسول اکرم ﷺ کا کہنا مان لیا یہ قافلہ ہے جو چل رہا ہے جناب رسول اللہ ﷺ کو قائد اعظم مان کر اس قافلے کے پیچھے پیچھے ہم بھی لگ جائیں ہم بھی ان کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ تو اصلاح کی حقیقت یہ ہے کہ گناہوں کو آدمی چھوڑ دے، نفس جب گناہ سے باز آجائے پھر سوچ بھی صحیح ہو جائے گی حضور ﷺ نے فرمایا آدمی جب گناہ کرتا ہے ایک سیاہ دھبہ دل پر لگ جاتا ہے آپ نے گناہ سے معافی مانگ لی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تو وہ دھبہ دور ہو جاتا ہے اور اگر آپ نے معافی نہ مانگی اور گناہ کرتے رہے اور دھبے لگتے رہے اور لگتے لگتے دل سیاہ ہو جاتا ہے پھر اس سیاہ دل کو اس گناہ گار کو اچھی باتیں سوجھتی نہیں ہیں بری باتیں سوجھتی ہیں حق اور باطل میں تمیز ختم ہو جاتی ہے اور اگر آپ نے دل کو منور کر لیا صاف کر لیا ستھرا کر لیا گناہوں سے روک لیا پھر اس دل کے اندر نورانی چیزیں آتی ہیں اچھی سوچ آتی ہے ایسی ایسی سوچیں آتی ہیں جو اللہ کے قریب کر دیتی ہیں کہ:

؎ فقیر آں باشد کہ از کشادہ راہ
راہ آں باشد کہ پیش آید شاہ

اچھی سوچ سے راستہ نصیب ہو جاتا ہے صراطِ مستقیم پر چلنا آسان ہو جاتا ہے راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہمیں کھلا رہے ہیں چلا رہے ہیں پال پوس رہے ہیں ہر چیز کی ہماری ضرورتیں پوری کر رہے ہیں پھر ان کی فرمانبرداری نہ کی جاوے تابعداری نہ کی جاوے تو کتنے افسوس کی بات ہے انہی کی نافرمانی کی جائے تو بڑی بری بات ہے تو گناہوں سے بچنے والا شخص گناہوں کا علاج کرنے والا شخص اصلاح پر لگا ہوا ہے گناہ ہمیشہ ہلاکت میں ڈالتے ہیں گناہ دوزخ میں جانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ گناہوں کے لئے مجبور کرتا ہے نفس۔ نفس بڑا سرکش ہے اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۵۳) یہ برائی کا حکم دیتا ہے اگر آپ نفس کی اصلاح کرلیں گے تو یہی ہمارا نفس نفسِ مطمئنہ بن جائے گا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مال بھی تھا سواریاں بھی تھیں لوگ جہاد کیلئے روانہ ہو گئے ان کو خیال آیا میں بعد میں پہنچ جاؤں گا میری سواری بڑی تیز ہے پہنچ جاؤں گا بس ٹالتے رہے یہاں تک کہ مجاہدین واپس آگئے اب بہت رونا شروع کر دیا انہوں نے۔ بڑے پریشان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں کوئی بہانہ نہیں کرتا میرے نفس نے مجھے روک دیا میں آج کل کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گیا سچی بات یہی ہے۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی تو ہمیشہ کیلئے سچ اختیار کر لیا فرمایا کرتے کہ میرے اللہ نے میری قرآن مجید میں بریت ظاہر کر دی ہے یہ سچ کی وجہ سے ہے۔ آخری عمر میں یہ نابینا ہو گئے تھے جب کوئی جھوٹ بولتا تو فرماتے خاموش رہو تمہارے جھوٹ کی بو مجھے آرہی

ہے۔ احساس ایسا صحیح ہو گیا تھا یہ نورانی دل کا اثر ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک سردار آئے انہوں نے کچھ باتیں کیں فرمایا فلاں فلاں بات تو صحیح ہے فلاں فلاں جھوٹی ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے کرتے نفس کی مخالفت کرتے کرتے گناہوں سے بچتے بچتے نیکی پر جمتے جمتے دل نورانی ہو جاتا ہے نورانی سوچ آتی ہے وہ سوچ اللہ کے قریب کرنے والی ہے تو ہمیں بھی اس نفس کی اصلاح کرنی چاہئے اس نفس سرکش کو قابو میں لانا چاہئے اور جب ہم اس پر غالب آجائیں گے نفس قابو میں آجائے گا روح ہماری طاقت ور بن جائے گی روح کی طاقت نیکی سے ہوتی ہے اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے۔ روح جب طاقت ور ہوتی ہے نیکی پر جمتی ہے اور اللہ کی یاد میں لگتی ہے اور نفس جب طاقت ور ہوتا ہے گناہوں میں ملوث ہوتا ہے اللہ کے خلاف باتیں سوچتا ہے اس واسطے ہمیں چاہئے کہ اپنی نفس کی اصلاح کریں جو کچھ عرض کیا یہ معمولی بات نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی مرضی اور من مانی والی زندگی کو چھوڑنا چاہیے اللہ چاہی زندگی بسر کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

آخر میں میری ایک ذاتی درخواست ہے سکھر میں مجھے سینتالیس ۴۷ سال گزر گئے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہاں سے جانے کا ذریعہ بنا دیا ہے اس دوران میں میرے متعلق کسی نے کچھ کہا ہو کوئی زیادتی کی ہو کوئی نقصان پہنچایا ہو تو میں اللہ کے لئے سب کو معاف کرتا ہوں اور ایسے ہی آپ میں سے ہر شخص سے میری گزارش ہے کوئی مجھ سے قصور ہو گیا ہو، غلطی ہو گئی ہو، کسی کے حق میں زیادتی اور بے ادبی ہو گئی ہو، کوئی زیادتی میں نے کی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں قیامت پر نہ چھوڑیں وہاں کا معاملہ بڑا سخت ہے اگر کسی کا مالی حق میرے اوپر رہتا ہے اس کی بڑی مہربانی ہو گی اپنا مالی حق مجھ سے

وصول کرلے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں یہ میرا شاید سکھر میں آخری جمعہ ہو دوسرا جمعہ پنجاب میں آئے گا تیسرا جمعہ اللہ نے نصیب فرمایا تو شاید مکہ مکرمہ میں ہو۔ پھر معلوم نہیں زندگی میں ہماری آپ کی ملاقات ہو کہ نہ ہو۔ تو میں سب سے یہ درخواست کرتا ہوں خدا کے لئے مجھے معاف کردیں اپنے دل کو متوجہ کر کے اپنی زبان سے کہہ دیجئے کہ ہم نے تم کو معاف کردیا آواز بے شک نہ آئے آخرت کا معاملہ بڑا سخت ہے میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ مجھے معاف کردیں گے۔ اس منبر پر بیٹھ کر جو باتیں آپ سے کرلیتا ہوں اللہ کے مقبول اور جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہمارے بزرگ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اس ممبر پر بٹھایا تھا اس دوران مجھ سے یہاں کوئی زیادتی ہو گئی ہو کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادیں۔

لوگ مختلف مقاصد کے لئے اجتماع کرتے ہیں اکٹھے ہوتے ہیں کہیں سینما میں اجتماع ہوتا ہے تھیٹر میں بھی اجتماع ہوتا ہے فحش فلمیں ڈرامے دیکھنے کیلئے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں شادی کی رسوم میں تقریبات میں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور ناچ گانے کی محفل میں بھی۔ مگر یہ اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی خاطر اجتماع ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت بہت بڑا سرمایہ ہے سارے دین کا خلاصہ ہے اسی لئے جب انسان توحید کا اقرار کرلیتا ہے رسالت کو مان لیتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے کسی شخص کے سو سال کفر میں گناہ میں گزرے ہوں بے حیائیاں کی ہوں شراب پی ہو یہاں تک کہ حضور ﷺ کو برا بھی کہا ہو جب وہ توحید کا قائل ہو جاتا ہے رسالت کا قائل ہو جاتا ہے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کرنے والے حضور ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھانے والے حضور ﷺ سجدہ میں جائیں اوپر اونٹ کی اوجھڑی رکھنے والے گالیاں دینے والے حضور ﷺ کے خلاف سکیمیں بنانے والے ان لوگوں نے جب حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیا توحید کا اقرار کرلیا تو صحابی بن گئے۔ صحابی کا وہ مرتبہ

ہے جو کسی ولی کا نہیں ہو سکتا کوئی قطب کوئی ابدال ان کے برابر نہیں ہو سکتا تو اللہ کی محبت اللہ کے رسول ﷺ کی محبت بہت بڑا سرمایہ ہے ہمارے لئے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں ہمیں کس نے جمع کر دیا ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت نے۔ میں تو کس گنتی شمار میں ہوں؟ لیکن آپ لوگوں کا یہ خیال کہ یہ شخص وہاں جا رہا ہے جہاں آقائے نامدار ﷺ تشریف فرما ہیں یہ حضور ﷺ کی محبت آپ کو کھینچ کر لائی ہے ایک گاڑی جا رہی تھی ایک عاشق نے کہا اے گاڑی تو میرے محبوب کی طرف جا رہی ہے وہاں جا کر میرا سلام کہنا اس پر قربان ہو جاتے ہیں ایک عاشق کہہ رہا تھا یہ چاند ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں اس لیے کہ یہ چاند میرے محبوب کو بھی دیکھ رہا ہو گا چاند اس کو محبوب ہو جاتا ہے تو اس وقت جو ہم اکٹھے ہوئے ہیں اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ اور بیت اللہ شریف سے محبت ہے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اس خیال سے کہ یہ شخص وہاں جا رہا ہے جہاں ہمارے آقائے نامدار ﷺ تشریف فرما ہیں تو اس نسبت سے آپ کی یہ محبت اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا اظہار کرتی ہے اور یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کی محبت ہو اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہو ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میرے ساتھ (رسول ﷺ کے ساتھ) اپنے مال سے جان سے والدین سے بچوں سے سب سے زیادہ محبت نہ ہو اب ہم آپ تو ایسے سن کر گزار دیتے ہیں اُن لوگوں کو فکر ہو جاتی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فکر پیدا ہو گئی کہ مجھے تو اپنی جان سے محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مومن نہیں ہوں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ساری چیزوں سے زیادہ آپ کی محبت ہے لیکن اپنی جان سے زیادہ نہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی کہ کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میرے (رسول ﷺ کے) ساتھ جان سے مال سے اولاد سے بیوی بچوں سے ماں باپ سے زیادہ محبت نہ ہو جائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے اصل میں پہلے غور نہیں فرمایا تھا اب انہوں نے غور کیا کہ حضور ﷺ اگر ہمیں جہاد پر بھیجیں تو کیا میں جاؤں گا یا نہیں جاؤں گا دل نے جواب دیا جاؤں گا ضرور جاؤں گا جان کی پرواہ نہیں کروں گا حضور ﷺ کے حکم کا مانوں گا دل پر چوٹ لگی اب جواب دیا یارسول اللہ پہلے میں نے غور نہیں کیا اب میں سمجھتا ہوں آپ کے ساتھ ساری کائنات سے زیادہ محبت ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْآنَ تَمَّ اِيْمَانُكَ۔ فرمایا اب تمہارا ایمان مکمل ہوا تو میں یہ عرض کر رہا تھا اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اللہ کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے یہ محبت اور جتنی بھی زیادہ ہو اتنی اچھی ہے اور یہ عرض کر رہا تھا کہ یہی محبت آپ کو یہاں کھینچ کر لائی ہے کہ ایک شخص آقائے نامدار ﷺ کے پاس جا رہا ہے بیت اللہ شریف جا رہا ہے وہ محبت جو آپ کو وہاں سے ہے وہ کھینچ کر لائی ہے ورنہ ہم کس گنتی شمار میں ہیں ہمارا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی محبت حضور ﷺ کا مقام، ان کے درجوں کی بلندی کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کاش میرا شمار مدینہ منورہ کے کتوں میں ہو جائے ان لوگوں کو سرکارِ دو عالم کا مقام معلوم ہے درجہ معلوم ہے فرماتے ہیں کاش میرا شمار مدینہ منورہ کے کتوں میں ہو جاوے۔ میں اس کو غنیمت سمجھتا ہوں پھر فرماتے ہیں قاسم کی قسمت یہ کہاں ہو سکتی ہے کس قدر سمجھتے ہیں آقا کی بلندی کو اور اپنی پستی کو۔ کتنا اونچا مقام ہے کہ فرما رہے ہیں میری قسمت کہاں مدینہ شریف کا کتا بن سکوں دوسری خواہش یہ ہے کہ کاش جب میں مر جاؤں اور مدینہ منورہ کے مور مجھے نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیں یہ بھی پسند ہے پھر فرماتے ہیں یہ بھی میری قسمت کہاں ہوگی وہ اونچا مقام ہے میں اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھ رہا ہوں میرا وہ مقام کہاں میری قسمت کہاں وہاں جا سکوں پھر فرماتے ہیں کاش جب میں مر جاؤں تو میری قبر کی مٹی اڑ کر مدینہ منورہ کے اوپر پہنچ جائے لیکن یہ بھی نہیں امید۔ میرا مقام یہ بھی نہیں کہ میری مٹی مدینہ منورہ جیسی پاک جگہ میں جا سکے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو حضور ﷺ کا مقام حضور ﷺ کا درجہ حضور ﷺ

کی شان معلوم ہے ہم لوگ تو بے دھڑک جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں تو کس گنتی شمار میں ہوں ہمارے تو بڑے یوں سمجھتے ہیں ہمیں کیا سمجھنا چاہئے تو اللہ کی محبت اللہ کے رسول ﷺ کی اس محبت نے کھینچ کر ہمیں یہاں اکٹھا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اس محبت کو بڑھائے بہت بڑھائے بہت بڑھائے بہت بڑھائے حتیٰ کہ دنیا کی تمام محبتوں پر یہ محبت غالب آجائے بیوی کی محبت بچوں کی محبت ماں باپ کی محبت ہمیں اس کے خلاف کرنے نہ دے اگر ایک طرف ہو جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم دوسری طرف ہو بیوی کی خواہش بچوں کی خواہش برادری کی خواہش اگر اس وقت میں نے حضور ﷺ کا حکم مان لیا تو سمجھیں گے حضور ﷺ سے محبت زیادہ ہے اور اگر بیوی بچوں کا کہنا مان لیا خلافِ حکمِ شریعت تو سمجھیں گے حضور ﷺ سے محبت کم ہے اس طرح امتحان ہوتا ہے ویسے تو ہم محبت کا بڑا اظہار کرتے ہیں یہاں آکر پتہ لگتا ہے یہاں ہم حضور ﷺ کے حکم کو ٹھکرا دیں معاذ اللہ استغفر اللہ پھر محبت میں فیل ہو گئے ہم۔ اور اگر بیوی مجبور کرے حضور ﷺ کے خلاف بچے مجبور کریں انکا کہنا نہ مانے حضور ﷺ کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھ لیں۔ پھر کہیں گے حضور ﷺ کی محبت زیادہ ہے اس کسوٹی پر خود کو پرکھیں لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ تو اللہ کی محبت اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ساری محبتوں پر غالب ہونی چاہیے انسان پختہ ارادہ کرلے میرے نفس پر آرے چلیں دنیا مجھے بدنام کرے دنیا مجھے ذلیل کرے دنیا مجھے طعنے دے میں اللہ اور اللہ کے رسول کا کہنا مانوں گا دنیا کے پیچھے نہیں جاؤں گا تہیہ کرلے اس واسطے چند دن کی دنیا میں آپ کھیل تماشے دیکھ لیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکموں کو توڑ کر دیکھ لیں جب آنکھیں بند ہونے کا وقت آپڑے گا پھر پتہ لگے گا کہ کیا کر رہے تھے تم کہاں جا رہے تھے پیشی بھی ہونی ہے انہی کے سامنے ہونی ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے جنھوں نے ہمیں پالا، پوسا کھلا رہے ہیں پلا رہے ہیں۔ کہاں ایک چھوٹا سا بچہ کہاں ماں کے پیٹ میں، کہاں اتنا بڑا انسان بن گیا کون کر رہا ہے انہیں کے سامنے

پیشی ہوگی۔ انہوں نے ہی ہماری روح نکالنے کا حکم دینا ہے اور قیامت میں ان کے سامنے پیشی ہونی ہے آج انسان یہ سمجھتا ہے میں جو کرلوں ٹھیک ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ میں مسلمان ہوں گناہ کے کاموں کو تفریح کا سامان سمجھ کر کر رہا ہے حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے گانے بجانے والی چیزوں کے مٹانے کے لیے بھیجا ہے اور آج ہم کیا کر رہے ہیں جس کے مٹانے کے لئے حضور ﷺ تشریف لائے اس کو ہم فروغ دے رہے ہیں اس کو ہم بڑھا رہے ہیں اس کے لئے پیسے خرچ کر رہے ہیں دام خرچ کر رہے ہیں پھر سوچ لیں کتنی محبت ہے حضور ﷺ سے۔ یہاں آ کر پتہ چلتا ہے۔ انسان کو تہیہ کر لینا چاہیے جب آپ کو کسی سے محبت بے انتہا ہوتی ہے آپ اس کے اشارے پر چلتے ہیں اس کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں اگر حضور ﷺ کی محبت ہے تو ان کے اشارہ پر چلنا چاہیے ان کے حکم پر قربان ہو جانا چاہیے بلکہ ہر حکم پر تندہی کے ساتھ کوشش کر کے عمل کرنا چاہیے ورنہ پھر ہم محبت میں کچے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائیں آپ کو بھی توفیق عطا فرمائیں ساری زندگی ہمیں حضور ﷺ کی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائیں جب وقت آئے سچے ایمان پر پکے ایمان پر پختہ ایمان پر کامل مغفرت فرما کر اپنی کامل رحمت سے ڈھانپ کر اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلالیں، آمین۔

☆☆☆

رضائے حق کیلئے مجاہدہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ○

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ (پارہ ۲۱، سورۃ عنکبوت، ۶۹)

ترجمہ: ”اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھا دیں گے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا ورحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے“۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں نیکی پر جمنے کے لئے کتنی بھی محنت ہو، کتنی بھی مشقت ہو، کوفت ہو، برداشت کرتے ہیں اللہ کی فرمانبرداری میں فرق نہیں آنے دیتے۔ اسی طرح گناہ سے بچنے میں کتنے ہی نفس پر آرے چلانے پڑیں۔ کتنے ہی لوہے کے چنے چبانے پڑیں کتنی ہی تکلیف ہو برداشت کرتے ہیں، گناہ سے بچتے ہیں۔ گناہ سے بچنا اور نیکی پر جمنا اسی سے اللہ تعالیٰ راضی

ہوتے ہیں۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ یہ پھل ان کو اسی محنت اور مشقت سے ملتا ہے اور آیت مبارکہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا میں یہ بتا دیا کہ یہ محنت اور مشقت کرنا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔

اعمال کی مقبولیت کی شرط:

اور ایک دوسرے معنی اس میں "لَـنَـا" کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کرنے کا اور گناہ سے بچنے کا بتایا ہے وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقہ کے خلاف نیکی نہیں کرتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھائے ہوئے سبق کے مطابق نیکیاں کرتے ہیں۔ ایسی نیکی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ جو اس نمونہ کے مطابق عمل کرے گا جس طرح ان کا قول، فعل اور عمل ہے وہ اللہ کے یہاں قبول ہوگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

مشقت اٹھانے پر آسانی کا وعدہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اس آیت سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے (تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں) کہ ہم اپنی رضا کا راستہ کوشش کرنے والے کیلئے ضرور آسان کر دیتے ہیں۔ آسان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔ اس آیت میں لام بھی تاکید کا ہے نون بھی تاکید کا ہے اور جملہ بھی تاکید کا ہے۔ تین تاکیدوں کے ساتھ فرماتے ہیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم اپنی رضا کے راستے ان کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔ کیا مطلب؟ یعنی ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے چلتے ہیں۔ جو لوگ یہ چاہیں کہ گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے نیکی پر جمنا آسان ہو جائے تاکہ اللہ راضی ہو جائیں تو ان کو چاہیے محنت کریں، مشقت اٹھائیں جو تکلیف ہو اس کو برداشت کریں اور

نیکی پر مضبوط رہنے کے لیے اپنی طرف سے پوری کوشش کریں جب اللہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ مجھے راضی کرنے کے لیے گرتا پڑتا آرہا ہے (افتاں خیزاں چل رہا ہے) تو اس کو سنبھال لیتے ہیں۔ خود (اپنے) ساتھ لے لیتے ہیں۔

مجاہدہ اور معیتِ خداوندی:

اب یہ بات کہ کیسے ہاتھ پکڑتے ہیں (اس کو مثال سے سمجھیں) ایک آدمی ہے اس نے نیت کی کہ تہجد کی نماز پڑھوں گا۔ فجر کی نماز مسجد میں جا کر پڑھوں گا۔ نیت کی اس کے لیے اٹھنے کی کوشش بھی کی۔ وضو اور مسواک کر کے سویا، دعا کر کے سویا۔ اب یہ سو رہا تھا۔ گھر والے بھی سو رہے تھے۔ گلی محلہ والے بھی سو رہے تھے اس کے دل کے اندر کسی نے داعیہ پیدا کیا۔ یہ اٹھ بیٹھا، اٹھ کر تیاری شروع کر دی سردی اس قدر کہ بستر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، پانی ٹھنڈا ہے وضو کرنے سے دل گھبراتا ہے، باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا مگر یہ ساری تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ استنجاء کرتا ہے، مسواک کرتا ہے، وضو کرتا ہے اور مسجد کو چل دیتا ہے۔ یہ قوت یہ ہمت کس نے دی۔ دل کے اندر یہ مضبوط داعیہ کس نے پیدا کیا۔ اسی کو کہتے ہیں "ہاں نہ پنداری کہ تنہا میروی" یہ خیال نہ کرنا کہ مسجد کو تو تنہا جا رہا ہے ہم تیرے ساتھ ساتھ ہیں، تیری کیا ہمت تھی کہ تو جا سکتا۔ تیری کیا ہمت تھی کہ سردی کا مقابلہ کرتا، تیری کیا ہمت تھی کہ نرم اور گرم بستر چھوڑتا۔ ہم تیرے ساتھ تھے، اس طرح وہ مہربانی کرتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ کام آسان فرما دیتے ہیں۔ (ایک تو یہ ہوا کہ توفیق اور ہمت دی، دوسرے تکلیف برداشت کرنے پر اجر اور اپنی معیت بھی عنایت فرماتے ہیں) آدمی جب اللہ کو راضی کرنے کے لیے نفس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ خواہشاتِ نفسانی کو دباتا ہے، تکلیفیں برداشت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے کام آسان کر دیتے ہیں ہم لوگ نیت نہیں کرتے کوشش نہیں کرتے نیکی پر جمنے کی۔ گناہ چھوڑنے کی۔ کوشش کریں پھر معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

میرے ساتھ ہیں۔ ہر وقت ان کا ساتھ (معیت) محسوس ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو محسوس ہوتا ہے انہوں نے تجربہ کے بعد ہمیں بتایا ہے۔ مشاہدہ کر کے بتایا ہے کہ ہمارے اللہ ہمارے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں (بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ)

گو ہزاراں دام باشد ہر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

اگر ایک ایک قدم پر لاکھ رکاوٹیں اور جال ہوں۔ اے اللہ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے اللہ اگر آپ میرے ساتھ ہیں مجھے کوئی غم کوئی فکر نہیں۔

گو ہزاراں دام باشد ہر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

(حق تعالیٰ مؤمن کے دل میں کیسے جلوہ افروز ہوتے ہیں)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں رہتے نہیں ہیں۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ انہوں نے اپنے دل میں اللہ کو رچایا نہیں۔ رچائیں ان کی فرمانبرداری کر کے ان کی نافرمانی چھوڑ کر ان کو بار بار یاد کر کے ذکر اور فکر سے رچائیں میں بقسم کہتا ہوں کہ پھر نکالنا بھی چاہیں تو بھی نہیں نکلیں گے۔ وہ اللہ میاں ایسے مہربان ہیں۔

من نہ گنجم در زمین و آسمان
در دلِ مومن بگنجم بے گمان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری سمائی کہیں نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں۔ اگر میری سمائی ہے تو مومن کے دل میں ہے.... نہ گنجم در زمین و آسمان۔ مگر مؤمن کے دل میں سما جاتا ہوں وہ تو بڑے مہربان ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ ہم آگے نہیں بڑھتے یہ تو آپ

نے کئی دفعہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ مَاشِيًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ هَرْوَلَةً کہ میرا بندہ اگر ایک بالشت آتا ہے تو میں ایک ہاتھ آگے آتا ہوں بندہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ بندہ میری طرف چل کر آتا ہے میں دوڑ کر ملتا ہوں۔ آپ اندازہ کیجیے۔ یہ حدیث قدسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا مضمون نقل کیا ہے۔ کمی ہے تو ہمارے اندر ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ کا نام بھی لیتے ہو۔ پہنچنا بھی چاہتے ہو پھر دنیا پر بھی نظریں رکھتے ہو۔ دنیا کا مطلب گناہ والی زندگی۔ ناجائز زندگی۔

حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے عاشق گزرے ہیں فرماتے ہیں میں تو دوٹوک بات کرتا ہوں

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد

فرماتے ہیں مختصری بات کرتا ہوں کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔

یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

یا تو اپنے جسم (تن) کو اپنے من کو اللہ کے حوالے کر دو۔ دوست (اللہ) کے حوالے کر دو۔ بس ان کے بن جاؤ۔ جیسے وہ رکھیں ویسے رہو اگر یہ نہیں کر سکتے تو چھوڑ دو اللہ کو۔ یار کو چھوڑ دو۔ ادھر نظر ہی نہ کرو۔ اتنا بھی تم نہیں کر سکتے احکم الحاکمین تمہارا مالک تمہارا خالق تمہارا رب اس کا کہنا نہیں مانتے کتنے افسوس کی بات ہے۔ اپنی مرضی ان کے حوالے کر دو۔ یا تن برضائے دوست می باید داد۔ جو ان کی خواہش وہ تمہاری خواہش ہونی چاہیے جو ان کی مرضی وہ تمہاری مرضی ہونی چاہیے۔ اگر یہ نہیں تو چھوڑ دو اس خدا کو۔ کوئی اور خدا بنا

لو۔ اتنی غیرت میں آ کر کہہ رہے ہیں۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں۔

؎ سرِ غمِ عشق ہر بوالہوس را نہ دہند
سوزِ غمِ پروانہ مگس را نہ دہند

اللہ کی محبت کی چاشنی کسے نصیب ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا غم اپنی محبت کی چاشنی ہر بوالہوس کو نہیں دیتے۔ جس طرح پروانہ دیئے پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے مکھی کو وہ عشق تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ پروانے کو روشنی سے عشق ہوتا ہے وہ جا کر اپنے آپ کو جلا دیتا ہے۔ مکھی نہیں جلاتی۔ اسی طرح بوالہوس کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی چاشنی نہیں دیتے۔ جو سچے مخلص ہوتے ہیں وہ آگے بڑھتے ہیں جن پر محبت کا حال غالب ہو جاتا ہے وہ ان کا مقام بن جاتا ہے ان کو ہر حال میں اللہ کی طلب کی تڑپ ہوتی ہے کہ میرا اللہ کسی طریقے سے راضی ہو جائے۔ ہر حال میں اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ کی رضا پر نظر ہوتی ہے میرا اللہ کس بات سے راضی ہوتا ہے کس بات سے ناراض ہوتا ہے۔ ناراضگی والی باتیں چھوڑ دیتے ہیں رضا مندی والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اپنی مرضی نہیں کرتے۔ خواہشات نفسانی کو قربان کر دیتے ہیں۔ اپنی انا کو مٹا دیتے ہیں اپنے تکبر کو بالکل جلا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو سمجھنا کہ میں بھی کچھ ہوں (اپنی مرضی والا ہوں) کتنے افسوس کی بات ہے۔ جتنا جتنا کوئی شخص اللہ کی جلالتِ شان سے واقف ہوتا جاتا ہے (مشاہدہ کرتا رہتا ہے) جتنی ان کی جلالت شان مستحضر ہوتی ہے ان کی کبریائی ان کی بڑائی ذہن میں آتی جاتی ہے اتنا ہی یہ شخص اپنے آپ کو پست کرتا چلا جاتا ہے اپنے آپ کو بالکل معمولی سمجھتا ہے اور جب تک ان کی کبریائی ذہن میں نہیں آتی اپنے آپ کو سمجھتا ہے میں بھی کچھ ہوں۔ ''میں'' تو ہے ہی کچھ نہیں۔

''میں'' کی ممانعت اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے کئی دفعہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا ہے۔ بہت بڑے عاشق تھے۔ بڑے اونچے درجے کے بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں میں اس اللہ کی کیا تعریف کروں وہ تو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ میں اس اللہ کا کیا نام لوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اس اللہ کا نام کیا بتاؤں۔ میں تعریف کیا کر سکتا ہوں۔ بڑے اللہ کے عاشق تھے۔ جو عاشقین صادقین ہوتے ہیں انہی کے اندر خالص اخلاص ہوتا ہے وہی خالص اللہ کے بندے بنتے ہیں اور ہر وقت ان کو فکر ہوتی ہے یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ہر وقت ان کو یہ دھن ہوتی ہے میرے اللہ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ اللہ کا فضل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔ ہر وقت یہی دھیان رہتا ہے (ڈھونڈتے رہتے ہیں) کہ اللہ میاں کس بات سے راضی ہوتے ہیں اللہ کا فضل اللہ کی رضا کیسے حاصل ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنے معاملات ٹھیک کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے، سلام کلام ساری معاشرت کو ٹھیک کرتے ہیں۔ عبادات کو بناتے سنوارتے ہیں تاکہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اخلاق کو ٹھیک کرتے ہیں تاکہ اللہ راضی ہو جائے تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اللہ کے سامنے کبھی کھڑے ہیں کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا اللہ کے فضل کے متلاشی ہیں۔ اللہ کی رضا کے متلاشی ہیں پھر اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ان کے دل کے اندر اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے۔ شدت کی محبت ہو جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اب ان کی نشانی بن جاتی ہے۔ ایسے مومن پکے بندے بن جاتے ہیں کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ جب یہ کام ہو گیا (جب یہ حالت ہو گئی) سمجھو کام بن گیا۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے عاشق اتنے بڑے محب مگر حال ان کا یہ تھا کہ فرماتے ہیں (انہوں نے تقریباً اٹھائیس ہزار آٹھ سو

اشعار مثنوی شریف کے لکھے ہیں) میں فکر کرتا ہوں (سوچتا ہوں) کہ مصرع کہوں پھر دوسرا مصرع اس سے قافیہ ملا کر کہوں کہ شعر کا وزن درست رہے۔ میں سوچ میں ہوتا ہوں تو میرے اللہ میرے دل میں ڈالتے ہیں (القا کرتے ہیں) الہام ہوتا ہے اے میرے بندے تو اس فکر میں کیوں پڑا ہے۔ تو ہماری طرف نظر کر قافیہ ہم بتائیں گے تو اس سوچ میں کیوں پڑا ہے۔

؎ قافیہ اندیشم و دل دارِ من

گوید میندیش جز یادِ من

تو ہماری طرف رجوع کر تو قافیہ کی فکر نہ کر۔ ہم تیرے دل میں ڈالتے جائیں گے تو لکھتا جا۔ جناب ایسے مخلص بندے تھے (کہ القا اور الہام سے ہٹ کر ایک لفظ بھی نہیں لکھا) عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ ایک حکایت لکھی۔ لکھ کر پھر اس سے سبق نکالا (اخذ کیا) اللہ کی رضا کا۔ اللہ کی فکر کا۔ دنیا کی بے ثباتی کا۔ آخرت کا۔ مثنوی شریف کے سارے اشعار لکھ کر جب آخر میں پہنچے ہیں جہاں انہوں نے مثنوی (اچانک) ختم کر دی۔ ایک حکایت شروع کی تھی درمیان میں پہنچ کر وہ الہام کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب فرماتے ہیں میرے اللہ نے میرے دل میں جو انشراح پیدا کیا تھا۔ یہ تعلق غیبی تھا اور یہ رابطہ تھا میرے ساتھ جو اللہ نے اب بند کر دیا ہے۔ میں بھی مثنوی (لکھنا) بند کر دیتا ہوں۔ وہی آدھی حکایت لکھ کر بند کر دیا۔ کس قدر اخلاص ہے۔ (ذرا خیانت نہیں کی) کوئی اور ہوتا بناوٹی کہانی اپنی طرف سے گھڑ لیتا (مگر) نہیں جب الہام ہونا بند ہو گیا لکھنا بھی بند کر دیا یہ کون کر سکتا ہے؟ یہ عاشق صادق ہی کر سکتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان کی شان ہوتی ہے وہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا (وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ) لوگ کیا کہیں گے یہ بزرگ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا پھر کوئی اللہ کا بندہ پیدا ہو گا وہ اس مثنوی کو مکمل کرے گا۔

مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ اور تکمیل مثنوی:

(عرصہ گذرتا گیا اور) پھر بارہویں صدی ہجری میں کاندھلہ (ہندوستان) میں مفتی الٰہی بخش صاحب گزرے ہیں انہوں نے مثنوی شریف مکمل کی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی مخلص تھے اور یہ بھی مخلص تھے۔ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میرے اندر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے ذریعے مضامین ذہن میں ڈالتے جاتے ہیں۔ میں عرض کرتا جاتا ہوں یہ عاشقین صادقین کا کام ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھتے ہی کچھ نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی علو شان، بڑائی، عظمت، ہیبت، جلالت اور کبریائی ہر وقت ان کے سامنے رہتی ہے۔ ہماری طرح نہیں کہ ہم اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اور ان کو کبھی بڑائی کا خیال بھی نہیں آتا۔ ہمیشہ اپنی پستی نظر میں رہتی ہے۔ (یہ حقیقت ہر وقت ان کو مستحضر رہتی ہے کہ) ہم کچھ بھی نہیں۔ جب میرے مولا مجھ کو چلائیں میں چل سکتا ہوں۔ نہ چلائیں میں ہل بھی نہیں سکتا۔ اتنے بڑے عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے اللہ چلا رہے تھے میں چل رہا تھا (مثنوی لکھ رہا تھا) انہوں نے روک دیا تو میں بھی رک گیا۔ بدنامی کی (بالکل) پرواہ نہیں کی۔ اللہ کی کبریائی ان لوگوں کے سامنے ہوتی ہے ان کے دل میں تکبر آ بھی نہیں سکتا۔ ہر وقت اپنی بے چارگی عاجزی اور مسکنت ذہن میں ہوتی ہے۔

ایاز اور حقیقتِ فنائیت:

ایک عام حکایت ہے۔ ایاز غلام تھا سلطان محمود غزنوی کا۔ بڑا سمجھ دار غلام بڑا وفادار۔ اس کی سمجھ، اس کی وفاداری کی وجہ سے باوجود غلام ہونے کے سلطان محمود ایاز کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ گھر کے معاملات میں بھی اس کو دخیل بنایا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس کے وزراء، امراء بڑے بڑے عہدہ دار ایاز سے حسد کرتے تھے کہ غلام ہو کر اتنا قریب ہے اور ہم بڑے بڑے وزیر ہو کر بھی اتنے قریب نہیں ہیں۔ بہت حسد کرتے تھے اور

طریقہ طریقہ سے بادشاہ کو ورغلاتے تھے ایاز کے خلاف (اکساتے تھے) کئی واقعات ایسے ہیں۔ ایک واقعہ یہ ہے۔ ایاز سارا دن تو بادشاہ کی خدمت کرتا۔ رات کو محل سرائے سے جب نکلتا، رخصت ہو کر پہلے ایک کوٹھڑی میں جاتا۔ حسد کرنے والوں کو ایک موقع مل گیا۔ بادشاہ کو رپورٹ کی کہ ایاز رات کو محل سے قیمتی قیمتی جواہرات نقدی اور سونا چاندی لے کر نکلتا ہے اور اپنی کوٹھڑی میں جا کر ان کو دفن کرتا ہے۔ اس طریقے سے بادشاہ کو بھکایا۔ بادشاہ کو معلوم تو تھا (کہ ایسا نہیں ہوسکتا) مگر وزیروں کا منہ بند کرنے کے لیے پروگرام بنایا اور ایک دن جب ایاز اپنی کوٹھڑی میں گیا تھا بادشاہ اور وزیر پروگرام کے مطابق وہاں پہنچ گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ (یہ کوٹھڑی الگ تھی اور سونے کا کمرہ الگ تھا) بادشاہ نے کہا ایاز تو یہاں کیا کرنے آیا ہے؟ اور وزیروں سے کہا آدمی بلواؤ اور (فرش کھدواؤ) فرش کھودنا شروع کیا کھود رہے ہیں کھود رہے ہیں۔ کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ بادشاہ نے کہا ایاز تو یہاں کیوں آتا ہے؟ یہ وزیر شکایت کرتے ہیں کہ تو محل سے قیمتی موتی اور سونا چاندی لے کر آتا ہے اور یہاں دفن کرتا ہے یہاں کیا کرنے آتا ہے تو؟ اس نے کہا حضور بات یہ ہے کہ آپ نے مجھے بہت عزت اور شفقت دی ہوئی ہے۔ مجھے بہت نواز رکھا ہے۔ آپ نے مجھے بہت مقرب بنایا ہے۔ آپ مجھے بڑی بڑی نعمتیں دیتے ہیں۔ اس خیال سے کہ میرا دماغ خراب نہ ہو جائے۔ میں متکبر نہ بن جاؤں کہ مجھ جیسا کوئی وزیر بھی نہیں ہے میں اس کوٹھوی میں آتا ہوں کہ میں جب پہلے دن آیا تھا تو یہ پوستین جو لٹکی ہوئی ہے اور یہ گدڑی جو پھٹی پرانی ہے یہ پہن کر آیا تھا۔ میں آپ کے محل سے یہاں آتا ہوں اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہوں ''ایاز قدرِ خود بشناس'' ایاز اپنی قدر پہچان۔ تو تو یہ تھا۔ پرانی پھٹی ہوئی گدڑی اور پھٹی ہوئی پوستین پہن کر آیا تھا۔ یہ تیری ہستی ہے آج بادشاہ نے تجھے بڑے شاندار کپڑے پہنائے ہیں۔ بڑی عزت کرتے ہیں۔ تو اترانا نہیں۔ تکبر میں نہ آنا اپنی حقیقت پہچان تو یہ تھا۔ بادشاہ تجھے نواز رہا ہے کیا پتہ کل کو

کیا حشر ہونا ہے تو حضور میں اپنے آپ کو صحیح جگہ پر رکھنے کے لیے اپنی اصلی حالت کو یاد رکھنے کے لیے یہاں آتا ہوں۔ اب سارے وزیر حیران اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے شخص اے انسان تو آج بڑا خوبصورت بنا ہوا ہے تیری بڑی اچھی آنکھیں ہیں بڑا اچھا رنگ ہے بڑے اچھے بال ہیں، بڑے اچھے ہاتھ پاؤں ہیں، احسن تقویم سے تجھے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ساری مخلوق میں بہترین صورت ہے اے انسان تیری۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں۔ آج تو اتنا خوبصورت انسان بنا ہوا ہے تو جانتا ہے تیری ہستی کیا ہے ماں کا خونِ حیض تیری گدڑی تھی باپ کا نطفہ تیری پوستین تھی یہ تو تیری حقیقت ہے اور آج تو بڑا بنا پھرتا ہے اور تو سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ اللہ والے اس طرح اپنے آپ کو سمجھاتے ہیں۔ ان کے دل میں اللہ کی کبریائی سمائی رہتی ہے۔ اللہ کی بڑائی سمائی رہتی ہے۔ اللہ کی عزت عظمت اور ہیبت ان کے دل پر چھائی رہتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں۔ بالکل رذیل سمجھتے ہیں۔ وہ دل سے سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں، کھلانے والے اللہ، پلانے والے اللہ، لباس دینے والے اللہ۔ اگر میں اعلیٰ درجہ کی عقل سے کام کرتا ہوں عقل دینے والے کون ہیں۔ دماغ کس نے دیا، آنکھوں سے دیکھ کر پڑھتا ہوں تو آنکھیں کس نے دیں۔ ان میں نور کس نے دیا۔ ہاتھ سے لکھا تو لکھنے کی طاقت کس نے دی۔ ہاتھ کی انگلیاں کس نے بنائیں۔ پاؤں سے چل کر سیکھتے گیا ان میں چلنے کی طاقت کس نے دی۔ میں بول بول کر یاد کروں تو (یہ بولنے کی طاقت کس نے دی) کس نے یاد کروایا۔ وہ اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور ہم لوگ جن کا تعلق اللہ سے نہیں ہے ہم سمجھتے ہیں ہم سب کچھ ہیں، ہم بڑے قابل ہیں۔ دولت مند ہیں۔ (ارے) دولت کس نے دی تم کو؟ جائیداد والے جائیداد کس نے دی تم کو؟ کوئی بڑے عہدے پر لگا ہوا ہے یہ عہدہ کس نے دیا؟ دینے والے کو بھول جاتے ہیں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں بے وقوفی کی بات ہے، حماقت کی بات

ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اس اللہ کی کیا بات کروں میری تو کسی ایک رگ کی بھی حیثیت نہیں ہے وہ ایسے مہربان مولا ہیں۔ بڑی ذات گرامی ہے ان کا کوئی شریک بھی نہیں ہے۔ اس کی میں کیسے تعریف کروں۔ اتنا اپنے آپ کو پست سمجھتے ہیں۔ پہلے بھی کئی مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا ہے کتنے اونچے (درجہ کے) ولی کہ سینکڑوں ہزاروں کو اللہ والا بنا گئے آج تک ان کا نام بڑے ادب سے لیا جاتا ہے۔ جب یہ حج کرنے گئے ہیں بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑا ہوا ہے۔ اللہ کی محبت اللہ کی ہیبت سامنے ہے۔ عرض کرتے ہیں۔

؎ من نہ گویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو برگناہم کش

یا اللہ میں نہیں کہتا میری نیکیاں قبول کر لے۔ میری نیکیاں ہوں تو کہوں۔ میری درخواست یہ ہے قلم عفو برگنا ہم کش میرے جتنے گناہ ہیں ان پر معافی کا قلم پھیر دیجیے۔ میری تو یہ درخواست ہے۔ کتنے اونچے لوگ ہیں یہ۔ اور ہم حقیر ذلیل کوئی چیز ہماری صاف ستھری نہیں ہے اور ہم سمجھتے ہیں ہم بڑے ہیں کہاں سے بڑے ہو تم۔ جس نے بنایا ہے ان کو بھول گئے کتنی حماقت اور بے وقوفی کی بات ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا جو لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لیے نیکی پر جمنا چاہتے ہیں گناہ سے بچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ مشقت برداشت کریں نفس کے تقاضوں کو دبائیں۔ نفس کو پیچھے ڈالیں۔ کتنی بھی تکلیف ہو برداشت کریں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

☆☆☆

آخرت سنوارنے کا فکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا کثیرا o

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ

حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو آخرت کو چھوڑ دیا تم نے۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو۔ یاد رکھو کہ دنیا کا سامان آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ کو بھولنے والا! وہ نا کام ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

؎ غم دیں خور کہ غم غم دیں است

دین کا غم کھاؤ کہ اصل غم دین ہی کا غم ہے۔ جتنے بھی غم ہیں وہ اس سے کم درجہ کے ہیں یہ غم کھانا چاہیے۔ فکر ہونی چاہیے تو کس چیز کی ہونی چاہیے دین کی ہونی چاہیے اس لیے کہ دین کے ساتھ آخرت بنتی ہے اصل غم اصل فکر دین ہی کا ہے اور دین کس کو

کہتے ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچائے ہیں ان احکام کا نام دین ہے سارے غم سارے فکر سب اس سے کم درجہ کے ہیں تو پھر دین کے غم کے بارے میں تو یہ بتایا اور دنیا کے غموں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

غم دنیا مخور کہ بے ہودہ است

یعنی دنیا کا غم نہ کھاؤ یہ غم بیہودہ ہے۔

اطمینانِ قلب کی کسوٹی:

اس دنیا میں جو صرف دنیا دار ہے جس کے پاس دین نہیں ہے کتنا بھی دنیا کما لے اس کو کبھی بھی تم خوشحال نہیں دیکھو گے یعنی اس کا دل سکون سے چین سے ہو اور وہ راحت اور اطمینان سے رہے اس کا دل کبھی بھی مطمئن نہیں ہوگا اس کے حالات کا تجربہ کر لو، کچھ عرصہ جائزہ لے لو، تجربہ کرلو۔ چالیس دن کسی اللہ کے مقبول کے پاس جا کر رہو اس کے حالات کا جائزہ لیتے رہو پھر دیکھو کہ وہ کتنے غم کھاتا ہے کتنی اس کو پریشانیاں ہوتی ہیں کیا حال اس کا ہوتا ہے اچھی طرح تم دیکھتے رہو۔ دیکھتے رہو گے تو معلوم یہ ہوگا کہ وہ بالکل مطمئن رہتا ہے سکون سے ہے اطمینان ہے چین ہے راحت ہے اور پھر چالیس دن کسی بڑے جس کو تم سمجھتے ہو کہ بڑے کمال درجہ کا دنیا دار ہے اس کے پاس جا کر رہو چاہے بڑا عہدہ دار ہو چاہے بڑا مال دار ہو چاہے بڑی جائیداد والا ہو اس کے پاس دین نہ ہو خالی دنیا ہو اس کے پاس جا کر رہو تو تم کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ہر وقت پریشان رہتا ہے انسان روپیہ پیسہ کو آرام کا سامان سمجھتا ہے لیکن آرام اور چین تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رکھا ہوا ہے انسان عہدے کو چین اور عزت کا سامان سمجھتا ہے لیکن چین اور عزت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ المنافقون: آیت ۸)

عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لیے ہے۔

تو موازنہ کرلو تم اللہ والوں کے پاس جا کر رہو کہ وہ پریشان ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے۔ ہوگا تو عارضی طبعی فکر ہوگا۔ عقلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بالکل مطمئن ہوں گے سکون میں ہوں گے۔ وجہ کیا ہے؟ ان کو صرف ایک آخرت کی فکر ہوتی ہے کہ آخرت بن جائے بس کسی طریقہ سے آخرت بن جائے ہر وقت ان کو یہی فکر ہوتی ہے کہ آخرت بن جائے۔

فکرِ آخرت:

آخرت بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ نیک اعمال کرنا اور برائیوں سے بچنا اور پھر اس فکر کو تازہ کرنے کے لیے آخرت کی تیاری کرنے کے لیے وہ ایسے ایسے مضامین پڑھتے ہیں ایسی مجلسوں میں رہتے ہیں ایسے ایسے لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کوئی طریقہ ایسا ہو جائے کہ جس سے میری آخرت بن جائے جب آخرت کا فکر ہوگا تو اعمال صالحہ کئے جائیں گے اور گناہوں سے پرہیز کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب اندازہ کیجیے کتنا اونچا مقام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا کتنا اونچا مقام ہے اور پھر کئی مضامین جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں آتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہونا چاہیے ایسا ہونا چاہیے پھر ان کی رائے کے مطابق آیات آ جاتی تھیں۔ کتنا صحیح تخیل تھا کتنی صحیح سمجھ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں کہ جن کو دنیا کے اندر ہی جنت کی خوشخبری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی تھی دنیا میں ہی پتا لگ گیا تھا کہ میری آخرت اچھی ہے آخرت کے لحاظ سے کامیاب ہوں یہاں تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمر جس گلی سے گزر جاتا ہے شیطان اس گلی سے بھاگ جاتا ہے۔ حضرت حفصہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہیں تو کتنے فضائل ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے لیکن پھر بھی حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ مجھے ایسی باتیں بتاؤ جس سے میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھ جائے آخرت کی فکر پیدا ہو جائے ایک دفعہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ آپ مجھے ایسا مضمون سنایئے ایسی کوئی بات بتایئے جس سے میرے دل میں اللہ کا خوف بڑھ جائے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا خلیفۃ المسلمین حضرت عمر! کیا آپ کے پاس اللہ کی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے اللہ کی کتاب کلام اللہ پورا ہو چکا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال مدوّن ہو چکے ہیں آپ نے سارے حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے ہیں ان کی باتیں سنی ہیں ان کو کام کرتے دیکھا ہے۔ یہ کیا آپ کے پاس نہیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں بے شک ہے لیکن پھر بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنی زبان مبارک سے ایسا کوئی مضمون بتایئے کہ میرے دل کے اندر اللہ کا خوف اور بڑھ جائے اس پر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! آدمی کے بس میں جتنا ہو اتنا نیک عمل کرلے۔ آدمی جتنا ہو سکے نیک عمل کرلے قیامت کا دن بڑا سخت ہوگا اگر آپ کے پاس قیامت کے دن ستر انبیاء کرام کے برابر بھی عمل ہوں گے تو وہ بھی کم پڑ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر بڑا اثر ہوا اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے سر جھکا دیا۔ سر جھکا کر غور کرتے رہے کہ حقیقت یہی ہے کہ کل کو ہمیں اعمال کی بڑی ضرورت پڑے گی آخرت کا معاملہ بڑا سخت ہے اس مضمون کو ذہن نشین کرنے کے بعد حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین جہنم میں سے ایک سوراخ بیل کے نتھنے کے برابر مشرق میں کھول دیا جائے تو اس کی گرمی مغرب میں اتنی سخت ہوگی کہ آدمی

اگر وہاں موجود ہو تو جہنم کی گرمی سے دماغ کھولنے لگے گا اور اتنی گرمی ہوگی کہ اس کا دماغ باہر نکل پڑے گا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑا اثر ہوا اور سر جھکا لیا اللہ کے خوف اور آخرت کی فکر اور خوف سے۔ فرمایا مجھے اور کوئی بات سنایئے اس پر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قیامت کے دن جہنم میں سے ایک ایسی آواز آئے گی ایسی ہولناک آواز آئے گی خطرناک آواز آئے گی کہ ہر مقرب فرشتہ برگزیدہ پیغمبر گھٹنوں کے بل گر جاویں گے۔ ایک اور آواز آئے گی۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ
وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ
نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۔

(سورۃ زُمر آیت: ۶۹، ۷۰)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کو لایا جائے گا اُس سے اُس کے نفس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ہر شخص کو پورا پورا اجر دیا جائے گا جو اس نے عمل کیا ہوگا یا سزا دی جائے گی جو اس نے عمل کیا ہوگا اور ذرّہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔

اس پر آپ اندازہ لگایئے آخرت کی فکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنی تھی خاص اس مقصد کے لیے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے ان سے کہا کہ مجھے ایسا مضمون سناؤ ایسی باتیں سناؤ کہ مجھے آخرت کا خوف بڑھ جائے اس سے آپ اہمیت سمجھ لیجیے کہ آخرت کے فکر کی کتنی اہمیت ہے امیر المومنین ہیں اور آپ اپنی رعایا کے ایک عالم کے پاس جا کر ان سے پوچھ رہے ہیں۔ اور ہیں بخشے بخشائے، جنت کی خوشخبری مل چکی ہے باوجود اس کے پھر بھی فکر ہے آخرت کی اور یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو جائے کہ صرف ایک شخص ہے جو جہنم میں جا رہا ہے باقی سب جنت میں جا رہے ہیں جب میں اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ میں ہی

ہوں گا جو جہنم میں جانے والا ہوگا اتنا خوف تھا اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مضمون آتا تھا تو فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو جائے کہ صرف ایک شخص جنت میں جا رہا ہے تو مجھے اللہ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا جو جنت میں جارہا ہوگا۔ آخرت کے خوف کا اندازہ لگایئے کہ جب اعلان ہو جائے گا کہ سارے لوگ جنت میں جارہے ہیں اور صرف ایک شخص ہے جو جہنم میں جارہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔ اس سے اندازہ لگانا چاہیے کہ آخرت کی فکر کتنی ضروری ہے۔

اپنا محاسبہ کیجئے:

اب ہر شخص ہم میں سے اپنا اپنا جائزہ لے کہ ہم کو اتنی فکر ہے؟ اور ساری فکر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ ہم حرام چیزوں سے بچیں ناجائز چیزوں سے بچیں جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان سے بچیں اور آخرت کی فکر پیدا کرلیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العٰلمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت امام ابوحنیفہؒ بڑے عابد تھے ایک دن کوفہ شہر گئے ایک مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی اتفاق سے امام نہ تھا مؤذن نے نماز پڑھائی اور سورۃ زلزال پڑھی امام ابوحنیفہؒ نے جب فارغ ہو کر دعا مانگنا شروع کی تو زار زار رونا شروع کردیا یا اللہ اس دن میرا کیا حال ہوگا جب زمین ہل جائے گی اور سارے راز ظاہر کردے گی زمین کو زباں مل جائے گی وہ سب حالات کہہ دے گی اُس دن یا اللہ میں کیا جواب دے سکوں گا اسی طرح مکان، درخت، حجر، شجر سب گواہی دیں گے۔

استحضارِ موت و آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۞

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ

قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ میں انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ تم موت سے غافل نہ رہو فرمایا تم موت سے ڈرتے ہو وہ تو آکر رہے گی۔

ہم یہ چاہتے ہیں موت نہ آئے ہم نہ مریں یہ تو ہو نہیں سکتا وہ تو آکر رہے گی انسان کو چاہیے کہ مرنے کے لیے تیاری کرے اور مرنے کے بعد جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کے لئے خوب تیاری کرے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو اچھے برے کام کئے ہیں ان کا عالم برزخ میں بھی اس کو یا انعام ملے گا یا عذاب ملے گا پھر مرنے کے بعد اٹھنے پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے اور جو ان پر یقین نہ رکھے اس کا ایمان خطرے میں ہے آج طرح طرح کی جو وارداتیں ہو رہی ہیں ڈاکے پڑ رہے ہیں چوریاں ہو رہی ہیں اغوا کی وارداتیں ہو رہی ہیں بے حیائی ہو رہی ہے وہ اسی لئے ہیں کہ ہم مرنے سے غافل ہیں، جس شخص کو مرنے کا

یقین ہو مرنے کا انتظار ہو موت کو یاد رکھے اس کو فکر پڑ جائے گی کہ ایسا نہ ہو کہ میں کل کو پچھتاؤں اور تو اور دنیا کے اندر حیاتِ طیبہ راحت والی زندگی چین والی زندگی سکون والی زندگی اسی کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے آپ کروڑ پتی لوگوں کو دیکھ لیں بڑے بڑے عہدے والوں کو لے لیجئے بڑے بڑے جاگیرداروں کو لے لیجئے آپ ان کے قریب رہ کر دیکھئے ان کو سکون نصیب نہیں ہوگا سکون کے اسباب تو ہیں ان کے پاس لیکن سکون نصیب نہیں ہے سکون تو نصیب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد سے اس کی فرمانبرداری سے انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر فرمادیا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

آگاہ ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ خوب اچھی طرح سن لو سمجھ لو کہ اگر دلوں کو چین نصیب ہو سکتا ہے راحت نصیب ہو سکتی ہے آرام نصیب ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد سے نصیب ہو سکتا ہے تو اگر ہمیں مرنا یاد ہے تو پھر ہم نافرمانی سے رکے رہیں گے باز رہیں گے اسی بات کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ   یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔

موت کو یاد رکھنا ضروری ہے:

وہ کیا چیز ہے جو تمہاری ساری لذات کو ختم کردے گی لذات کو مکدر کردے گی وہ ہے موت۔ تم اپنی آخرت خراب کر رہے ہو آخرت تباہ کر رہے ہو وہ ساری لذات چاہے وہ جاہ کی لذات ہوں پیسے کی ہوں جنسی خواہشات کی لذات ہوں جن کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو ایک چیز ایسی آنے والی ہے تمہاری ساری لذات کا خاتمہ کردے گی وہ موت ہے تو ایسی چیز جو تمہاری ساری مزے کی باتوں کو ختم کرنے والی ہے اس کو یاد کیا کرو۔

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

جو چیز تمہاری ہر لذت کو ہر مزے والی چیز کو ہر پسندیدہ چیز کو ختم کرنے والی ہے اس کو یاد کیا کرو کیوں ان فضول چیزوں کے پیچھے پڑ کر اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جن اور انسان مرد و عورتیں مسلمان ہوں یا کافر سب کو معلوم ہے کہ موت آنے والی ہے باوجود اس کے کہ موت آنے والی ہے موت کی تیاری نہیں کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

اگر جانوروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے مرنا ہے کبھی کوئی جانور آپ کو اتنا موٹا تازہ نہیں ملے گا سب ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے اتنا ان کو غم سوار ہو جائے گا کہ گوشت ندارد۔ افسوس یہ کہ عقل والے ہو کے انسان کو پتہ بھی ہے کہ میں نے مرنا ہے لیکن یاد نہیں رکھتا موت کو۔

مرنے کا نہیں ہم کو یقین:

خود میتوں کو غسل دیتے ہیں کفن دیتے ہیں جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں چارپائی اٹھاتے ہیں خود جا کر دفن کرتے ہیں پھر بھی ہم یاد نہیں رکھتے کہ ہم نے بھی ایک دن یہاں آنا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے آپ بڑے فضائل بیان کرتے ہیں کہ شہید کو مرنے کی تکلیف اتنی بھی نہیں ہوتی جتنی کہ چیونٹی کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے، شہید کے پاس جنت کو لایا جاتا ہے، شہید کی لاش کو زمین نہیں کھا سکتی، قبر کا عذاب نہیں ہوگا، طرح طرح کے فضائل آپ بیان فرمایا کرتے ہیں آپ یہ فرمائیے کہ ان شہداء کے ساتھ کسی اور کا بھی حشر ہوگا۔ یہ فضائل کسی اور کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے عائشہ! جو روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرے اس کا حشر

بھی شہداء کے ساتھ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ بیس مرتبہ اس طرح یاد کرے کہ مرتے وقت کیا حال ہوتا ہے کس طرح جان نکلتی ہے مرنے کے بعد قبر میں کیا حال ہوتا ہے کس طرح قبر بھینچتی ہے کس طرح بدبودار ہوائیں آتی ہیں کس طرح بچھو اور سانپ مسلّط ہوتے ہیں قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا دن ہوگا سورج دو کمان کے فاصلے پر آجائے گا اتنی تمازت ہوگی کہ انسان پسینے سے شرابور ہوگا گناہوں کا ڈر خوف الگ ہوگا۔ ان سب باتوں کو یاد کرنے سے قبر کا، آخرت کا فکر پیدا ہوگا۔

موت پر راضی رہنے کا طریقہ:

مگر اس بات کا بھی خیال رہے کہ اگر کوئی ہمارا عزیز فوت ہو جائے تو اس کا اتنا زیادہ غم لے کے بیٹھ نہیں جانا چاہیے۔ صدمہ ہوتا ہے یہ طبعی بات ہے لیکن یوں سمجھیں کہ میرے اللہ کو منظور ہی یہی تھا اس کی عمر اتنی ہی متعین تھی اسی وقت پر اس کا جانا ضروری تھا اور کہاں گیا ہے اپنے ہی گھر گیا ہے کون سی بڑی بات ہے۔ اس کو ایک بزرگ مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ فرض کرو کہ ہم یہاں سے کراچی گئے بچہ ہمارے ساتھ تھا اچانک بچہ گم ہو گیا ہم پریشان ہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں دوسرے دن گھر سے اطلاع آگئی کہ بچہ یہاں گھر پہنچ گیا ہے آپ کراچی میں ہیں اس اطلاع پر کہ بچہ گھر پہنچ گیا ہے آپ کا غم دور ہو جائے گا یا نہیں ہوگا اسی طرح جب آپ نے اصلی وقت کو وقتِ متعین کو سمجھا ہوا ہو اور ذھن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہو کہ جب ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہوگا اللہ کے حکم سے انتقال ہوگا تو آپ اتنا غم لے کے رنج لے کے بیٹھ نہیں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو وقتِ مقررہ کو ذھن میں حاضر کر کے آپ کو ایک گنا سکون ہو جائے گا کہ یہ اپنے اصلی گھر گیا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا اس نے کہا حضرت میری بیوی بڑے مہلک مرض میں مبتلا ہے مرنے کے قریب ہے

آپ دعا کریں بچ جائے وہ بھی دین دار آدمی تھا اس کے حال کے مطابق حضرت نے جواب دیا وہ غم سے، اپنی بیوی کی محبت سے مغلوب ہو کر درخواست کر رہا تھا کہ دعا کیجیے کہ میری بیوی بچی رہے زندہ رہے مرے نہیں۔ چونکہ اس کا تعلق حضرت حاجی صاحب سے تھا حضرت نے جواب میں فرمایا تم غم کیوں کر رہے ہو اچھا ہے بھئی جیل خانہ سے چھوٹ رہی ہے دنیا کو جیل خانہ فرمایا کہ اس عارضی گھر سے اپنے اصلی گھر کو جا رہی ہے تم فکر کیوں کر رہے ہو (اس کے حال کے مطابق جواب دینا تھا)۔

لایعنی اور معاصی سے اجتناب شرط ہے:

تو جب انسان کو آخرت کی فکر ہوتی ہے دنیا کے فضول قصوں میں نہیں پڑتا ٹیلوژن کے تماشوں کی طرف نظر نہیں جائے گی وی سی آر کے ڈراموں کا خیال نہیں آئے گا کیوں کہ آخرت کی فکر لگی ہوئی ہے اس دنیا کی سرائے میں ہم عارضی طور پر آئے ہوئے ہیں فکر نہیں ہے آخرت کا۔ دنیا کے کھیل تماشوں میں لگے ہوئے ہیں آپ یہاں سے کراچی گئے کاروباری سلسلہ میں آپ نے سامان خرید کر ہوٹل کے کمرے میں جمع کر کے رکھا ہو کہ میں یہ کل لے کر چلا جاؤں گا اور یہ خطرہ بھی ہوتا ہے کہ یہاں چوری نہ ہو جائے تو کیا آپ سینماؤں میں جا کے فلم دیکھتے رہیں گے کیا آپ کھیل تماشوں میں مصروف رہیں گے آپ کو فکر نہیں ہوگی کہ سامان چوری نہ ہو جائے۔ آپ کو پوری فکر ہو گی۔ اسی طرح ہمیں اگر آخرت کی فکر سوار ہو جائے تو پھر دنیا کے کھیل تماشوں میں دنیا کی ہنسی مذاقوں میں فضول وقت ضائع نہیں کریں گے بلکہ اپنے اصلی گھر کی تیاری کے لیے کوشاں نظر آئیں گے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت مطہرہ دنیا کے کاموں سے منع کرتی ہے نہیں دنیا کے کام کرو حلال کام کرو جائز کام کرو۔ وہ جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں وہ کام نہ کرو جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ حرام کام ہیں ناجائز کام ہیں ان سے بچو۔

آخرت کی تیاری کا وقت یہی ہے:

اس لئے ضروری ہے کہ انسان آخرت کی فکر کرے آخرت کی فکر کرنے کا وقت اور تو کوئی ہے نہیں یہی دن ہیں ہمارے جو گزر رہے ہیں بڑے خوش نصیب اور سعادت مند ہیں نیک بخت ہیں وہ لوگ جو دنیا کے ان چند دنوں میں اپنی آخرت بنا لیتے ہیں جنہوں نے آخرت بنانی ہے دنیا کی زندگی کے انہی دنوں میں بنانی ہے۔ جنہوں نے بنانی ہے اسی دنیا کے انہی دنوں میں بنائیں گے وہ فضول وقت ضائع نہیں کرتے وہ کام بھی کرتے ہیں تو کام میں بھی دھیان یہی ہوتا ہے کہ میں کوئی ناجائز کام نہ کروں تجارت کر رہے ہیں تو ناجائز اور غلط قسم کی تجارت نہ ہو ملازمت ہے تو غلط قسم کی ملازمت نہ کروں ملازمت کا پورا پورا حق ادا کروں کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں باغبانی کا کام کرتے ہیں اس میں بھی ہر وقت یہی خیال آتا ہے کوئی ناجائز کام نہ ہو۔

خلاصہ:

ہمیں بھی چاہیے کہ ہر چیز میں حلال حرام جائز ناجائز کی تمیز کریں اللہ تعالیٰ کے حکم کا خیال رکھیں نافرمانی نہ کریں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں متعین کر دیا ہے اس جگہ پر رہتے ہوئے اس کے سارے حقوق صحیح طرح ادا کریں انشاء اللہ تعالیٰ ہماری بھی آخرت بن جائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

ترجیح الآخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۝

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ دنیا بے گھرے کا گھر ہے۔

دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو مسلمان کا گھر آخرت میں جنت ہے مسلمان کو تو وہاں جا کر ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہ کیوں ایک عارضی جگہ میں دل لگا کر یہیں کا ہو کر رہنا چاہتا ہے وَجَمَعَ لَهٗ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ اور جس کو صحیح سمجھ نہیں ہوتی وہ دنیا کے لیے جمع کرتا رہتا ہے دنیا کے لیے جمع کرنے کا مطلب یہ کہ گناہوں میں زندگی گزارنے کے لیے سامان مہیا کرنے کے لیے وہ روپیہ پیسہ جمع کرتا رہتا ہے یا زائد دنیا کے لیے پیسہ جمع کرتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کی رغبت دی ہے کہ آخرت کی تیاری کرو آخرت کا فکر کرو جہاں ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے اس کا تم خیال نہیں کرتے اور جہاں چند دن رہنا ہے اس کے لئے سب انتظام کر رہے ہو۔ انسان کو وہاں کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کرنی چاہیے۔ اب دیکھیں دنیا میں قیام ہے محدود۔ دنیا میں انسان کی زندگی ایک حد تک ہے تیس سال چالیس سال پچاس سال ساٹھ سال ستر سال اس سے بھی کم کوئی بچپن میں

فوت ہو جاتا ہے اور لامحدود قیام تو آخرت میں ہوگا تو جس جگہ کا قیام بھی محدود ہو اور وہ قیام بھی اپنے اختیار میں نہ ہو کسی اور کے اختیار میں ہو جب چاہیں نکال دیں یہاں سے موت طاری کر دیں کہ چھوڑو اس دنیا کو تو کیا کر سکتے ہیں قیام بھی محدود اور جتنا قیام ہے وہ بھی غیر اختیاری ہے تو اس میں انسان دل لگائے اسی لیے فرمایا کہ:

اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ

دنیا بے گھرے کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو وہ یہاں دل لگاتا ہے

اس دنیا میں عارضی قیام کی مثال:

آپ یہاں سے کسی شہر میں جائیں اور وہاں کسی ہوٹل میں کمرہ کرائے پر لیں تو کیا آپ ہوٹل کے اس کمرے کو سجانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں کہ یہ چیز نہیں ہے یہ بھی ہونی چاہیے یہ نہیں ہے یہ بھی ہونی چاہیے اس کی بھی مرمت کراتا جاؤں اگر آپ کریں گے تو دنیا احمق اور بے قوف کہے گی بس اپنا گزارہ کرو اور چلو۔ تمہیں یہاں رہنا نہیں ہے اسی طرح دنیا میں بھی قیام محدود ہے۔ انسان سجانے بجانے کے لیے اور دوسری چیزیں پوری کرنے کی فکر میں پڑ جائے تو پھر یہ عقل کے خلاف ہے اور اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور عنوان سے فرمایا کہ:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔

قید خانہ سے مراد یہ ہے کہ قید خانے میں دل لگتا نہیں ہے قید خانے میں، جیل میں آپ کو نوکر بھی مل جائیں پڑھنے کے لیے اخبار بھی مل جائیں بیٹھنے کے لیے صوفے مل جائیں سونے کے لیے بہترین بستر مل جائیں کھانے کے لیے بہترین کھانے مہیا ہو جائیں پھر بھی قیدی ہیں قید خانے میں دل لگتا نہیں ہے اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔

وہاں دل نہیں لگا کرتا اس لئے فرمایا کہ سوچا کرو آخرت کے لیے کیا سامان کیا ہے یہ سوچا کرو اور اسی لئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ

ہر انسان کو سوچنا چاہیے کہ میں نے کل جہاں جانا ہے اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے کیا انتظام کیا ہے اس کی فکر میں رہے اس سوچ میں رہے میں نے جہاں جانا ہے وہاں کے لیے کیا انتظام کیا ہے آپ دیکھئے یہاں سے انسان کراچی جاتا ہے تو راستے کے لئے بستر بھی لے لیتا ہے اگر کھانے کا وقت آئے تو کھانے کا انتظام بھی کرتا ہے، یہاں رقم ساتھ زائد لے لیتے ہیں کہ راستے میں کھانا کھا لیں گے۔ کراچی میں جا کر تین چار دن رہنا ہے، وہاں روپے پیسے کی ضرورت ہوگی کسی چیز کی ضرورت ہوگی بستر کی ضرورت ہو تو سارے سامان وہاں کے لئے مہیا کر لیتا ہے ایک دن یا چند دن کے سفر کے لئے سارے انتظام مہیا کر لیتا ہے کہ اگر میں نے انتظام نہ کیا تو مجھے پریشانی ہوگی کیا عقل کا تقاضا یہ نہیں کہ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے بھی انتظام کر لیں کہ وہاں مجھے رہائش کی ضرورت ہوگی، کھانے پینے کی ضرورت ہوگی، آرام و آسائش کی ضرورت ہوگی وہاں کے لیے بھی انتظام کرنا چاہیے تو جب انسان کو حقیقت سمجھ میں آجائے تو پھر دنیا کے اندر جیسا کہ ہوٹل ہے وہاں تکلیف بھی ہے وہاں فکر نہیں کرتا یہی کہتا ہے کہ آج کا دن ہے کل ہم چلے جائیں گے پانی کی ٹونٹی لیک کر رہی ہے کرتی رہے ہمیں کیا چھینٹے پڑ رہے ہیں تو گزارہ کر لو جیسا بھی ہے کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا ہے زیادہ سے زیادہ ہوٹل کے مالک کو کہہ دو گے آپ دل کو سمجھا لو گے کہ شیشہ ٹوٹا ہوا ہے تو ٹوٹا رہے کون سا ہمیشہ یہاں رہنا ہے جہاں چند دن رہنا ہو وہاں کیلئے انسان زیادہ فکر نہیں کرتا۔ تو انسان جس جہاں میں جا رہا ہے وہاں کا فکر کیوں نہیں کرتا۔ زیادہ وہاں کا فکر کرتا ہے۔ تو اس کی حقیقت اگر سمجھ میں آجائے تو ہزاروں گناہ ہمارے کم ہو جائیں گے۔ پھر دنیا کی ہوس بھی ہماری کم ہو

جائے گی اور اللہ والے جن کو آخرت کی فکر کے ساتھ آخرت کی تیاری کا ہر وقت خیال رہتا ہے وہ آخرت کے لئے تیاری کرتے رہتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے آخرت کے گھر کو آباد کرنا ہے ان کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ خاص طور پر آخرت کی محبت بھی ڈال دیتے ہیں اپنی محبت بھی ڈال دیتے ہیں کیونکہ یہ ان کو راضی کرنے کے لئے اعمال کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتے ہیں۔

اپنے اصلی وطن کا شوق:

پھر ان میں جو اونچے درجے کے لوگ ہوتے ہیں موت کا وقت جب قریب آتا چلا جاتا ہے ان کی خوشی بڑھتی چلی جاتی ہے کہ ہم کل کو اپنے اصلی گھر میں پہنچ جائیں گے جب یہ انتقال کرتا ہے کہتے ہیں فلاں کا انتقال ہو گیا انتقال کا معنی منتقل ہو گیا عارضی گھر سے منتقل ہو کے اگلے جہاں کے اپنے اصلی گھر میں پہنچ گیا۔ انتقال کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں جانور چرنے کے لیے جاتے ہیں شام کو آتے ہیں خوشی خوشی اپنے گھر میں آتے ہیں اپنے گھر کو پہنچاتے ہیں جوں جوں گھر قریب آتا چلا جاتا ہے توں توں خوشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ دیکھیں جانور بھی اپنے اصلی گھر پہنچ کر خوش ہوتے ہیں۔ روایتوں میں آتا ہے جب مدینہ منورہ قریب آتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری کو تیز فرما لیا کرتے تھے کہ شہر ہمارا قریب آرہا ہے سواری کو تیز کر لیا کرتے تھے اسی طرح اللہ والے جوں جوں آخرت کا وقت نزدیک آتا چلا جاتا ہے موت کا وقت آتا چلا جاتا ہے خوشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ایک بزرگ تھے خوشی میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

؎ خرم آں روز کزیں منزل ویران بروم
راحت جاں طلبم و زپے جاناں بروم

کہ وہ دن کیسا خوشی کا دن ہوگا کہ میں اس ویرانے گھر کو چھوڑ دوں گا مجھے چین

مل جائے گا راحت مل جائے گی آرام مل جائے گا کہ

وزپے جاناں بروم — اور مجھے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ مل جائیں گے۔

خوشی منا رہے ہیں کیوں کہ آخرت کے گھر کو آباد کیا ہوا ہے آخرت کی فکر سوار تھی (آخرت کو آخرت کے گھر کو آباد کرنے کی فکر)۔

ایک تابعی کا واقعہ:

ایک تابعی تھے مدینہ منورہ میں۔ دار الخلافہ اس وقت وہاں نہیں تھا بغداد تھا یا کوفہ تھا اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ گئے تو سارے لوگ ملنے کے لئے آئے یہ تشریف نہیں لے گئے (تابعی تھے یعنی صحابہ کو دیکھنے والے تھے) حاکم نے وہاں کسی سے پوچھا کہ یہاں کوئی زندہ تابعی موجود ہیں کہا ایک صاحب ہیں ان کو بلایا پوچھا کہ حضرت سارے لوگ مجھے ملنے کے لئے آئے ہیں آپ تشریف نہیں لائے بڑی بے مروتی کی بات ہے۔ اللہ والے بھلا کیوں ڈریں بادشاہ سے۔ کہا کیوں؟ اگر میری اور آپ کی پہلے سے شناسائی ہوتی اور پھر میں نہ آتا تو بے مروتی ہوتی۔ میری اور آپ کی کوئی واقفیت ہی نہیں ہے شناسائی ہی نہیں ہے تو بے مروتی کیسے ہوئی۔ بادشاہ نے کئی سوالات کیے تو ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ آپ یہ بتائیں کہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو مرنے کے لیے خوش ہوتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں۔ اشعار پڑھتے ہیں۔ صحابہ کرام جب شہید ہوتے تھے فرمایا کرتے تھے:

فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ — رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

خوش ہو رہے ہیں اسی طرح کئی مجاہدین صحابہ کے خوشی کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ہمیں جانے سے ڈر لگتا ہے۔ ان تابعی بزرگ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ آبادی سے ویرانہ میں کوئی بھی نہیں جانا چاہتا اور ویرانہ سے آبادی میں جانا چاہتے ہیں اُن لوگوں نے آخرت کو آباد کیا ہوا تھا دنیا کو ویران کیا ہوا تھا ویرانے سے آبادی میں جانے کو دل چاہتا تھا اور ہم لوگوں نے آخرت کو برباد کیا ہوا ہے دنیا کو آباد کیا

ہے تو آباد کی ہوئی جگہ دنیا سے برباد کی ہوئی جگہ کو کون جانا چاہے گا اس لیے ہمارا دل مرنے کو نہیں چاہتا فرماتے ہیں کہ اگر صحیح طور پر آخرت کی فکر سوار ہو جائے جوں جوں مرنے کے دن قریب آتے چلے جاتے ہیں توں توں خوشی بڑھتی چلی جاتی ہے آپ نے سنا ہوگا کہ اللہ والے موت کو محبوب رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے آخرت کو آباد کیا ہے موت کے وقت کی آخرت کی تیاری کر رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں جو ہمارا اصلی گھر ہے۔

آمین یارب العٰلمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ نے نگاہِ توجہ کو میری طرف مبذول کر کے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں تو اللہ کے حدود کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ کے دین کی حفاظت کرے گا تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کر۔ تجھے جان لینا چاہیے کہ اگر لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے نفع پہنچائیں تو تجھے صرف اسی قدر نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اگر سارے مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے اسی قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور لکھا ہوا خشک ہو چکا ہے"۔

حصولِ قرب ورضا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًاo

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ۔

(سورۃ سبا آیت: ۳۷)

اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ یہ مال اور یہ اولاد جس کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو یہ تم کو میرے قریب نہیں کر سکتے۔

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ

ہاں بلکہ قریب وہ ہیں جو ایمان لائے

مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

ایمان لائے اور نیک اعمال کرے تو جو ایسا کریں گے

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ۔

ایسے اچھے کام کرنے والوں کے لیے دگنا بدلہ ہوگا اور بہترین کمروں میں امن کے ساتھ

ہوں گے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو بہترین محلات عطا فرمائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں ایک بہت بڑی دولت کا پتہ دیا ہے اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا ہے اور جو اس دولت کے حاصل کرنے میں غلطیاں ہوتی ہیں ان پر تنبیہ کی ہے۔ وہ دولت کون سی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا قرب اور قرب سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے قرب سے مراد قربِ جسمانی نہیں ہے۔ ہمارا جسم ان کے قریب کیسے ہو سکتا ہے وہ سراپا نورانی ہم سراپا خاکی۔ خاکی نورانی کے ساتھ کیسے متصل ہو سکتا ہے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ ویسے وہ فرماتے ہیں۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

ہم تمہارے بہت ہی نزدیک ہیں مگر تمہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔

علمی لحاظ سے ہم قریب ہیں لیکن جسمانی لحاظ سے ہمارا کوئی میل نہیں ہو سکتا یہاں بھی مراد اللہ تعالیٰ کے قرب سے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ دنیا کے پیچھے لگ کر تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتے۔

حصولِ رضا کا طریقہ:

بس ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے پھر ایمان اور اعمال صالح کامل درجہ کے ہوں گے تب مطلوب حاصل ہوگا کیوں کہ ناقص عمل پسند نہیں ہوگا۔ ناقص عمل اللہ کی رضا کا سبب کیسے بن سکتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ بہت بڑے افسر کے پاس بہت بڑے حاکم کے پاس آپ کوئی ہدیہ لے جانا چاہتے ہیں آپ اپنی دانست میں اپنے تمام وسائل استعمال کر کے بہترین چیز اس کے پاس لے جائیں گے کہ یہ حاکم بہت بڑا حاکم ہے اس کے لئے ہدیہ بہترین ہونا چاہیے کسی قسم کا نقص نہیں ہونا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بڑھ کر تو کوئی نہیں ہو سکتا۔ ناقص اعمال کیسے ان کی

رضا کا سبب بنیں گے اس لئے اعمال بھی وہ ہونے چاہئیں جو کمال درجہ کے ہوں جس درجہ کا بھی انسان کر سکتا ہے۔ اب یہ کہ ہمیں نیک اعمال کامل درجہ کے حاصل ہوں یہ کیسے ہوگا؟ اس کے لیے ایک ہوتی ہے ضرورت کہ ہمیں معلوم تو ہو کہ یہ اعمال ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور معلوم ہی نہ ہوں تو یہ عمل کیسے کریں گے اس واسطے نیک اعمال کا علم ہونا ضروری ہے علم ہوگا تو پتہ چلے گا کہ یہ احکام ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔

اچھا صاحب! علم حاصل ہو گیا لیکن عمل نہ کیا تو اس اطلاع کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے علم بھی ہو اور عمل بھی ہو اور تیسری چیز ہے حال وہ بھی ہو پھر وہ عمل تمہارے اندر راسخ ہو جائے گا اس عمل کی عادت ایسی پختہ ہو جائے گی کہ وہ عمل خود بخود یاد آ جائے گا کہ مجھے یہ عمل کرنا ہے مثال کے طور پر ایک شخص ہے پہلے نماز نہیں پڑھتا ہوتا تھا اس کو یہ خیال آیا کہ نماز پڑھنی چاہیے خود خیال آیا اللہ تعالیٰ نے دل کے اندر جذبہ ڈالا کسی کا وعظ سنا یا کوئی اچھا دوست مل گیا اس سے نماز کی اہمیت معلوم ہوئی اس سے اس کے دل کے اندر خیال آیا کہ نماز پڑھنا چاہیے نماز شروع کی اس نے۔ شروع شروع میں نماز پڑھنے کے لئے اس کو بڑا جبر کرنا پڑتا ہے۔ آج کل سردی کا موسم ہے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا اس کو بہت مشکل معلوم ہوگا گھر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے مسجد میں جانا مشکل ہوگا پھر کوئی کام نہیں کر رہا نماز کے لیے کھڑا ہونا ہے رکوع کرنا ہے کبھی سجدہ کرنا ہے یہ سب اس کو محسوس ہوگا۔ ہوتے ہوتے اس کو ایسی عادت ہو جائے گی کہ خود بخود دل کے اندر داعیہ پیدا ہوگا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے نماز پڑھنی چاہیے اور نماز نہیں پڑھے گا تو دل کے اندر بے چینی پیدا ہوگی اور غم بڑھ جائے گا مصیبت آ جائے گی شروع شروع میں انسان اپنے آپ کو کھینچ تان کر عمل پر لگاتا ہے لیکن جب عادت پڑ جاتی ہے تو پھر وہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب عادت پختہ ہو جائے عمل ہمارے اندر رچ جائے ملکہ پیدا ہو جائے

رسوخ حاصل ہو جائے تو پھر وہ چھوڑ نہیں سکتا خود بخود تقاضا پیدا ہو گا ایک وقت بھی نماز چھوٹ جائے تو زندگی وبال معلوم ہونے لگتی ہے اس طرح تمام اعمال کا دل کے اندر راسخ ہونا ضروری ہے پہلے جھوٹ بولنے کی بڑی عادت تھی غیبت کرنے کی بڑی عادت تھی فحش کلامی کی بڑی عادت تھی اب اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں آیا فکر آخرت پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کو میں کیا منہ دکھاؤں گا نیکیاں نہ ہوئیں وہاں تو میرا کیا بنے گا اب چھوڑنا چاہتا ہے جھوٹ کو تو بڑی مشکل ہوتی ہے لیکن اس نے ٹھان لی ہے کہ جھوٹ کو چھوڑ دوں گا غیبت چھوڑ دوں گا فحش کلامی چھوڑ دوں گا بری باتیں چھوڑ دوں گا چھوڑتے چھوڑتے ان لسانی رزائل کو چھوڑنے کی مشق کرتے کرتے یہ حالت ہوتی ہے کہ پہلے جھوٹ کو چھوڑنا مشکل تھا پھر ایک وقت آئے گا کہ جھوٹ بولنا مشکل ہو جائے گا غیبت چھوڑنی مشکل تھی ایک وقت آئے گا کہ غیبت کرنا مشکل ہو جائے گا فحش کلامی کو چھوڑنا مشکل تھا ایک وقت آئے گا کہ فحش کلامی کرنا مشکل ہو جائے گا جب ایسا وقت آئے یوں سمجھو کہ حال پیدا ہو گیا۔

سارے دین کے اعمال حال پر منحصر ہیں۔ جب حال پیدا ہو جاتا ہے تو پھر یہ نہ راستے میں ٹھہرتا ہے نہ رکتا ہے۔ چلتا رہتا ہے اور جب تک حال نہیں پیدا ہوتا جب تک عمل راسخ نہیں ہو جاتا جب تک ملکۂ یادداشت پیدا نہیں ہو جاتا جب تک عمل رچ نہیں جاتا کبھی آدمی عمل چھوڑ بیٹھتا ہے۔ شیطان اور نفس تو ہر وقت ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ کچھ برے دوستوں کا ساتھ ہے وہ چھڑا دیتے ہیں۔

حالِ شرعی بمعنی رسوخِ عمل:

تو حال وہ ہے کہ انسان کو ایسی عادت ہو جائے کہ وہ کام نہ کرے تو بے چین ہو جائے وہ عمل نہ کرے تو بے چین ہو جائے ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو بری نظر کو بچانا مشکل ہوتا ہے کہتا ہے کہ مجھے ایسی عادت ہے کہ میں چھوڑ نہیں سکتا ہوں میں قادر نہیں ہوں یہ بری عادت ایسی عادت ہے کہ جیسے افیون کی عادت پڑ جائے شراب کی

عادت پڑ جائے کہتا ہے میں چھوڑ نہیں سکتا ہوں بھئی ڈالی تم نے ہے عادت پکی تم نے کی ہے چھوڑنا بھی تم ہی کو پڑے گا اس طرح بدنظری کی عادت تم نے ڈالی پکا تم نے خود کیا اس کو چھوڑنا مشکل ہے چھوڑتے چھوڑتے ایسی چھوٹ جائے گی کہ بری نظر ڈالنا مشکل ہو جائے گا۔ ایک دفعہ کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ ایک بزرگ جا رہے تھے اوپر نظر چلی گئی زور سے انگلی ماری کہ آنکھ کا ڈیلا باہر نکال دیا کسی نے پوچھا کیا ہوا کہنے لگے کہ حکم یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو نیچے رکھو نظروں کو نیچے رکھو میری نظر اوپر چلی گئی مجھے یہ معلوم نہیں کہ اوپر مرد تھا یا عورت تھی۔ یہ معلوم نہیں مگر انہوں نے اپنی آنکھ پھوڑ لی یہ ان کا ذاتی حال تھا۔ (یہ حال قابل تقلید نہیں، اس وقت وہ مغلوب الحال تھے) تو جب حال پیدا ہو جاتا ہے تو ذرا سی بھی کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو بڑے غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اس کو فرماتے ہیں۔

؎ بر دلِ سالک ہزاراں غم بود
گر زباغ دل خلالے کم بود

اگر دل کے باغ کو انسان نے آباد کیا ہوا ہو تو نیک اعمال کے ساتھ ایک عمل میں بھی اگر فرق پڑ جائے تو ان پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے ہیں۔

دیوبند میں ایک بزرگ تھے ان کو ایک مسئلہ میں خلجان ہو گیا کوئی مسئلہ عجیب تھا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا رات بھر پیدل چلتے رہے۔ دیوبند سے گنگوہ پہنچے تہجد کا وقت تھا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمۃ وضو فرما رہے تھے وہ حیران ہو گئے فرمایا اس وقت دیوبند سے آ گئے پیدل تم۔ کیا بات ہے عرض کیا ایک مسئلہ تھا اس مسئلہ کے لیے حاضر ہوا ہوں ایسا نہ ہو کہ اس مسئلہ کو حل کیے بغیر میرا انتقال ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں مسئلہ صاف ہو جائے میرا ایمان صاف ستھرا ہو جائے یہ حال تھا۔ جب تک یہ حال پیدا نہیں ہوتا تو کام نہیں بنتا۔ کام کرنا چاہیے۔

حال جب پیدا ہوتا ہے خود بخود دل لگتا رہتا ہے عمل چھوٹتا نہیں ہے عادت

پڑجاتی ہے پکی عادت پڑ جاتی ہے لیکن اگر حال پیدا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اعمال چھوڑ دے اعمال تو کرنے ہیں خواہ کتنی ہی پہاڑ جیسی مشکلات پیش آجائیں ان کو برداشت کرنا ہے نظر بد کو بچانا ہے کتنے ہی دل پر آرے چلیں پرواہ نہیں چلنے دیں غیبت چھوڑنی ہے فحش کلامی کو چھوڑنا ہے جھوٹ چھوڑنا ہے سارے برے اخلاق چھوڑنے ہیں سارے نیک اعمال کرنے ہیں جتنی بھی مصیبت آئے کرنے ہیں۔ نجانے آدمی کہاں اٹک جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ حال پیدا ہو جائے اور حال پیدا کیسے ہوتا ہے بار بار کرنے سے بار بار کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے سے حال پیدا ہوتا ہے۔

؎ از محبت تلخہا شیریں شود

محبت سے تو بڑی کڑوی چیز بھی میٹھی بن جاتی ہے ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مولانا عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

؎ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پارسائی

کہ حال نہ ہو خالی عمل ہو تو دور دراز کا راستہ ہے اور فرماتے ہیں۔

صنما رہ قلندر سزاوار بمن نمائی

کہ مجھے تو ایسا طریقہ بتائیے کہ میرے اندر حال پیدا ہو جائے اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔

اس واسطے مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو کہ دین پر چلنا آسان ہو جائے تم اگر چاہو کہ دین پر عمل کرنے میں مشکلات پیش نہ آئیں اور ساری کڑواہٹیں میٹھی ہو جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرلو تو صاحب حال بن جاؤ گے۔

اور محبت کیسے حاصل ہوتی ہے حال کیسے پیدا ہوتا ہے۔

؎ قال را بگذار مردِ حال شود

اپنی عقل کی باتیں چھوڑ دو میری سمجھ میں یہ آتا ہے میرا خیال یوں ہے میرے خیال میں ایسے ہونا چاہیے دین کے راستے میں اپنی عقل کو چھوڑ دو۔

؎ قال را بگذار مردِ حال شود

باتوں باتوں میں رہو گے تو حال پیدا نہیں ہوگا دل کے اندر داعیہ پیدا نہیں ہوگا دل کے اندر تقاضا پیدا نہیں ہوگا اعمال چھوٹتے رہیں گے جب داعیہ پیدا ہو جائے تقاضا پیدا ہو جائے گا اعمال لگاتار چلتے رہیں گے۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟

پیشِ مردِ کاملے پامال شو

کوئی دین دار آدمی اللہ کا مقبول کوئی سمجھدار آدمی جس کا دین بڑا پختہ ہے اس سے ملتے رہو ساری باتیں پوچھتے رہو جیسے وہ بتائے ویسے کرتے رہو اپنی عقل کو چت کر دو وہ دن کو کہے رات رات کو کہے دن ویسے ہی سمجھو یہ مثال دے رہا ہوں مطلب کہ ہر چیز جیسے وہ کہے ویسے کرو۔

پیشِ مردِ کاملے پامال شو

کیوں کہ وہ شخص راستے کہ سمجھے ہوئے ہے وہ صاحب حال بنا ہوا ہے تم بھی صاحب حال بننا چاہتے ہو تو ہر بات اس سے پوچھ پوچھ کر کرتے رہو ایک دن ایک ایسا وقت آجائے گا کہ تم بھی صاحب حال بن جاؤ گے تو یہ حال لکھنے پڑھنے کا اثر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے تو حاصل ہوتا ہے یہ حال جو ہوتا ہے یہ ایک ملکہ ہے ایک عادت ہے ایک داعیہ ہے ایک تقاضا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت دل کے اندر رچ نہ جائے یہ حال پیدا نہیں ہوتا اب دیکھیں ایک خوش نویس ہے اس کے پاس جب تک انسان جائے نہیں خوش نویسی نہیں آئے گی اچھی طرح تحریر کرنا نہیں آئے گا سارے کے سارے وقت ویسے کا ویسا بد خط رہے گا ارے تجھے کہا خوش نویس کے پاس چلا جا چند دن اس کی صحبت میں رہ سیکتا رہ خوش خطی آجائے گی۔ ہر فن کے لیے ضرورت ہوتی ہے

صاحبِ فن کے پاس جانے کی تو صاحبِ حال بننے کے لیے صاحبِ حال کے پاس جانا ضروری ہے۔ صاحبِ حال بننے کا فائدہ یہ ہے کہ انسان چلتا رہتا ہے گاڑی رکتی نہیں ہے داعیہ، تقاضا پیدا ہوتا رہتا ہے عادتاً انسان چلتا رہتا ہے اور حال پیدا نہ ہو تو نا معلوم کہاں اٹک جائے کہاں گاڑی رک جائے تو اس لئے فرماتے ہیں کہ علم، عمل اور حال تینوں کی ضرورت ہوگی علم ہوگا تو احکام پر عمل کرے گا اور علم ہے عمل نہ کرے تو بے کار ہے علم اور عمل کرتے کرتے حال پیدا ہو جائے تو پھر یہ سمجھے کہ مستقل مزاج ہو گیا۔ اب یہ استقامت کے ساتھ چلتا رہے گا۔

خشیت، مشیت اور رضا بالقضاء:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے کہ ان کے دل اللہ کے خوف سے ڈر جائیں۔ اللہ کا خوف دل میں سما جانا اس میں حال کی تعلیم ہے کہ دل کے اندر اتنا خوف ہونا چاہیے کہ گناہ چھوٹتے چلے جائیں چھوٹتے جائیں اگر دل کے اندر اتنا خوف نہیں تو پھر گناہ بھی کرے گا اپنی مرضی بھی کرے گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات اور اخلاق بتائیے کیسے تھے تو انہوں نے دو لفظوں میں کہا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ

انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کے بارے میں مجھ سے کیا پوچھتے ہو قرآن جن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے وہ سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کامل درجہ میں موجود ہیں راسخ ہیں۔ وہ ان کا حال تھا اس سے مطابقت کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اسی چیز کو چاہتا تھا جس کو خدا چاہتا تھا جب ایسی حالت ہو جاتی ہے تو پھر وہ شخص لوٹتا نہیں ہے پھر رکتا نہیں ہے چلتا رہتا ہے۔

؎ جب سے بیٹھا ہوں راضی بہ مشیت ہو کر
کوئی مصیبت بھی آئی تو راحت ہو کر

جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر اپنے آپ کو راضی رکھنا شروع کر دیا ہے جب سے بیٹھا ہوں راضی بہ مشیت ہو کر اللہ تعالیٰ کی مشیت پر میں راضی ہوں جب سے میرا یہ حال ہو گیا ہے اس وقت سے مجھے کوئی مصیبت بھی آتی ہے تو وہ مصیبت مجھے مصیبت معلوم نہیں ہوتی اور موٹی زبان میں جدھر مولا اُدھر شاہ دولہ یعنی جیسے وہ چاہیں ویسے کرنا چاہیے۔

حضرت بہلول علیہ الرحمۃ کا واقعہ سنا ہوا ہے آپ نے:

حضرت بہلول علیہ الرحمۃ بڑے مشہور بزرگ تھے ایک بزرگ کے پاس گئے پوچھا کیا حال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ بہلول اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کی مرضی کے مطابق دنیا میں ہر کام ہو رہا ہے وہ کتنا خوش ہوگا اب حضرت بہلول علیہ الرحمۃ فرمانے لگے کہ حضرت یہ بات تو سمجھ میں نہیں آئی کہ ہر کام ہماری مرضی کے مطابق ہو۔ کہا بہلول! عجیب۔ بڑے مجذوب بنے پھرتے ہو اچھا یہ بتاؤ کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا کہا جی ہاں ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے اپنی مرضی مٹا دی ہے فنا کر دی ہے جو ان کی مرضی وہ میری مرضی جو ان کی چاہ وہ میری چاہ جو ان کی منشاء وہ میری منشاء جس میں وہ خوش میں بھی خوش تو میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے کہ نہیں ہو رہا ہے تو یہ حال ہوتا ہے۔

دل کے اندر ایک چیز محرک بن جاتی ہے تقاضا کرتی رہتی ہے داعیہ پیدا ہوتا رہتا ہے کہ اب یہ کرنا ہے اب یہ کرنا ہے تا کہ محبوب راضی ہوتا رہے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے

مقصود۔ قرب سے مقصود کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے علم، عمل اور حال سے۔ علم بھی ہو عمل بھی ہو حال بھی ہو لیکن اصل چیز عمل ہے حال پیدا ہو یا نہ ہو عمل کو نہیں چھوڑنا حال کا فائدہ یہ ہے کہ عمل آسان ہو جاتا ہے حال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت شامل ہو جانے سے۔ بار بار کرے بار بار کرے بار بار کرے تو ہر چیز آسان ہو جاتی ہے عادت بن جاتی ہے تو اس لئے علم، عمل، حال ان تینوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے مقصود اصل میں اللہ تعالیٰ کا قرب ہے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا والمستغفرین بالاسحار کے مطابق استغفار کرتی تھیں پھر اس استغفار صحیح نہ ہونے پر روتی تھیں اور اس پر بھی استغفار کرتی تھیں۔ ایک دن رو رہی تھیں آنسو اس قدر نکلے کہ پرنالے کے نیچے گرنے شروع ہو گئے۔ نیچے گزرنے والے شخص اتفاقاً حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے انہوں نے آواز دے کر پوچھا اگر ناپاک پانی ہو تو میں نماز کے لیے جا رہا ہوں کپڑے پاک کر لوں۔ اوپر سے آواز آئی گنہگار کے ناپاک آنسو ہیں ضرور پاک کر لو۔

☆☆☆

یوم الحساب (احوالِ میدانِ محشر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ○

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتّٰىٓ اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○

(سورۂ زمر آیت: ۶۷ تا ۷۲)

ترجمہ: اور (افسوس کہ) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی حالانکہ اس کی وہ شان ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے اور قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جائے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے۔ پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہوئے جائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی اور سب کا نامہ اعمال ہر ایک کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اور پیغمبر اور گواہ حاضر ہو جائیں گے اور سب میں ٹھیک فیصلہ کر لیا جائے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ سب کاموں کو خوب جانتا ہے اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس وقت اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ فرشتے بطور ملامت کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ کافر کہیں گے ہاں۔ لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا۔ پھر ان سے کہا جائے گا یعنی وہ فرشتے کہیں گے جہنم کے دروازوں میں داخل ہو اور ہمیشہ اس میں رہا کرو۔ غرض خدا کے احکام سے تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ کا بندوں سے معاملہ:

ایک تو یہ ہے کہ دوسروں پر ظلم کیا جائے دوسرا یہ کہ عدل و انصاف کیا جائے تیسرا یہ کہ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔ (ظلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے ہو سکتا ہے) ظلم یہ ہے کہ کسی کا حق مار لیا جائے۔ اس کی نیکیوں کا اجر اور ثواب اس کو نہ دیا جائے۔ عدل و

انصاف یہ ہے کہ گناہوں پر سزا دی جائے اور نیکیوں کا اجر برابر دیا جائے اور رحمت یہ ہے کہ اس کے گناہوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور نیکیوں کا اجر بڑھا کر دیا جائے۔ آپ اچھی طرح یہ سمجھ لیجیے کہ ظلم یہ ہوتا ہے کہ کسی کا حق مار لیا جائے اور نیکیوں کا بھی اجر و ثواب نہ ملے اور عدل یہ ہے گناہوں کی سزا بھی برابر دی جائے اور نیکیوں کا اجر بھی برابر سرابر دیا جائے اور رحمت یہ ہے کہ گناہوں کو نظر انداز کر دیا جائے، گناہوں پر چشم پوشی کر دی جائے اور نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھا کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا جو معاملہ بندوں کے ساتھ ہوگا ظلم تو کیا کرتے عدل بھی نہیں کریں گے بلکہ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اور آپ جانتے ہیں نیکیوں کا ثواب قانون سے بھی زیادہ دیں گے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ضرور ہوگی اور زیادہ کی حد نہیں سات سو گناہ تک بلکہ جتنا جتنا کسی کے اندر اخلاص ہوگا محبت سے جو بھی کام کرے گا اس کا اجر اتنا ہی بڑھتا چلا جاوے گا، بلکہ حدیث شریف میں تو اس قسم کا مضمون بھی آتا ہے کہ قیامت کے دن مومن کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ ہوگا۔ مومن کون ہوتے ہیں جو ایمان کو صحیح سلامت لے کر قبر کے کنارے تک پہنچ جاتے ہیں۔ آج ایمان ہے اور کل کو (خدانخواستہ) وہ ختم ہو گیا (نعوذ باللہ) تو یہ معاملہ خراب ہے۔ اسی لیے ساری محنت اور کوشش کی جاتی ہے کہ ایمان کو صحیح سلامت صاف ستھرا خالص لے کر قبر کے کنارے تک پہنچ جائیں بس جو وہاں تک پہنچ گیا ایمان کو لے کر وہ کامیاب ہو گیا۔

ایمان کی تعریف:

ایمان کس کو کہتے ہیں؟ ایمان اس کو کہتے ہیں کہ اللہ کو اس کی ذات اور تمام صفات کے لحاظ سے پوری طرح مانیں اسے وحدہ لاشریک جانیں اور جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں سب پر سچے دل سے یقین کریں کہ وہ بالکل برحق ہیں ان میں آخری نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ہم امتی ہیں۔ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام

تشریف لائے ہیں یہ اللہ کا پیغام اپنی امتوں کو پہنچانے آئے تھے اور وہ پیغام پہنچا گئے لہٰذا جتنے بھی آسمانی کتابیں ہیں صحیفے ہیں بالکل برحق اور سچے ہیں اور یہ پیغام پہنچایا گیا فرشتوں کے ذریعے سے۔ جبرائیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آتے رہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فرشتے ہیں جن کی تعداد ہم نہیں جان سکتے ان فرشتوں پر یقین لانا بھی ضروری ہے پھر قیامت پر بھی حساب کتاب پر بھی ایمان ضروری ہے۔ مرنے کے بعد انسان کی بعثت ہوگی (دوبارہ زندہ کیا جائے گا) اور سارا حساب کتاب ہوگا۔ یہ اعمال جو اس دنیا میں ہم کرتے ہیں یونہی نہیں چھوڑ دیے جائیں گے اس کا سارا حساب دینا پڑے گا۔ اب جس شخص کو ان باتوں پر پورا پورا یقین ہو تو جتنا ایمان پکا ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ عمل کرے گا۔ وہ اسی قدر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرے گا اس طرح جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمات فرمائیں۔ ایسے لوگ جن کے عقائد بالکل صحیح سلامت ہوں گے اور ایمان کو صحیح سلامت اور صاف ستھرا نکھرا ہوا اور خالص قبر کے کنارے تک لے کر پہنچ جائیں گے وہ لوگ کامیاب ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن اہل ایمان سے برتاؤ:

فرماتے ہیں قیامت کے دن مومنوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہوگا کہ (ان کو) بعض وہ نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی ملیں گی جو انہوں نے کی بھی نہیں تھیں۔ نامۂ اعمال مل گیا وہ لوگ پڑھ رہے ہیں کہ میں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، حج کیا ہے، زکوٰۃ دی ہے، کسی کو پانی پلایا ہے، کسی کو خیرات دی ہے، ساری نیکیاں لکھی ہیں کچھ ایسی ملیں گی جو اس نے کی بھی نہیں ہوں گی مگر لکھی ہوئی ملیں گی نامہ اعمال میں۔ یہ رحمت نہیں تو کیا ہے مثلاً کچھ نیکیاں تو ایسی ہوتی ہیں کہ انسان سفر کی وجہ سے، بیماری کی وجہ سے نہیں کر سکتا وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور کچھ ایسی ہیں کہ انسان نے تہیہ کیا پورا ارادہ کیا لیکن وہ کر نہیں سکا کسی رکاوٹ کی وجہ سے۔ وہ نیکیاں بھی اس کے نامہ اعمال میں

لکھی ہوں گی۔ کچھ نیکیاں ایسی ہیں کہ بعد میں اس کے اعزاء واقربا نے، اس کے احباب نے، کسی اللہ والے نے اس کے لیے دعائے مغفرت کر دی یا اس کے لیے ایصال ثواب کر دیا۔ وہ نیکیاں بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھی ہوں گی۔ کچھ ایسی نیکیاں ملیں گی کہ حیران ہو جائے گا کہ مجھے تو پتہ بھی نہیں میں نے کی بھی نہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے لکھنے کو فرما دیا تھا اس لیے وہ نیکیاں بھی مل جائیں گی تو یہ رحمت ہے اور گناہوں کے حساب کتاب کے وقت بعض مومنوں کی یہ حالت ہوگی کہ اول بندے کے سامنے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے۔ بڑے گناہ پیش نہیں کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کے سامنے ہوں گے۔ گناہ بتاتے جائیں گے پھر ساتھ ساتھ یہ فرمائیں گے تم نے یہ کیا۔ تم نے یہ کیا۔ بندہ اقرار کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماتے چلے جائیں گے اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ گناہوں کے بجائے ثواب لکھ دو۔ یہ رحمت کا معاملہ ہے۔ یہ اللہ پاک فرما رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ جتنے بھی کیے معاف ہو رہے ہیں اور معاف ہونے کے ساتھ ان کی جگہ نیکیاں لکھی جا رہی ہیں کتنی رحمت ہے۔ پہلے تو یہ بندہ پیش ہونے سے ڈر رہا تھا اور جب گناہ پیش ہونے شروع ہو گئے تو اور ڈر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اور کبریائی اس دن ایسی ہوگی فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج کے دن کس کی بادشاہی ہے کوئی جواب نہ دے سکے گا سب حیران پریشان اور مبہوط ہوں گے بلکہ ایک جگہ تو یہ آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے تو سب گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اتنی دہشت ہوگی، اتنا اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور جلالت شان کا ڈر ہوگا دل کے اندر۔ تو کوئی جواب نہ ملے گا۔ خود فرمائیں گے (لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ) آج ایک اللہ کی بادشاہی ہے جو بڑا زبردست ہے۔ اب اس کے سامنے جو قہار بھی ہیں جبار بھی ہیں جب دہشت ہی دہشت ہوگی تو کیا حال ہوگا بندے کا۔ بندہ ڈر رہا ہوگا لیکن جب دیکھے گا اللہ تعالیٰ جل

شانہ کا معاملہ میرے ساتھ رحمت کا ہو رہا ہے۔ میرا یہ گناہ بھی معاف کردیا یہ بھی معاف کر دیا یہ بھی معاف کردیا اور اس کے بجائے نیکیاں عطا فرمارہے ہیں۔ کہاں تو یہ ڈر رہا تھا کہ کہیں بڑے گناہ نہ سامنے آجائیں جب گناہ کے عوض نیکیاں ملتی دیکھے گا تو خود کہے گا یا اللہ میں نے تو بڑے بڑے گناہ بھی کیئے تھے وہ کہاں ہیں ان کو مجھ پر کیوں نہیں ظاہر کیا جاتا اور اس سے اس کی غرض یہ ہوگی کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی جگہ یہ نیکیاں ملی ہیں تو بڑے گناہوں کی جگہ اس سے بڑی نیکیاں مل جائیں۔ اس امید پر بے ساختہ کہنے لگے گا کہ میرے بڑے گناہ کہاں ہیں سبحان اللہ کچھ حد ہے رحمت کی۔ اچھا پھر اور دیکھئے۔ رحمت کی حد دیکھئے۔ یہ بھی ہوگا کہ بعض گناہ بندے نے کیے تھے مگر وہ نامہ اعمال میں لکھے ہوئے نہیں ہوں گے۔ پہلی قسم تو یہ تھی کہ گناہ نامہ اعمال میں لکھے ہوئے تھے مگر پیش نہیں کیے گئے۔ یہ وہ قسم ہے کہ گناہ نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہی نہیں ہین جن سے اس نے توبہ کرلی تھی۔ توبہ کی وجہ سے سارے گناہ ملیامیٹ ہوگئے، ختم ہوگئے۔ وہاں اس کو نظر ہی نہیں آرہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کی وجہ سے بعض گناہوں کو خود بخود معاف فرمادیتے ہیں لہٰذا وہ بھی یہاں لکھے ہوئے نہیں ہوں گے۔ کس قدر رحمت ہے ان کی کہ بہت سے گناہ جو کیے تھے وہ بھی نامہ اعمال میں درج نہیں ہوں گے اور بہت سی نیکیاں جو بندے نے کی ہی نہیں تھیں وہ نامہ اعمال میں موجود ہوں گی۔

یہ شان رحمت ہے جو عدل سے اونچی ہے عدل سے بالاتر ہے اور اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا یہ تو بالکل بعید (بات) ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا ذکر کرنا ہی نہیں چاہیے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کہ اس دن کسی جاندار پر ظلم نہیں کیا جائے گا پھر آگے فرماتے ہیں وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ قرآن مجید کا نظم ونسق بھی بڑا عجیب ہے۔ ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی رغبت بھی دلائی گئی ہے اور ڈرایا بھی گیا ہے کہ میرے

بندے نڈر نہ ہوجائیں۔ فرماتے ہیں ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس کو ہر فعل کا علم ہے وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے۔ وہ معاف کردیں یہ اور بات ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ میرے بندے نے فلاں جگہ فلاں بازار میں یہ گناہ کیا تھا۔ میرے بندے نے فلاں جنگل میں یہ کام کیا تھا۔ فلاں کشتی میں یہ کام کیا تھا۔ فلاں جگہ اس نے یہ کام کیا تھا ہر چیز کا ان کو علم ہے۔ کوئی چیز ان سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ان کو پورا علم ہے جو تم کرتے ہو۔ اس میں بتادیا کہ کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی اور اجر پورا دیں گے لیکن ہم کو ہر اچھے برے کا پورا علم ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیے حاکم جب یہ کہے جو کچھ تم کررہے ہو ہم جانتے ہیں۔ اس سے سننے والے کانپ جاتے ہیں۔ ڈر جاتے ہیں۔ پہلے ترغیب انتہا درجے کی تھی مگر یہاں ذرا ڈرا بھی دیا کہ اعتدال ہوجائے بندے بالکل نڈر نہ ہوجائیں اللہ تعالیٰ سے امید بھی باندھے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا ڈر بھی ہو۔

کفار کی جہنم رسیدگی:

اب آگے فرماتے ہیں وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا کہ کفار جہنم کی طرف جماعتوں کی جماعتیں بنا کر ہنکائے جائیں گے۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ سوق کے معنی ہیں زبردستی چلانا۔ اس سے یہ معنی ادا ہوتے ہیں کہ کفار اپنے قصد اور اختیار سے جہنم کی طرف نہیں جائیں گے بلکہ جبراً دھکیل کر ان کو بھیجا جائے گا۔ جیسے جانوروں کو مار مار کر لے چلتے ہیں اس طرح فرشتے ان کے پیچھے ہوں گے اور دھکیل دھکیل کرلے جارہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے چلو چلو آگے جہنم کی طرف۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا زمرا کے معنی یہ ہیں کہ جماعتوں کی جماعتیں بنائی جائیں گی۔ کفار کی جماعتیں اس طرح ہوں گی کہ بڑے بڑے کفار سب سے آگے ان کے پیچھے ان سے چھوٹے ان کے پیچھے ان سے چھوٹے اس طرح ان کو بھیجا جائے گا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عدل کی شان دیکھئے۔

دوزخ کی طرف دھکیلنے میں بھی عدل کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ کفار میں بھی بقدر مراتب کفر فرق ظاہر کیا جائے گا۔ فرق دکھایا جائے گا۔ جتنا کفر بڑا ہوگا اتنی ہی سزا بڑی ہوگی۔ ایک دوسری آیت میں فرماتے ہیں۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (سورۃ مریم آیت ۶۹، پارہ ۱۶) کفر کی ہر جماعت سے بھی ہم ان کو الگ الگ چھانٹ لیں گے۔ جو کفر میں اشد تھے ان کو الگ کر لیں گے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ بڑے کفار الگ ہوں گے اور چھوٹے الگ ہوں گے۔ یہی مطلب ہے زُمَرًا کا۔ کہ کفار کی سزائیں بھی جو دوزخ میں ہوں گی وہ بھی کفر کے مراتب کے لحاظ سے متفاوت ہوں گی (یعنی) الگ الگ ہوں گی۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ لیکن کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سزا ان کی ان کے کفر کے مطابق ہوگی۔ جنہوں نے بڑے بڑے کفر کیے ان کی سزا بہت زیادہ ہوگی۔ جنہوں نے کم کفر کیے ان کی سزا کم ہوگی۔ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی کہ کافروں کو بھی سزا عدل سے دیتے ہیں۔ اب فرشتے ہنکا کر لے جا رہے ہیں دھکیل کر لے جا رہے ہیں۔ حَتّٰٓى إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا جہنم کے دروازے پر پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اس سے بعض مفسرین نے استنباط کیا ہے کہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جو اس وقت کھولے جائیں گے جب کفار اس کے پاس پہنچیں گے اس پر نکتہ یہ لکھا کہ اس کی گرمی قوی ہے (بہت زیادہ ہے)۔ تنور اگر ڈھکا رہے اس کی گرمی زیادہ ہوتی ہے اگر کھول دیا جائے اس کی گرمی میں کمی ہو جاتی ہے۔ مدتوں سے دوزخ کے دروازے بند ہیں جب اچانک کھلیں گے تو اس وقت ایک دم بھبھکا (تیز بھاپ کا جھونکا) نکل کر جھلسا دے گا۔ ایک گرمی آگ کی ایک حبس سزا دوہری ہوگئی اور عذاب بھی تو ایسا ہے جس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک نکتہ اور بھی یہاں ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت ایک طرح سے ظاہر ہوگی کہ دوزخ کے دروازے اس واسطے بند ہوں گے کہ دکھایا جاوے کہ ہماری طرف سے اتنی

گنجائش تھی کہ پاس پہنچنے تک شاید کسی کا ٹوٹا پھوٹا ذریعہ نجات کا بن جائے۔ ذرہ برابر کسی میں ایمان ہو تو بچ جائے۔ جب دروازے پر پہنچ گئے پھر کوئی ذریعہ نجات کا نہ بچا۔ اب حجت پوری ہوگئی۔ ہم نے دوزخ سے دور رکھا تھا۔ جہاں تک ہو سکا بچایا۔ پھاٹک بھی بند رکھا مگر کوئی ذریعہ رحمت کا ان کے پاس تھا ہی نہیں۔ پھاٹک کھول دیا جاتا ہے اور ان کو داخل کر دیا جاتا ہے جہنم میں۔ اب دروازے پر دوزخ کے دربان کھڑے ہیں فرشتے محافظ کھڑے ہیں۔ اب وہ فرشتے ان کفار کی جماعتوں سے کہیں گے أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ آيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا کہ کیا تمہارے پاس تمہاری جنس بشر سے رسول نہیں آئے تھے۔ جو تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتے تھے اور اس دن کے دیکھنے سے ڈراتے تھے تم کو۔ اب ان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ بتاؤ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے کیا انہوں نے تم کو اس دن سے ڈرایا نہیں تھا۔ تو ان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام آئے تھے ہمارے پاس۔

رسولوں کا انسان ہونے میں حکمت:

دوسری بات جو فرشتوں نے کہی رُسُلٌ مِّنْكُمْ کہ تمہاری جنس بشر سے تمہارے پاس پیغمبر آئے تھے۔ فرشتے تو نہیں آئے تھے جو تم کو معلوم نہ ہو (اور کہہ سکو کہ) ہم کو پتہ نہ چل سکا۔ تمہاری جنس بشر سے آئے تھے انبیاء علیہم السلام۔ بات یہ ہے کہ اپنے ہم جنس سے (انس زیادہ ہوتا ہے) نفع کی امید زیادہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ نبیوں کو ہم ہی انسانوں میں سے بھیجا کیونکہ تعلق ہوتا ہے ہم جنس سے اور محبت ہوتی ہے مناسبت ہوتی ہے اور نفع موقوف ہوتا ہے محبت اور مناسبت پر۔ اگر نبی انسانوں میں سے نہ ہوتے تو ان سے اتنا نفع نہ ہو سکتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عین رحمت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہماری جنس سے پیدا کیا۔ اس کی وجہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی غایت درجہ کی شفقت ہے۔ اگر

یہ شفقت نہ ہوتی اللہ تعالیٰ یہ نہ چاہتے تو حجت پوری کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیج دیتے وہ احکامِ الٰہی سنا دیتے۔ پاکیزہ کتاب لکھی ہوئی اتار دیتے۔ مگر یہ نہیں کیا۔ کس قدر رحمت ہے حق تعالیٰ کی سب انبیاء جنس انسان سے پیدا ہوئے اس کا اثر یہ ہے کہ انہوں نے صرف تبلیغ ہی نہیں کی۔ لوگوں کی ہدایت کے لیے دعائیں بھی کیں۔ دل و جان سے توجہ بھی کی۔ احکامِ الٰہی پہنچائے اور خود ان پر عمل کر کے دکھایا اور نمونہ قائم کیا۔ بات بات پر نگرانی کر کے درست کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ امت کے باپ تھے ہر وقت امت کی اصلاح کی فکر رہتی تھی۔ جیسے باپ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے ان کو اچھے سے اچھا بنانے کے لیے (خوب کاوش کرتا ہے) تھک جاتا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ میری اولاد میں کوئی کسر نہ رہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی تبلیغ اس طرح کی۔ اصلاح کی تدبیریں بھی کیں دعائیں بھی کیں اور اگر صاحب! وہ ہماری جنس سے نہ ہوتے ان کو ہمارے ساتھ کوئی شفقت کوئی محبت کوئی تعلق نہ ہوتا۔ اور نہ ہمیں وہ نمونہ بن کر دکھاتے۔ انبیاء بہت شفیق تھے۔ انہوں نے کوئی دقیقہ ہماری رہنمائی میں اٹھا نہیں رکھا۔ اب قیامت میں کوئی عذر کوئی حیلہ نہیں ہوگا جب ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس انبیاء تمہاری جنس سے نہیں آئے تھے ان کو اعتراف کرنا پڑے گا اور وہ اقراری مجرم بن جائیں گے یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے گی کہ ہم کو (یک طرفہ) شہادت پر سزا دی جارہی ہے جب مجرم جرم کا اقرار کرلے اور اس کو سزا دی جائے تو وہ انکار نہیں کرسکتا یہ اس کو کہنے کی گنجائش ہی نہیں کہ ہمیں صرف لوگوں کے کہنے پر اور فرشتوں کی شہادت پر سزا دی گئی۔ خود ہی اقرار کریں گے۔ (قَالُوْا بَلٰی) کہیں گے۔ فرشتوں سے کہیں گے بے شک پیغمبر آئے تھے۔ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ تو کیا عدل ہے کہ سزا سے پہلے مجرم سے اقرار لے لیا اور کوئی حجت باقی نہ رکھی۔ جہنم کے دروازہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کا دخول دروازوں کے ذریعہ سے ہوگا اور کفار کو جماعت در جماعت جہنم میں داخل کیا جائے

گا دھکیلا جائے گا دھکا دیا جائے گا (وہ جانا نہیں چاہیں گے) جیسے مویشیوں کو لوگ دھکا دیتے ہیں۔ جب جہنم کے دروازہ پر کفار پہنچیں گے تو وہ فرشتے جو وہاں مقرر ہیں ان سے سوال کریں گے۔ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے کیا انہوں نے وعظ و نصیحت نہیں کی۔ کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرایا اس جہنم سے بچنے کی تدبیریں تم کو نہیں بتاتے رہے۔ یہ اقرار کرلیں گے کہ بے شک وہ آئے تھے لیکن ہماری سستی ہماری غفلت ہماری بدقسمتی کہ ہم ایمان نہ لائے نبیوں کا بھی اقرار کریں گے تبلیغ کا بھی اقرار کریں گے اور اپنے جرم کا بھی اقرار کرلیں گے۔

کفار کا جہنم میں داخلہ:

جب اقرارِ جرم کرلیں گے اب ان سے کہا جائے گا قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اچھا اب ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل ہو جاؤ اب اس سے تم نکل نہیں سکو گے۔ الفاظ سے صراحۃً یہی معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم کے دروازے کے باہر یہ بات ہو رہی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے ان مجرمین سے۔ اللہ کا انکار کرنے والے اللہ کو نہ ماننے والے اللہ کے ساتھ شریک بنانے والے یہ مجرم اپنے جرم کا اقرار کرلیں گے کوئی حجت باقی نہ رہے گی تو پھر کہا جائے گا کہ دروازے سے داخل ہو جاؤ جہنم میں۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ دہلوی اس آیت سے دلیل دیتے ہیں کہ یہاں یہ ہے کہ داخل ہو جاؤ جہنم میں دروازوں سے اور سورہ حدید میں یہ ہے کہ پل صراط پر سے گذرنا پڑے گا۔ تو فرماتے ہیں یہ جو فرمایا گیا (قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا) تو یہ ٹھیٹھ اور مطلق کفار اور مشرکین کے بارے میں ہے ان کو تو جہنم میں براہِ راست بھیج دیا جائے گا دروازوں کے راستے سے۔

پل صراط اور اس کی کیفیت:

اور پل صراط دوزخ کے اوپر ہے کچھ لوگ اس پر سے کٹ کٹ کر جہنم میں

گریں گے وہ دروازوں سے نہیں داخل ہو رہے۔ اس سے حضرت شاہ صاحبؒ نے دلیل لی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفار جو مطلق کافر تھے مشرکین تھے جن کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا ان کو پل صراط عبور نہیں کرایا جائے گا۔ تو پل صراط پر کون چلے گا وہ جو صرف ایمان لائے تھے یا وہ جو ایمان کی صورت میں منافق تھے پل صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا اس پر چلنے والے بعض پار اتر جائیں گے اور بعض پار نہیں اتر سکیں گے اور دوزخ کے اندر گر جائیں گے۔ مطلق کفار کے بارے میں تو فرمایا جا چکا ہے کہ وہ دروازوں سے داخل ہوں گے لیکن جو ایمان کی شکل تو بنائے ہوئے ہوں گے لیکن حقیقتاً ایمان نہیں ہوگا اب اس منافق کے اندر کفر ہے اس وجہ سے کٹ کر گر رہا ہے جہنم میں۔

بات یہ ہے کہ پل صراط جنت کی سڑک ہے جسے عبور کر کے جنت میں جا سکیں گے۔ اس کے مستحق وہی ہیں جو جنت میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور وہ ہیں مومن یا اس پر چلنے والے وہ ہیں جن پر شبہ ہے مومن ہونے کا یعنی مشابہت ہوگی مومنوں کے ساتھ۔ وہ کون ہیں۔ منافق جو زبان سے دعویدار ہیں ایمان کے اور حقیقتاً ہیں کافر۔ تو جو حقیقتاً ایمان والے ہیں وہ تو جنت کے مستحق ہیں اور منافقین بظاہر ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں (حقیقتاً ان میں ایمان نہیں) اس واسطے عبور نہیں کر سکیں گے اور مومنین عبور کر جائیں گے۔ تو خلاصہ یہ ہے شاہ صاحب کی تحقیق کا کہ کافرِ محض جس نے زبان سے بھی ایمان ظاہر نہیں کیا ہر طرح سے اللہ کا مقابلہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتا رہا اور ان کو پل صراط پر نہیں چلایا جائے گا بلکہ یہ لوگ دروازوں کے راستے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ پل صراط پر مومن چلائے جائیں گے خواہ حقیقی مومن یا دعویٰ کرنے والے مومن۔ تو جو دعویٰ کرنے والے ہوں گے وہ کٹ کر نیچے جہنم میں گر جائیں گے اور حقیقی مومن پار ہو جائیں گے۔ جن بھی اس میں شامل ہیں اور انسان بھی۔ جو بھی شریعت پر عمل کرنے کے مکلف ہیں سب شامل ہیں۔ اس میں خَالِدِيْنَ فِيْهَا

سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کہاں؟ جہنم میں۔ کون؟ کفار۔ مشرکین اور منافقین اور منافقین کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ منافقین جو دھوکے بازی کرتے رہے دنیا میں جہنم میں سب سے نیچے کا جو گہرا اور جو بڑا دردناک عذاب والا آگ کا حصہ ہے وہاں بھیجا جائے گا۔ اب بھیج دیا جہنم میں۔

تکبر کرنے والوں کا انجام:

پھر آخر میں فرماتے ہیں فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ وہ متکبرین کے لیے بہت بری جگہ ہے اب حضرت فرماتے ہیں ذرا غور کریں پہلے فرمایا کہ کافروں کو جہنم میں داخل کر رہے ہیں اور اب فرما رہے ہیں بِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ تکبر کرنے والوں کا سب سے برا ٹھکانہ ہے تو جوڑ کیا ہوا۔ اگر فرماتے کافروں کا برا ٹھکانہ ہے تو مشکل نہ تھی مگر فرما رہے ہیں متکبرین کا برا ٹھکانہ ہے تو متکبرین سے مراد کون لوگ ہیں۔ ظاہر ہے وہی کافر مراد ہیں جن کو جہنم کے دروازے سے داخل کیا جائے گا کیونکہ انہی کی تو بات ہو رہی ہے، انہی سے خطاب ہو رہا ہے، اور سب جانتے ہیں کہ دوزخ کفار کی مستقل جگہ ہے اور گنہگار مسلمانوں کیلئے مستقل جگہ نہیں بلکہ عارضی جیل خانہ ہے تو انہیں اوپر کفار کہا گیا اور انہی کو یہاں متکبرین کہا گیا تو معلوم ہوا کہ کفر اور تکبر میں اصل تکبر ہی ہے کفر تکبر ہی کا نتیجہ ہے اور وہی ان کو جہنم میں لے جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو کافر ہیں حق بات قبول کرنے میں کسی سے چھوٹا بننا پڑتا ہے۔ ابوجہل ابولہب اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔ کہتے تھے ہم بڑے سردار ہیں فلاں ہیں فلاں ہیں لیکن اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا تو ہم چھوٹے ہو جائیں گے۔ یہ بڑے بن جائیں گے۔ وہ چھوٹا بننا نہیں چاہتے تھے اس لیے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت فرماتے ہیں یہ علومِ قرآنیہ ہیں ان میں خصوصیت پڑھے لکھوں کی علماء فضلاء کی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس وقت چاہیں جس کو چاہیں علوم القا فرما دیں خدا کی دین

ہے جس کو چاہیں جتنا دیں بعض دفعہ ایک عامی کی سمجھ میں کوئی بڑی عجیب بات آجاتی ہے مثلاً وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ایک عام آدمی کے منہ سے نکلا ہے۔ اس کے آگے فرماتے ہیں سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پاک ہیں اللہ پاک اور برتر ہیں وہ اس چیز سے جس میں وہ شرک کرتے ہیں۔ وہ ذات شرک سے بہت (بالکل) پاک ہے بڑی اونچی اور معتبر ہستی ہے۔ ان کو تم کیا سمجھتے ہو۔

صور اسرافیل کی کیفیت:

اس سے آگے فرماتے ہیں: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ صور ایک بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام (ایک فرشتے) اس پر متعین ہیں وہ منہ میں اس کو لیے کھڑے ہیں۔ (صور منہ کی طرف سے چھوٹی اور دوسری طرف پھیلاؤ میں بہت بڑی چیز ہے) حق تعالیٰ کا جب حکم ہوگا اس دن اس وقت اس میں پھونک ماریں گے۔ اتنی آواز ہوگی اتنی آواز ہوگی کہ تمام لوگ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ اس قدر گرج دار گرج والی آواز ہوگی یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ مرجائیں گے کیونکہ مرنے میں بے ہوش ہو کر گرتے ہی ہیں (تو حضرت اسرافیل علیہ السلام پوزیشن سنبھالے ہوئے بالکل تیار کھڑے ہیں جب حکم ہوگا صور پھونکو صور پھونک دیں گے جتنے بھی آسمانوں کے رہنے والے ہیں زمین کے رہنے والے ہیں سارے کے سارے لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے) اور یہ بھی ہوسکتا ہے غشی طاری ہو جائے۔ آواز ایسی ہولناک ہوگی کہ سب کے حواس جاتے رہیں گے اور یہ چیز پیش آنے والی ہے یہ نہ سمجھیں کہ ایسے ہی (قصہ) بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی آیت میں فرماتے ہیں اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ کہ ہاں اللہ پاک جس کو چاہیں اس کو بچالیں مرنے سے بے ہوش ہونے سے۔ یہ ان کی اپنی مشیت ہے (سوائے اس کے جس کا بے ہوش ہونا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہو) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

کچھ لوگ بے ہوش نہ ہوں گے باقی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کون کون ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ پھر دوبارہ پھونک ماری جائے گی ایک دم سب کھڑے ہو جائیں گے اب محشر کا منظر سامنے آجائے گا۔ اس میں شک نہیں کرنا چاہیے قرآن مجید کی آیت ہے جو اس میں شک کرے گا وہ مسلمان نہیں رہ سکتا آجکل کچھ نو تعلیم یافتہ نوجوان کہتے ہیں یہ ایسی ہی فرضی باتیں ہیں۔ (یاد رکھیں) قرآن مجید جو بھی فرماتا ہے اس پر یقین کرنا فرض ہوتا ہے اگر نہ مانو گے کفر ہو جائے گا۔

میدان حشر اور اس کی وسعت:

غرض دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد سب کھڑے ہو جائیں گے اور محشر کا منظر پیش نظر ہوگا مردے زندہ ہو جائیں گے۔ نیم بے ہوش ہوش میں آجائیں گے اسی کا نام حشر ہے اسی کو محشر کہتے ہیں۔ (کہتے ہیں ناں)۔ اگلے پچھلے جتنے بھی مردے ہیں انسان حیوان حشرات الارض۔ جتنے جانور سمندر میں ہیں سب باری باری زندہ ہوتے جائیں گے۔ (دنیا کے شروع) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب کے سب زندہ ہو جائیں گے۔ اب ہم جیسا کوئی سیدھا سادہ آدمی کہے کہ صاحب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ساری مخلوق جو پیدا ہو چکی ہے سارے جانور چرند پرند درند سب زندہ ہو جائیں گے اور پھر یہ زمین بھی کافی ہو جائے یہ کیسے ہوگا۔ اگر مردم شماری کے حساب سے بھی دیکھا جائے تو اولین آخرین تمام انسانوں کی تعداد اتنی ہو جائے گی کہ یہ زمین ان کے لیے ناکافی ہو جائے گی چہ جائیکہ سارے پرندے جانور وحشی سب جمع ہو جائیں اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی موجودہ حالت میں جو زمین ہے وہ کافی نہیں ہوسکتی لیکن اس وقت اس زمین کو وسعت دی جائے گی۔ زمین بنانے والے جنہوں نے اب تک سب کو پھیلا رکھا ہے وہ سب کو مزید پھیلا سکتے ہیں۔ ہم اپنے دماغ (سے اپنی فہم) کے مطابق سوچتے

ہیں اللہ کی قدرت کے مطابق نہیں سوچتے کہ وہ کتنی قادرِ مطلق ذات ہے۔ آخر بڑ بھی پھیل جاتی ہے اور وہ حکم دیں تو زمین کو جتنا چاہے پھیلا دیں۔ ان کے حکم کے سامنے زمین کیا چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زمین کی طنابیں کھینچ دی جائیں گی۔ آپ دیکھتے ہیں بعض کرامتیں ہوتی ہیں ایک قدم یہاں ہوتا ہے اور دوسرا منتہائے نظر پر۔ ظہر کی نماز یہاں پڑھی اور عصر کی نماز زمین کے کسی اور دور دراز خطے پر پڑھی یہ سب کرامتیں ہیں تو اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔

قبولیت توبہ کا ایک واقعہ:

حدیث شریف میں ایک قصہ منقول ہے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے ننانویں قتل کے بعد اس کو تنبیہ ہوئی خیال آیا میری مغفرت کیسے ہوگی؟ کیسے بخشا جاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ جب دل میں کوئی بات ڈال دیں اس سے کوئی اچھا عمل ہو گیا ہوگا اس کی برکت سے یہ خیال اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈال دیا کہ میری بخشش کیسے ہوگی۔ اب دل پر چوٹ لگی تو ایک عالم کے پاس پہنچا سارا واقعہ بیان کیا کہ مجھ سے ننانوے قتل ہو گئے ہیں میری بخشش کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ وہ ناراض ہوئے کہ ایک ہی قتل دوزخ میں لے جانے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ ننانوے قتل۔ جاؤ اب کوئی صورت بخشش کی نہیں ہو سکتی۔ اسے بڑا رنج ہوا غصہ آیا کہ جب مجھے دوزخ ہی میں جانا ہے تو میں آپ کو کیوں چھوڑوں پہلے تو کسی نے ایسے نہیں کہا۔ تم نے میرے دل پر نشتر لگا دیا ہے جہاں ننانوے ہیں وہاں ایک اور سہی سو پورے کر دوں۔ چنانچہ اس نے ان عالم کو بھی قتل کر ڈالا۔ قتل تو کر دیا مگر دل پر تو چوٹ لگ چکی تھی۔ دل نہیں مانا پھر خیال آیا میری بخشش کیسے ہوگی۔ دوسرے عالم کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا کہ ننانوے قتل میں نے پہلے کیے تھے ایک ابھی کر کے آ رہا ہوں آپ یہ بتائیں میری بخشش کی کوئی صورت ہو سکتی ہے میں توبہ کر لوں تو بخشا جا سکتا ہوں یا نہیں۔ وہ عالم بڑے سمجھدار تھے انہوں نے کہا بھئی توبہ کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے

توبہ سب کی قبول ہو سکتی ہے سو قتل کیے ہوں یا ہزار قتل۔ جب آدمی توبہ کر لے توبہ قبول ہو جاتی ہے مگر توبہ کی تکمیل کی شرط یہ ہے کہ اس سرزمین سے چلے جاؤ جہاں تم نے اتنے گناہ کیے ہیں کسی نیک بستی میں جا کر رہ جاؤ۔ اس نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور انہی کے حکم پر دوسری بستی جہاں نیک آدمی رہتے تھے جانے کا عہد کر لیا اور چل پڑا۔ ابھی وہاں پہنچا نہیں تھا کہ موت کا وقت آ گیا۔ ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) نے اس کی جان قبض کر لی۔ مرتے وقت اس کو بہت مایوسی ہوئی کہ اوہو میرا بنے گا کیا۔ اب ذہن میں اللہ پاک نے ڈالا کہ تم اپنا سینہ اس بستی کی طرف بڑھا دو تاکہ تیرا رُخ تو اُدھر ہو جائے چنانچہ اس نے اپنا رخ اس طرف کر دیا اور سینہ اس طرف بڑھا دیا۔ جب روح قبض ہو چکی تو دونوں قسم کے فرشتے آئے عذاب کے بھی رحمت کے بھی ایک گروہ کہتا ہے اس کی روح کو ہم لے جائیں گے دوسرا کہتا ہے ہم لے جائیں گے آخر اس جھگڑے کے فیصلے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا کہ اس راستے کی پیمائش کر لو جس بستی کے یہ شخص قریب ہو ویسا ہی حکم ہوگا اگر نیکوں کی بستی کے قریب ہے تو جنت والے فرشتے اس کی روح کو لے جائیں گے اگر بروں کی بستی کے نزدیک ہے تو دوزخ والے لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی تو فیصلہ کیا اور خود ہی اس کی تدبیر بھی فرما دی اصل میں یہ گناہوں کی بستی کے قریب تھا جہاں سے نکلا تھا نیکوں کی بستی سے دور تھا اللہ تعالیٰ نے زمین کے پیچھے والے حصہ کو حکم دیا تو پھیل جا اور زمین کے اگلے حصہ کو حکم دیا تو سکڑ جا فرشتوں نے پیمائش کی تو جتنا اس نے سینہ آگے کیا تھا اتنا نیکوں کی بستی کے قریب تھا تو جنت والوں کو حکم ہو گیا تم لے جاؤ لہٰذا رحمت کے فرشتے غالب آ گئے۔ اس قصہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ دونوں بستیاں کیسے قریب اور دور ہو گئیں۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ جس کو جیسا حکم دیں ویسے ہو سکتا ہے تو سارے اگلے پچھلے جانور درند چرند پرند انسان سب اللہ کی قدرت سے ایک زمین پر سما سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی بات کو فرمائیں تو ان کی قدرت کو دیکھنا

چاہیے۔ اپنی سوچ اپنی عقل کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی مجیت اور اس کی شان:

آگے آتا ہے وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا اس کے حقیقی معنی کی نسبت یہی کہیں گے اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ وہ کیسے تشریف لائیں گے ہم نہیں جانتے انہی کو اس کے معنی خوب معلوم ہیں اگر کوئی سمجھنا چاہے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ جب بادشاہ اپنے نوکروں خادموں کے ساتھ آتا ہے تو کہتے ہیں بادشاہ آ رہا ہے حالانکہ بادشاہ ابھی نہیں آیا۔ صرف نوکر چاکر آئے ہیں ایسے ہی آپ یہاں سمجھ لیں۔ جنت دوزخ والے فرشتے آئیں گے، عدالت قائم ہوگی اور حساب کتاب ہوگا مگر معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کیسے تشریف لائیں گے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جو انہوں نے فرما دیا ہم کہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے۔ اگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو خاموش رہنا چاہیے۔ بزرگوں کا ارشاد یہی ہے کہ اس کے معنی اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو واقعات محشر کے اس آیت میں مذکور ہیں وہ فرضی نہیں ہیں واقعی ہیں آج کل اس مزاج کے لوگ بھی بہت ہیں جن کو ان واقعات سے تعجب ہوتا ہے اور یہاں تک کہ ان کو ناممکن کہہ دیا ہے اور ان آیتوں اور حدیثوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں ڈرانے کے لیے اور رغبت دلانے کے لیے فرضی باتیں فرما دی ہیں تاکہ جنت کا شوق ہو جائے نیک کام کریں دوزخ سے باز آ جائیں توبہ کرنی چاہیے اور وہ لوگ کہتے ہیں مثال دو۔ یہاں بہت سے واقعات ہیں جن کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ ہر چیز کی مثال ہی ہونا چاہیے کیا؟ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی باتوں پر یقین نہیں ہے۔ قرآن مجید پر یقین نہیں ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ صرف ترغیب و ترہیب کے لیے رغبت دلانے کے لیے ڈرانے کے لیے فرضی باتیں فرما دیں۔ بھئی اگر تم اس کو فرضی مانو گے تو نماز کو فرضی مانو گے روزے کو بھی فرضی مانو گے۔ زکوٰۃ اور حج کو بھی فرضی مانو گے سارے حکموں کو فرضی ہی مانو گے کیا؟ تمہارا ایمان پھر کیا ہوا؟ حالانکہ کوئی مسلمان

اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔

نامۂ اعمال کا ملنا اور اس کا طریقہ:

اور فرماتے ہیں وَوُضِعَ الْكِتٰبُ آخرت کا بیان چل رہا ہے کہتے ہیں نامۂ اعمال لائے جائیں گے اور سب کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ دوسری جگہ دوسری آیتوں میں اس کا ذکر آتا ہے کہ نیکوں کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بروں کے بائیں ہاتھ میں۔ فرماتے ہیں نامۂ اعمال اپنے مالک کو ایسے پہچانیں گے جیسے ہلا ہوا پرندہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے جہاں بھی بھیجو اپنے مالک کے پاس پہنچ جاتا ہے تو جو نیکوکار ہیں جن کے نامۂ اعمال اچھے ہیں ان کو عزت کے ساتھ سامنے سے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور جن کے برے اعمال ہیں ان کو ذلیلوں کی طرح پیچھے سے بائیں ہاتھ میں مل جائیں گے اب وہ سمجھ جائیں گے کہ لٹ گئے مارے گئے، یہ نامۂ اعمال لایا جانا ایسا ہے جیسے عدالتوں میں مثل دی جاتی ہے کہ اب اس کے مطابق مقدمہ چلے گا جرح ہوگی وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ انبیاء علیہم السلام کو بلایا جائے گا جیسے عدالتوں میں گواہ بلائے جاتے ہیں وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور تمام فیصلے ٹھیک ٹھیک کیے جائیں گے کسی کا حق مارا نہیں جائے گا یعنی یہ نہیں ہوگا کہ کسی نے کوئی ذرا سی بھی نیکی کی ہو اور نامۂ اعمال میں درج نہ ہو یا کوئی برائی کسی نے کی ہو اور وہ نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی نہ ہو ایسا نہیں ہوگا ہر چیز پوری پوری درج ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ عَلٰى غَضَبِيْ میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لے جاتی ہے۔ اس رحمت کے سبقت لے جانے سے ایسا بھی ہوگا کہ نیکی انسان نے نہیں کی لیکن نامۂ اعمال میں درج ہوگی۔ کیسے؟ نیکی کا پختہ ارادہ کر لیا سارا سامان اس کے لیے مہیا کر لیا لیکن کر نہیں سکا وہ نیکی بھی لکھی ہوئی ہوگی نیک کام کرتا تھا۔ قرآن مجید پڑھتا تھا۔ تلاوت کے علاوہ وظائف بھی کرتا تھا۔ دعا مانگتا تھا۔ مختلف معمولات کرتا تھا۔ نوافل پڑھتا تھا بیمار ہو گیا سفر پر چلا

گیا سفر اور بیماری کی وجہ سے وہ اعمال کر نہیں سکتا تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ سب اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو۔ یہ سب نیکیاں بھی مل جائیں گی اس کو۔

ایصال ثواب:

فوت ہونے کے بعد کسی کے بخشنے سے نیکیاں نامۂ اعمال میں آگئیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر صرف رحمت اور مغفرت کی دعا مانگ لو اپنے ماں باپ کے لیے اور مرنے والوں کے لیے تو پہاڑوں کے برابر ثواب بڑھا کر اس کی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے منہ سے صرف دو لفظ نکلے اجر اتنا مل گیا جو لوگ مر گئے ہیں گذر گئے ہیں وہ زندوں (آپ) سے ثواب کے اس طرح امیدوار رہتے ہیں جیسے کہ اگر کوئی دریا میں سمندر میں ڈوب رہا ہو تو وہ تنکے کا سہارا لینا چاہتا ہے۔ ایسے ہی وہ انتظار میں رہتے ہیں کہ ہماری طرف زندوں کا کوئی ہدیہ آ جائے۔ اگر ان کو عذاب ہو رہا ہے اس سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اگر درجہ میں کمی ہے تو درجے بلند ہو جاتے ہیں تو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اب مردوں کا زندوں پر حق ہے کہ ان کو ہم زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچائیں اور اتنا ہی ثواب ہمیں بھی مل جاتا ہے تو بات یہ ہے کہ یہ تو کبھی بھی نہیں ہوگا کہ گناہ اس نے کیا نہیں اور لکھا جائے۔ لیکن یہ ہوگا کہ نیکیاں اس نے کی نہیں اور لکھی ہوئی پائے گا۔

انعامات خداوندی:

وہاں انعامات بہت ہوں گے بات بات پر رحمت ہوگی۔ بعضوں کی بخشش چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہو جائے گی۔ مثلاً راستے سے کانٹا ہٹا دیا۔ ایک عورت کی بخشش اس بات پر ہوگئی کہ اس نے جب ایک کتے کو دیکھا کہ کنویں کے کنارے پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس کو رحم آ گیا تو اپنے چمڑے کے موزے کو اوڑھنی میں باندھ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا۔ حالانکہ وہ بدکار عورت تھی لیکن حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے میری مخلوق پر رحم کیا ہم اس پر رحم کریں گے یہ دونوں واقعات حدیث

میں آتے ہیں۔ ایک واقعہ کسی بزرگ کے کشف کا ہے ایک شخص نیکوکار پرہیزگار تھا اس کا انتقال ہو گیا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا معاملہ ہوا۔ اس نے جواب دیا کئی مجاہدے اور ریاضتیں کی تھیں یہاں تو کچھ کام نہیں آیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بالکل کام نہیں آئیں گی۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں کچھ کسر تھی وہ اس قابل نہیں تھیں کہ ان پر بخشش ہو سکتی۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ مجاہدے ریاضتیں نیک اعمال بے کار چیز ہیں۔ ہرگز نہیں وہ ضرور کام کی چیزیں ہیں مگر ایسے اعمال کون کر سکتا ہے جو دربارِ خداوندی کی شان کے لائق ہوں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ مجاہدے ریاضتیں میرے کسی کام نہیں آئیں مگر حکم ہوا کہ تم نے ایک دن ایک بلی کے بچے پر رحم کیا تھا وہ سردی سے کانپ رہا تھا تم نے اس کو لحاف میں لے لیا جاؤ ہم نے تم کو اس کے عوض بخش دیا۔ تو فرماتے ہیں کوئی آدمی کبھی کسی ادنیٰ عمل کو بھی حقیر نہ سمجھے کیا خبر کس عمل کو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے تو اس لیے جو بھی عمل چھوٹے سے چھوٹا ہو کر لینا چاہیے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ کسی عمل کو حقیر نہ سمجھو تو حاصل یہ ہے کہ وہاں بات بات پر رحمت کا بہانہ ہوگا۔ ہاں یہ نہیں ہوگا کہ نامہ اعمال میں بلا کیے برائیاں لکھ دی جائیں۔ خواہ مخواہ پکڑ لیا جائے۔ ایسا نہیں ہوگا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کسی کا حق مارا نہیں جائے گا۔ یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ سے کہ ان لوگوں کے اعمال حبط ہو جائیں گے ختم ہو جائیں گے۔ ضائع ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں خود اپنی نیکی کو غارت کر دیا تھا قیامت کے دن کوئی نیکی غارت نہیں کی جائے گی۔ اس نے دنیا میں خود اپنے اختیار سے ایسا فعل کیا تھا جس کی خاصیت سے دوسرے اعمال غارت ہو گئے۔ تو قیامت کے دن وہ خود اپنے اعمال کو غارت کر کے لایا ہے نہ یہ کہ یہاں تو اس کے عمل درست تھے لیکن وہاں پہنچ کر غارت ہو گئے۔ (یہ غلط ہے) ایسا نہیں ہوگا وہاں پہنچ کر غارت نہیں ہوں گے۔ وہاں تو اللہ کی رحمتیں ہوں گی وہ یہیں غارت کر کے گیا ہے۔ اس کی مثال یہ

ہے کہ ایک کمہار نے برتن بنانا شروع کیے۔ بنایا اور توڑ دیا بنایا اور توڑ دیا۔ ایک برس بناتا
رہا اب اس سے پوچھیں کتنے برتن بنے ہیں۔ کہا بنے تو بہت ہیں مگر ٹوٹ گئے سارے۔ تو
حاصل کیا ہوا۔ اسی طرح کوئی شخص نیکیاں کر رہا ہے لیکن برائی کر کے ختم کر رہا ہے نیکیوں
کو۔ تو پھر کوئی نفع نہیں کمایا۔ اپنے آپ کو خود تباہ و برباد کر لیا۔ یہی حالت کافر کی ہے وہ
اسی واسطے خالی ہاتھ ہوگا۔ کسی نے اس کی نیکیاں چھین نہیں لیں بلکہ دنیا میں خود تباہ کر کے
آیا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ بالکل سچ ہے کہ کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اچھا ایک شبہ اور ہوتا ہے
جس نے کوئی نیکی کی اس کو دیکھ کر دوسرے نے کی پھر تیسرے نے کی پھر چوتھے نے۔
جتنے لوگ نیکی کرتے چلے جائیں گے ان نیکیوں کا ثواب اس پہلے شخص کو بھی ملتا رہے گا۔
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصیحتیں کیں اور جتنے لوگ نیک کام کر رہے ہیں
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو اس کا فائدہ پہنچتا رہے گا اس طرح یہ بھی ہے کہ جس نے
کوئی برائی کی اور اس برائی کو دیکھ کر دوسرے نے پھر تیسرے نے کی جب تک یہ سلسلہ
چلتا رہے گا اس برائی کا اثر اس پر بھی پڑے گا جس نے برائی کا سبق سکھایا۔ چنانچہ حدیث
شریف میں آیا ہے قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ ہابیل بھی بیٹے تھے
قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا تو حدیث میں آتا ہے کہ قیامت تک جو بھی قتل دنیا میں ہوگا اس
کے گناہ کا کچھ حصہ قابیل کو بھی پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح دوسرے گناہوں کا حال ہے۔ جس کو
دیکھ کر دوسرے کریں تو سوال یہ ہے کہ اس نے کیا کیا تھا کہ دوسرے کے عمل اس پر ڈالے
جا رہے ہیں۔ یہاں تو فرماتے ہیں وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ان پر ظلم نہیں ہوگا اور کہاں دوسروں
کے گناہ بھی اس پر ڈال رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے جواب یہ ہے کہ اس کی اقتدا ہی
سے تو گناہ ہو رہے ہیں اس کا سلسلہ اس تک برابر ملا ہوا ہے (اس لیے وہ قصوروار ہے)
اس کا ضرور اس گناہ میں دخل ہے۔ اس کی ایک مثال ہے بچے اینٹوں کی دیوار بنایا کرتے
ہیں۔ ایک دو تین چار دس بیس اینٹیں اکٹھی کیں اب کسی بچہ نے ایک اینٹ گرا دی سب

گر گئیں اور فرض کرو آخری اینٹ پر عطر کی شیشی رکھی ہے اب ایک اینٹ کو کسی نے ٹھوکر
لگائی۔ گرتے گرتے جب آخری اینٹ گری تو وہ شیشی ٹوٹ گئی اب کیا کہو گے اس نے
نہیں توڑی۔ توڑنے والا تو یہی ہے اب وہ کہتا ہے کہ میں نے تو اس اینٹ کو ہاتھ بھی نہیں
لگایا۔ مجھے کیوں پکڑتے ہو۔ کہتے ہیں بدمعاش تو ہی ہے ساری شرارت تو تیری ہی ہے
کیونکہ جب تو نے ایک اینٹ کو گرایا ہے تو اس شیشی والی اینٹ کو گرنا ہی تھا اس لیے تو نے
قصداً شیشی کو توڑا ہے (تجھے معلوم نہیں کہ ایک اینٹ کے گرانے سے وہ اینٹ بھی گرے
گی) اسی طرح جب ایک شخص نے گناہ کیا وہ جانتا تھا یہ (گناہ ہے) فعل مضر ہے اور یہ
بھی جانتا تھا کہ میرے اس فعل کو دیکھ کر دوسرے بھی میرے پیچھے لگیں گے اس لیے وہ
قصد اور اختیار میں داخل ہے اور یہ گناہ سبب بنے گا اس گناہ کا جو اس کی اقتدا سے ہوا تو
اب اگر اس کے نامۂ اعمال میں دوسرے اقتداء کرنے والوں کے حصے کا گناہ لکھا گیا تو
بلاوجہ نہیں لکھا گیا بلکہ بنیاد ہی اس نے رکھی تھی۔ تو بیان یہ چل رہا تھا کہ قیامت کے دن یہ
تو ہوگا کہ بعض نیکیاں بغیر کیے ہوئے نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی ملیں گی مگر یہ نہیں ہوگا کہ
کوئی نیکی کی ہو اور نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی نہ ملے یہ شانِ رحمت ہے کہ عدل کا معاملہ
نہیں فرمایا بلکہ فضل کا معاملہ فرمایا۔ ورنہ یہ ہوتا کہ جیسے کی ہوئی نیکی نامۂ اعمال میں درج
ہونے سے نہ رہتی۔ ایسے ہی کوئی نیکی بلا کیے ہوئے درج نہ ہوتی تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ
جل شانہ کسی کی حق تلفی نہیں فرمائیں گے۔ وہاں یہ ہوگا نیکیاں بڑھاتے چلے جائیں گے
کیونکہ دلائل سے ثابت ہے کہ حسنات میں اضافہ ہوگا۔ تو یہ سارا معاد کے متعلق آخرت
اور عاقبت کے متعلق بیان چل رہا تھا۔ معلوم ہوا یہ ساری باتیں ہمیں پیش آنے والی ہیں۔
کوئی شخص ایسا نہیں جس کو میدانِ حشر میں نہ حاضر ہونا ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس کو نامۂ
اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں نہ ملے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے اعمال نامے تو
لے نہ جائیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو پل صراط پر نہ چلنا پڑے بھئی یہ باتیں پیش

آنے والی ہیں۔ ان کی تیاری کرنی چاہیے کہ نہیں کرنی چاہیے؟ عاقبت میں سرخرو ہونے کے لیے عاقبت کی رسوائی سے بچنے کے لیے وہاں کی راحت اور آرام کے لیے کچھ کرنا چاہیے کہ نہیں کرنا چاہیے؟ ہمیں اپنی آخرت سدھارنی چاہیے۔ زندگی تو جیسی بھی ہے ختم ہو جائے گی لیکن مرنے سے لے کر مرنے کے بعد جتنی بھی منزلیں پیش آنے والی ہیں۔ جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک ان میں ہمیں ہر جگہ آرام ملے۔ راحت ملے۔ آسائش ملے اس کی تیاری کرنی ہے اسی زندگی میں۔ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس میں جیسی جیسی کھیتی کا بیج بونا ہے ویسے ہی اس کا پھل، فصل اور بیج سے ملتا ہے اس طرح آخرت میں انسان کو اجر اور ثواب اور راحت اور آرام ملے گا اس واسطے ہمیں چاہیے اس دنیا میں انہی مہینوں میں انہی دنوں میں انہی گھنٹوں میں اور منٹوں میں آخرت کی تیاری کرلیں۔ موت کے بعد کچھ نہیں کرسکیں گے ہم۔ نیکی کے بیج بوتے رہیں اور برائیوں سے بچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

حضور ﷺ کی مسکراہٹ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپ ﷺ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے ۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا پھر میرے اوپر جھک کر مسکرانے لگے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”جو بھی آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کیے ہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے تمہیں دیکھ کر مسکرایا ہوں“۔

عورتوں کی خصوصیات اللہ کی نظر میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۝

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۳۵

(سورۃ الاحزاب:۳۵)

قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مردوں اور عورتوں کی کچھ صفات بیان کی ہیں۔ یہ صفات مردوں میں ہوں یا عورتوں میں ہوں (اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا) ان صفات کی بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے لئے بہت بڑی مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے تو معلوم ہوا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت میں مجھے اجر عظیم مل جائے بخشش نصیب ہو جائے تو یہ صفات اپنے اندر پیدا کر لینی چاہئیں۔ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ اسلام لانے والے مرد اور اسلام لانے والی عورتیں وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں۔ ایمان کا مطلب ہوتا ہے دل سے یقین کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی توحید پر۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو ماننا اور جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان سب پر ایمان لانا اور یقین کرنا اور جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں ان کو ماننا جن میں سب سے آخر میں جناب سرکار دو عالم نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ انبیاء علیہم السلام کو ماننا اور آخرت کے دن پر یقین کرنا اور مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا اس پر بھی یقین کرنا اور تقدیر جیسی بھی ہو اس پر یقین کرنا یہ سمجھنا کہ میرے اللہ کی طرف سے یہ مقدر و مقسوم ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے ان صفات کا نام ہے ایمان۔ اور نماز پڑھنا روزے رکھنا اور حج کرنا، زکوۃ ادا کرنا جتنے بھی احکام ہیں یہ اسلام کے تحت آتے ہیں۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے، اسلام کا تعلق اعمال سے ہے۔ تو فرماتے ہیں اسلام لانے والے مرد اور اسلام لانے والی عورتیں، ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ، اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں۔ صدق کو ہماری زبان میں سچ کہتے ہیں اور صدق کی حقیقت یہ ہے کہ جو عمل کرے اس کو کمال کے درجے تک پہنچائے پھر کہا جاتا ہے یہ صادق بالعمل ہے۔ یہ عمل کا صادق ہے۔ عمل کا صدق یہ ہے کہ عمل کو کمال کے درجے تک پہنچایا جائے۔ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ خلاف توقع کوئی بات ہو، کوئی ناگوار بات ہو۔ اس پر انسان صبر کرے۔ دل گرفتہ نہ ہو جائے جو دین کا کام کیا کرتا تھا اس میں کوئی

فرق نہ آئے حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف کا جو راستہ ہے اس راستے پر گامزن رہے۔ اس حادثے کی وجہ سے، تکلیف کی وجہ سے، دکھ کی وجہ سے اس راستے سے ڈگمگائے نہیں۔ صبر کا مطلب یہ ہوتا ہے اپنے آپ کو روک کر رکھنا جب کوئی ایسی بات پیش آئے تو اس میں دل چاہے کہ میں یہ کام نہ کروں اور اپنے آپ پر جبر کر کے کام کرلے۔ جیسے کوئی حادثہ، کوئی سانحہ، کوئی مصیبت آ جائے تو انسان کے دل میں آتا ہے کہ اب میں اس حادثے کی وجہ سے نماز پڑھنے نہ جاؤں، فلاں کام نہ کروں، (جزع فزع کرنا یا گلہ شکوہ بھی مصیبت کے وقت ہوتا ہے) تو ان حالات میں اپنے آپ کو روک کر شریعت کے مطابق عمل کرنا اس کا نام ہے صبر۔ تو صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں (عاجزی کرنے والے اور دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنے والے) جو کام بھی انسان کرے اس کی طرف متوجہ رہے۔ غیر کا خیال نہ کرے۔ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ اللہ کی راہ میں خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں۔ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ۔ اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے، یاد رکھنے والے مرد اور عورتیں۔ یہ صفات بیان فرما کر کہا کہ ان کے لئے مغفرت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ صفات ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ مرد ہوں یا عورتیں۔ سب کو یہ صفات پیدا کرنا ہے۔

کیا عورت اعمال میں مرد سے بڑھ سکتی ہے؟

عورت مرد سے سبقت لے جا سکتی ہے۔ مرد سے آگے بڑھ سکتی ہے اگر اس کے

اعمال صحیح ہوں تو آخرت کے اجر میں عورت آگے جاسکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ جو اعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بجالائے تو عورت آگے بڑھ سکتی ہے عورتیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم محکوم ہیں ہم مظلوم ہیں ہم ترقی نہیں کرسکتیں۔ اس کے متعلق آگے تفصیل آئے گی۔ عورتوں پر کوئی ظلم نہیں ہے۔ آخرت کے اجر کے لحاظ سے آخرت کی ترقی کے لحاظ سے آخرت کے درجات کے لحاظ سے۔ بس دین کے احکام پر عمل کرنے سے انسان بہت ترقی کرجاتا ہے۔ عورتیں بعض دفعہ سمجھتی ہیں کہ ہم محروم ہیں۔ (اصل میں کچھ عورتوں نے فرمائش کی تھی کہ عورتوں کے متعلق خاص بیان کیا جائے بیانات تو سارے مشترکہ ہی ہیں لیکن آج کچھ عورتوں کے مسائل عرض کرنے ہیں)۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اتنی نیک تھیں، اتنی بزرگ تھیں کہ بہت سے مرد آکر ان سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔ پسِ پردہ بیٹھ کر ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ تصوف میں آگے بڑھنے کے لئے، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا کرنے کے لئے لوگ ان کو اپنا بڑا سمجھتے تھے تو دین کے اندر ترقی کرنا یہ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے یکساں رکھا ہے یہ الگ بات ہے کہ۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عورتوں پر حاکم مقرر کیا ہے یہ تو ضابطے کے لئے کیا ہے یہ انتظام کے لئے کیا ہے۔ نظام کے بغیر، انتظام کے بغیر، ضابطے کے بغیر صحیح طور پر سارے کام چل نہیں سکتے لیکن عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ وہ ترقی نہیں کرسکتیں۔ نہیں یہ بات غلط ہے اعمال کے لحاظ سے (وہاں آخرت میں جانا ہے) آپ گھر میں ہیں بچے آپ کے ہیں آپ ان پر حاکم ہیں، عورتیں حاکم ہیں بچوں پر، وہی بچہ کل کو ڈپٹی کمشنر بن جائے، کمشنر بن جائے، گورنر بن جائے مگر اپنی ماں کا وہ پھر بھی تابعدار ہوگا، چھوٹا ہوگا، یہ انتظام ہے اسی طرح عورتیں چاہے درجے میں کتنی ہی اونچی ہوجائیں پھر بھی وہ اپنے مردوں کے ماتحت رکھی گئی ہیں یہ انتظام کی خاطر کیا گیا ہے۔

عورتوں کی صفات:

عورتوں کی کچھ صفات ایسی بیان کی گئی ہیں کہ ان کی وجہ سے عورتیں بہت ترقی کرجاتی ہیں۔ مثال کے طور پر جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو جو رات کو تہجد کے وقت اٹھے اور نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھ لے اس عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ اپنے عمل پر تو ثواب مل ہی رہا ہے محض اپنے خاوند کو اٹھانے پر حضور اکرم ﷺ کی دعا بھی مل رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ صرف شوہر کو اٹھانے پر حضور اکرم ﷺ کی دعا نصیب ہورہی ہے۔ کتنا اونچا مرتبہ ہوجاتا ہے۔ سرکار کی دعا جس کو مل جائے اس کو کیا چاہئے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کے بارے میں کئی باتیں بیان فرمائی ہیں، اگر یہ باتیں عورتیں اختیار کرلیں تو ان سے عورتوں کو بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے اچھا خزانہ نیک بخت عورت کا یہ ہے کہ خاوند اس کو دیکھ کر خوش ہوجائے، جب عورت کو کام بتادے تو وہ حکم بجالاوے جب خاوند گھر میں نہ ہو تو اس کی عزت آبرو تھامے بیٹھی رہے یہ صفات بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ سب سے اچھی عورت ہے اور یہ صفت سب سے اچھا خزانہ ہے نیک عورت کا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ صفات عورتوں کے اندر ہونی چاہئیں تاکہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق بہترین خزانہ بن جائیں۔ نیک بخت بن جائیں۔ یہ نیک بختی کی نشانیاں ہیں ہم نیک اس کو سمجھتے ہیں جو نماز پڑھ لے، ذکر کرلے، تلاوت کرلے، اس گھر گرہستی کی باتوں کو ہم نیکی نہیں سمجھتے اس حدیث میں نبی آخرالزماں ﷺ نے یہی بیان فرمایا ہے کہ اس کو دیکھنے سے خاوند خوش ہوجائے۔ اس کو کام بتادے تو اس کا کہنا مانے اور خاوند جب گھر میں نہ ہو تو عزت آبرو کو تھامے رکھے اپنی عزت کو محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے قریش کی عورتوں کی تعریف بیان فرمائی۔ فرمایا عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں (قریش ایک

قبیلہ ہے) بڑی نیک ہیں، بڑی اچھی عورتیں ہیں۔ دو باتیں ان میں بڑی اچھی ہیں ایک تو یہ کہ اپنے بچے پر بڑی شفقت کرتی ہیں۔ شفقت اور محبت سے پالتی ہیں دوسری بات یہ کہ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں تو معلوم ہوا کہ بچوں کی پرورش کرنا، بچوں کی اچھی تربیت کرنا اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرنا، اپنے بچوں کو مال ضائع نہ کرنے دینا، کسی غیر کو مال نہ لینے دینا، اس کی پوری پوری حفاظت کرنا یہ بھی عورتوں کی اچھی صفات میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر قریش کی عورتوں کا بیان اس لئے فرمایا کہ ان میں یہ دو صفات خاص طور پر تھیں اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو عورت صَلَّتْ خَمْسَهَا پانچوں وقت کی نماز پڑھ لے۔ وَصَامَتْ شَهْرَهَا اور رمضان شریف کے روزے رکھ لے اور اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت رکھے اور خاوند کی تابعداری کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے۔ چار چیزیں بیان فرمائیں ہیں۔ پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھنا، رمضان شریف کے روزے رکھنا، اپنی عزت کو محفوظ رکھنا اور خاوند کی تابعداری کرنا، تو حضور ﷺ نے فرمایا آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے چاہے جنت میں چلی جائے۔

مردوں سے خطاب:

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مردوں میں جس کو چار چیزیں مل جائیں یوں سمجھو کہ اس کو دنیا اور آخرت کی دولت مل گئی۔ جس مرد کو دل ایسا مل جائے کہ شکر کرنے والا ہو، جو کام مرضی کے مطابق ہو اس پر شکر کرے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے میرا کام اس طرح کر دیا۔ ہر وہ کام جو اپنی مرضی کے مطابق ہو وہ نعمت ہوتی ہے اس نعمت کا شکر تو ادا کرنا چاہئے ہر وہ کام جو مرضی کے خلاف ہو وہ ایک مصیبت کی چیز ہے اس پر صبر کرنے کا حکم ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر وقت

کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوتی رہتی ہے یا تو کام اپنی مرضی کے مطابق ہوتا ہے یا مرضی کے خلاف ہوتا ہے مرضی کے مطابق ہو تو شکر کرے اور مرضی کے خلاف ہو تو صبر کرے۔ شکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا ہے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ انسان کو ترقی کرنے کے لئے دو بازو دیئے گئے ہیں دو پر ملے ہوئے ہیں صبر اور شکر کا بازو مارتا جائے اور آگے ترقی کرتا چلا جائے جو بات اپنی مرضی کے خلاف ہو اس پر صبر کرے اور جو مرضی کے مطابق ہو اس پر شکر کرے شکر کی عادت ڈالے انسان۔ تو فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم گننا شروع کر دو تو گن نہیں سکو گے۔ گننا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو معلوم ہوا ہر نعمت پر شکر کرنا بھی ہمارے بس میں نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے تھے نعمتیں اتنی ہیں کہ تم شکر ادا نہیں کر سکتے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر سانس جو اندر جاتا ہے آپ کو فرحت بخشا ہے اور ہر سانس جو باہر نکلتا ہے آپ کی زندگی کی بقاء کا سبب بنتا ہے سانس کا اندر جانا بھی نعمت ہے سانس کا باہر نکلنا بھی نعمت ہے ان دو نعمتوں کا تم شکر ادا کرنا شروع کر دو تو ان کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے چہ جائیکہ لَا تُحْصُوْهَا نعمتیں جتنی بھی ہیں جو کہ احصاء میں نہیں آسکتیں ان کا شکر تم کیسے کرو گے پھر وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ بفرضِ محال تم نے شکر ادا کیا ساری نعمتوں کا، اوّل تو ہو نہیں سکے گا کیونکہ نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتے۔ نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرو گے۔ اگر بفرضِ محال تم نے شکر ادا کر لیا اب یہ شکر کرنے کی جو توفیق ملی ہے اس کا شکر ادا کرو۔ یا اللہ آپ نے مجھے توفیق عطا فرمائی ہے اس کا میں شکر ادا کر رہا ہوں۔ اس کا شکر ادا کرو پھر وہ توفیق جو ملی ہے اسی شکر کی توفیق پر ملی ہے اس کا شکر ادا کرو۔ نہیں کر سکو گے۔ ہر توفیق ملنے پر شکر ادا کر نہیں سکو گے۔ بے انتہا مشکل ہے فرماتے ہیں اگر انسان شکر ادا کرنے کی عادت ڈال لے تو شکر کرنے سے عاجز آ جائے گا۔ بہر حال جتنا بھی ہم سے ہو سکے شکر کرنا چاہئے تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار چیزیں جس کو مل گئیں اس کو دنیا اور آخرت

کی دولت مل گئی۔ ایک یہ کہ دل شکر کرنے والا، دوسرے زبان ذکر کرنے والی، تیسرے بدن صبر کرنے والا اور چوتھے نیک اور دیانت دار بیوی۔

ذکر کے فوائد:

حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسلام کے احکام بہت ہیں مجھے یاد نہیں رہتے کوئی ایسا طریقہ ارشاد فرمادیجئے کہ مجھے عمل کرنا آسان ہوجائے تو جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللّٰهِ۔ جہاں تک ہوسکے اپنی زبان کو اللہ کے نام سے تر رکھ۔ زبان پر اللہ کا نام جاری رہے۔ اللہ کا ذکر جاری رہے۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم زبان سے اللہ کا نام لینا شروع کرو گے تو نام لیتے لیتے ایک دن ایسا آئے گا کہ اس نام کا اثر تمہارے دل میں اتر جائے گا۔ دل کے اندر اللہ کی یاد رچ جائے گی۔ راسخ ہو جائے گی دل کے اندر وہ بات جم جائے گی۔ جب دل کے اندر یاد جم جائے تو پھر انسان سوچتا ہے کہ نافرمانی نہ کروں جب آنکھ بری جگہ استعمال کرنے کا موقع آئے دل میں یاد آجائے کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ اس آنکھ سے بری جگہ نہ دیکھ، وہ یاد اللہ تعالیٰ کی جو دل کے اندر رچی ہوئی ہے وہ روک دے گی برائی سے۔ اسی طرح کان کا معاملہ ہے، اسی طرح ہاتھ کا معاملہ ہے، اسی طرح پیٹ کا معاملہ ہے، اسی طرح شرمگاہ کا معاملہ ہے، پاؤں کا معاملہ ہے۔ جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد رچ جاتی ہے تو پھر ایسے ویسے گناہوں سے رک جاتا ہے جب بھی کوئی گناہ کا موقع آتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد روک دیتی ہے تو زبان سے ذکر کرنے کا آخر کار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان سے ذکر کرتے کرتے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد رچ جاتی ہے اور پھر سارے اعضاء اللہ تعالیٰ کی یاد کی وجہ سے نافرمانی نہیں کرتے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو دل شکر کرنے والا مل جائے، زبان ذکر کرنے والی مل جائے اور بدن صبر کرنے والا مل جائے۔

اچھی بیوی کی صفات:

اور چوتھے بیوی ایسی مل جائے جو اپنی جان کے معاملے میں اور مال کے معاملے میں خیانت نہ کرے۔ اس کے مال کی بھی حفاظت کرے، اپنی عزت کی بھی حفاظت کرے اپنے شوہر کے لئے وقف ہوجائے جس کو یہ چار چیزیں مل گئیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور دولت مل گئی۔ ان چار صفات میں نیک عورت کا ذکر ہے ایسی عورت جو اپنی عزت کو محفوظ رکھے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے یہ بہت بڑی صفت ہے عورت کے اندر۔

پڑوسی کے حقوق کی اہمیت:

جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ عورت ایسی ہے کہ دن کو تو روزہ رکھا کرتی ہے اور راتوں کو کھڑی ہو کر نفلیں پڑھتی ہے یہ کہ نفلی عبادات زیادہ کرتی ہے (رمضان شریف کے روزے تو فرض ہیں)۔ یہ نفلی روزے بھی رکھتی ہے۔ دن بھر روزے رکھتی ہے رات بھر قیام کرتی ہے۔ صَائِمَةٌ صَوَّامَةٌ وَقَوَّامَةٌ نفلیں پڑھتی رہتی ہے۔ لیکن یا رسول اللہ ﷺ ایک بات ہے۔ وَلٰكِنْ تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا۔ اس میں ایک عیب ایسا ہے کہ پڑوسی اس کی وجہ سے تکلیف میں رہتے ہیں۔ وہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی رہتی ہے۔ وہ اس کی وجہ سے تکلیف میں رہتے ہیں پڑوسی اس سے امن میں نہیں ہیں اب دیکھئے نماز بھی پڑھ رہی ہے روزے بھی رکھ رہی ہے نفل نمازیں سب ادا کر رہی ہے باوجود اس کے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ هِيَ فِي النَّارِ۔ وہ دوزخ میں جائے گی کیوں کہ پڑوسیوں کو تکلیف دے رہی ہے تو معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو تکلیف سے محفوظ رکھنا بھی ایک بہت بڑی خوبی کی اور ضروری بات ہے۔ اس کے بعد ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ اتنی نفلی نمازیں تو نہیں پڑھتی، فرض

نمازیں پڑھ لیتی ہے اور دوسرے فرائض وواجبات ادا کر لیتی ہے وہ نفلی روزے بھی نہیں رکھتی لیکن اس کے اندر یہ خوبی ہے کہ وَلٰکِنْ تَرْضٰی جِیْرَانَهَا اپنے پڑوسیوں کو ایذاء نہیں پہنچاتی۔ فرمایا هِیَ فِی الْجَنَّةِ وہ جنت میں جائے گی تو اس حدیث میں اشارہ اس طرف کیا کہ پڑوسیوں کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ۔ سچا پکا صحیح مسلمان وہی ہے کہ اس کی وجہ سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ ہو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے۔ کسی وجہ سے تکلیف نہ ہو تو معلوم ہوا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچانا بھی ایک بہت بڑی خوبی کی بات ہے۔

بیوہ کی عظمت وفضیلت:

ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک بیوہ عورت کو دیکھا۔ بے چاری مالدار بھی تھی بیوہ ہوگئی اس کے بہت سے بچے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو بیوہ مالدار بھی ہو اور صرف بچوں کی حفاظت کے لئے دوسرا نکاح نہ کرے کہ میرے بچے ویران نہ ہوجائیں فرمایا اس عورت نے بچوں کی پرورش کرتے کرتے اپنا رنگ میلا کرلیا کیونکہ صرف بچوں کی پرورش مقصود تھی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ مالدار ہے گزارہ تو چل رہا ہے تو وہ میرے ساتھ اس طرح کھڑی ہوگی جنت میں جیسے کہ یہ، (دو انگلیوں کا اشارہ کیا اس طرح میرے قریب ہوگی) تو معلوم ہوا عورتوں کے اندر یہ بھی بڑی خوبی کی بات ہے ویسے تو بیوہ کو نکاح کرنے کا حکم ہے لیکن اس حدیث میں صرف بچوں کی پرورش کی خاطر کہ میرے بچے ویران نہ ہوجائیں چنانچہ ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ دوسرا شوہر ان بچوں کا خیال نہیں کرتا۔ بچے ویران ہوجاتے ہیں تو یہ بھی عورتوں کی ایک صفت بیان فرمائی ہے۔

بچوں کی پرورش کرنے کا صلہ:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک عورت آرہی ہے ایک بچہ اس کی گود میں ہے ایک بچے کی انگلی پکڑے ہوئے اسے چلا کر آرہی ہے حضور اکرم ﷺ کو خیال آگیا کہ دیکھو عورتوں بیچاریوں کا کیا حال ہے پہلے پیٹ میں حمل ہوتا ہے (بچہ ہوتا ہے پیٹ میں) وہ اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے پھر بچوں کی حفاظت کرتی ہیں فرمایا کہ اگر خاوند کے ساتھ ان کا برتاؤ ٹھیک ہو تو ان کو اس کے عوض جنت مل جائے گی۔ ہاں نماز پڑھتی رہیں اگر خاوند کے ساتھ برتاؤ ٹھیک رکھیں تو صرف بچوں کی پرورش کی وجہ سے بچوں کی حفاظت کی وجہ سے جنت کی مستحق ہوجاتی ہیں۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ ہم بڑی بڑی عبادات نہیں کرسکتیں۔ دیکھو اتنی بات پر ہی حالانکہ یہ فطری چیزیں ہیں اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے اتنا نواز دیا ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ عورت پہلے پیٹ میں بچے لئے پھرتی ہے پھر بچہ جنتی ہے پھر بچے کا خیال کرتی ہے اگر خاوند کے ساتھ معاملہ اچھا ہو اور نماز پڑھتی رہے تو جنت میں جائے گی وہ عورت۔

بچے کے فوت ہونے پر عورت کے لئے جنت کا وعدہ:

ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور صبر کرے ثواب سمجھ کر وہ بہشت میں جائے گی۔ آج ہماری عورتیں بے صبری کرتی ہیں ان کو چاہئے کہ جزع فزع نہ کریں دین کے ضروری احکام نہ چھوڑیں جو واجبات وفرائض ہیں ان پر پورا عمل کرتی رہیں اس کا نام صبر ہے۔ ایک صحابی نے سوچا میرے تو دو ہی بچے فوت ہوئے ہیں تین بچے تو فوت ہی نہیں ہوئے تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جس کے دو بچے فوت ہوجائیں تو؟ فرمایا وہ بھی بہشت میں جائے گا۔ یا رسول اللہ ﷺ! جس کا ایک بچہ فوت ہوا؟ فرمایا اس کے لئے بھی بہت بڑا اجر اور جنت کی بشارت ہے۔ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کوئی بچہ نہیں تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس کا کوئی بچہ نہ ہو، فرمایا اس کے لئے میں جو آگے جا رہا ہوں۔ بہر حال بچے فوت ہونے پر بھی جنت مل رہی ہے اور ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر حمل گر جائے اسقاط ہو جائے تو وہ گرا ہوا حمل اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔ اب دیکھئے ایسے واقعات بہت ہوتے رہتے ہیں۔ جنت میں جانے کے لئے کتنی آسانی پیدا فرما دی ہے اللہ جل شانہ نے۔ یہیں بس نہیں، رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت حمل کی حالت میں مر جائے یا زچگی کی حالت میں مر جائے بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے اس کی حد چالیس دن ہے اس کو نفاس کہتے ہیں، جب تک نفاس ہے اس وقت کے اندر اندر اگر مر جائے تو اس کو شہادت کا درجہ مل جاتا ہے۔ مردوں کے لئے تو شہید ہونے کے لئے بڑے میدان کارزار میں جانا پڑتا ہے جان کی بازی لگانی پڑتی ہے کئی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تب جا کر شہادت نصیب ہوتی ہے اور عورت کے لئے فرمایا حمل کی حالت میں مر جائے یا نفاس کی حالت میں مر جائے اس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

شہید کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا کہ جنت میں اس کی روح ایک سبز پرندے کے قلب میں رکھ دی جاتی ہے۔ وہ جنت کے درختوں میں جہاں دل چاہے پھرتی رہتی ہے اور شہداء زندہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتے ہیں لیکن ہمیں معلوم نہیں ہوتا اور شہید کو تکلیف اتنی بھی نہیں ہوتی جتنی چیونٹی کے کاٹنے کی ہوتی ہے بہر حال یہ شہادت کا درجہ مل جانا کتنی اونچی بات ہے اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت حاملہ ہو جائے اس کے پیٹ میں بچہ ہو جائے اور اس کا خاوند اس سے خوش ہو اس کو سارے حمل کے دوران اتنا ثواب ملتا رہتا ہے جیسے دن بھر روزے رکھ رہی ہے اور رات بھر نفلیں پڑھ رہی ہے اندازہ کیجئے حمل تو ویسے بھی ہوتے ہیں شوہر کو خوش رکھے صبر کرے اتنا بڑا ثواب مل رہا ہے عورتوں کو۔ ثواب کو بڑا ہی آسان کر دیا ہے

اللہ پاک جل شانہ نے کہ جو عورت حاملہ ہو جائے اور شوہر اس کا راضی ہو تو اس کو دن بھر روزہ رکھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے جب زچگی کا وقت ہوتا ہے اس وقت دردیں بے قرار کرتی ہیں عورت کو درد نہ ہو تو بچہ پیدا نہیں ہوتا درد ہونے کے ذریعے سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن درد اتنا پریشان کرتا ہے عورت کو یہ وہی جانتی ہیں جن کو تکلیف ہوتی ہے فرماتے ہیں یہ جو دردیں ہو رہی ہیں ہم پیدا کر رہے ہیں لیکن بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے جو تکلیف ہو رہی ہے اس عورت کو اتنا بڑا بدلہ ملے گا آنکھوں کی ٹھنڈک کا اتنا سامان ہوگا جنت میں اتنے درجے ملیں گے اس کو کہ اللہ پاک فرماتے ہیں میں جانتا ہوں فرشتے بھی نہیں جانتے۔ دنیا کے انسان بھی نہیں جانتے کتنا اونچا مقام مل رہا ہے اس کا اندازہ تو کیجئے ذرا۔ اور فرماتے ہیں جب بچہ دودھ پیتا ہے (بچے کو دودھ ویسے بھی پلاتا ہے اور پی رہا ہے بچہ) تو ہر گھونٹ کے بدلے ماں کو ایک نیکی ملے گی اور عام طور پر ہوتا ہے کہ بچے کو کوئی تکلیف ہے کسی وجہ سے کوئی پریشانی ہے تو بچے کی ماں کو جاگنا پڑتا ہے فرمایا کہ جب بچے کی وجہ سے رات کو جاگنا پڑے تو ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اندازہ کیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کئی کئی درجات رکھے ہیں لیکن اس کے ساتھ شرط یہ لگائی ہے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو شوہر کی اطاعت گزار ہو اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب بچہ دودھ پیتا ہے تو ہر گھونٹ پر اس کو اتنا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی اور جب عورت دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کندھے پر شاباشی کا ہاتھ مار کر کہتا ہے پچھلے تیرے گناہ معاف ہو گئے آئندہ نئے سرے سے عمل کر۔ ایسے ہی ایک حدیث اور ہے حاجی کے متعلق۔ طوافِ زیارت کی سعی کا ثواب بیان فرماتے ہیں جب بندہ طواف زیارت کرتا ہے فرشتہ اس کے کندھے پر ہاتھ مارتا ہے شاباشی کا اور کہتا ہے کہ تیرے سارے پچھلے گناہ معاف ہیں اب نئے سرے سے عمل کر یہ اجر حاجی کو کتنی محنتوں کے بعد جا کر ملتا ہے یہ اعزاز عورت کو گھر بیٹھے جب بچے کا دودھ چھڑواتی ہے تو فرشتہ

موڈھے پر ہاتھ مار کر کہتا ہے کہ شاباش ہو تجھے، اللہ تعالیٰ نے تیرے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے اب نئے سرے سے جو کرنا ہو کر۔

کیا بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرسکتی ہے؟

عام طور پر گھروں میں کوئی فقیر آجاتا ہے باہر کوئی حاجت مند آجاتا ہے یا گھر کے اندر کوئی عورت آجاتی ہے حاجت مند۔ اب وہ مال سارا شوہر کا ہے۔ بیوی کا اپنا مال تو ہے نہیں تو فرماتے ہیں اگر شوہر کی اجازت ہو تو اتنا مال دے سکتی ہے اتنا اناج دے سکتی ہے اتنا کپڑا دے سکتی ہے جتنی اس کی اجازت ہو، اس سے زیادہ دے گی تو گناہ گار ہوجاوے گی تو فرماتے ہیں جتنا ثواب مالک کو ملے گا شوہر کو ملے گا جس کا مال ہے اتنا ہی ثواب اس عورت کو ملے گا۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ ہم محروم ہیں ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ ہم خیرات کیسے کریں فرمایا اگر اس طرح شوہر کے مال سے خیرات کروگی اتنا ہی ثواب تم کو بھی ملتا رہے گا۔

عورتوں کو گھر میں رہنے کی فضیلت:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہ عورتوں پر جہاد ہے نہ جمعہ ہے نہ جنازہ ہے گھر بیٹھے بیٹھے ثواب مل جاتا ہے ان ساری چیزوں کا۔ ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو حج کرانے کے بعد فرمایا یہ سعی تو تم نے کرلی اب اپنی اپنی بوریوں پر جمی بیٹھی رہنا مطلب رسول اللہ ﷺ کا یہ تھا کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے گھر سے باہر نہ نکلنا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اتنا عمل کیا کہ اس وقت کے بعد گھر کی چوکھٹ سے باہر نہیں نکلیں جب انتقال ہوا تو جنازہ ہی باہر گیا ایسی کڑی شرط لگائی اپنے اوپر۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بوریوں پر جمی بیٹھی رہیں کبھی باہر نہیں نکلیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے نہ نکلنا پھر بھی اتنی فرمانبردار تھیں اپنے شوہر کے ارشاد کی۔

اللہ کے ہاں پسندیدہ عورت:

ایک اور حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو وہ عورت پسند ہے جو شوہر کے ساتھ محبت رکھے وہ عورت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ آج کل معاشرے کی آزادی سے ہماری عورتیں ہماری بہنیں ہماری بچیاں خلاف شریعت کاموں میں مبتلا ہورہی ہیں یہ ہمارے معاشرے کی خرابی ہے ابھی تک بھی ایسے خاندان ہیں جو غیرت والے ہیں اپنی غیرت کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں اپنی صفت حیا کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں ابھی تک بہت سے خاندان ایسے ہیں لیکن یہ ٹی وی اور وی سی آر کی لعنتیں جو ہمارے گھروں میں آگئی ہیں یہ ہمیں دھکیل رہی ہیں بے حیائی کی طرف فحاشی کی طرف آزادی کی طرف دھکیل رہی ہیں ہم اگر خراب نہیں ہیں ہماری اولادیں ایسی خراب ہوں گی کل کو ہم خود پچھتائیں گے حالانکہ عورت کی خوبی یہ فرمارہے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کہ اللہ تعالیٰ کو وہ عورت پسند ہے جو شوہر کے ساتھ تو محبت رکھے اور غیروں سے اپنی حفاظت رکھے۔ آج آزادی کے دور میں لڑکیاں کالجوں میں جاکر آزاد ہورہی ہیں جہاں ان کا دل چاہتا ہے دل لگالیتی ہیں جہاں دل چاہتا ہے جاتی ہیں آتی ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا عورتوں میں سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ خاوند اس کو دیکھے تو اس کو خوش کردے۔ جب خاوند اس کو کوئی حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے اور اپنی جان کے معاملے میں اور مال کے معاملے میں شوہر کو ناراض نہ کرے کون سا مشکل کام ہے ایک حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں گے پاجامہ پہننے والی عورت پر۔ یہ پاجامہ اور شلوار کا رواج بعد میں ہوا ہے۔ اس وقت لوگ تہبند باندھا کرتے تھے۔ عورتیں بھی تہبند باندھا کرتی تھیں تہبند میں چونکہ ستر کی حفاظت پوری نہیں رہتی ہے اس واسطے رسول اللہ ﷺ نے پاجامہ بیان فرمایا اللہ تعالیٰ رحمت فرمادے پاجامہ پہننے والی عورت پر مطلب یہ کہ شریعت کے مطابق

اپنی حفاظت کرنی چاہئے اپنے پردے کی حفاظت کرنی چاہئے کہ پردے کی حفاظت عورت کے لئے بڑی ضروری چیز ہے۔

تقویٰ کی ایک اعلیٰ مثال:

پہلا واقعہ:

ایک نوجوان کسی نہر کے کنارے وضو کر رہے تھے جس طرف سے پانی آرہا تھا اس طرف سے ایک سیب بہتا ہوا آیا اس نوجوان نے وہ سیب پکڑا اور کھالیا کھانے کے بعد اس نوجوان کو خیال آیا کہ کھا تو لیا ہے، لیکن ہے تو غیر کا مال۔ نہ تو میں نے اس کی قیمت ادا کی نہ اس کے مالک سے پوچھا ہے، اُس سے اجازت لیتا اور کھالیتا تو اور بات تھی اب یہ پریشانی اس کو لاحق ہوئی اتنا تقویٰ تھا اتنی پرہیزگاری تھی حالانکہ شرعاً ایسا پھل کھانا جائز تھا لیکن اس کا تقویٰ اتنا اونچا تھا کہ پریشان ہو گیا کہ میں نے یہ کیوں استعمال کیا اب اس جستجو میں ہے کہ حل کیا ہو؟ اس جستجو میں خیال آیا کہ جس سمت سے پانی بہتا ہوا آرہا ہے ممکن ہے نہر کے کنارے کوئی باغ ہو اور باغ کا کوئی درخت نہر کے کنارے پر ہو اس کا کوئی سیب گر کر آ گیا ہو تو میں جاتا ہوں اس کے مالک سے اجازت لے لیتا ہوں یا پیسے دے دیتا ہوں۔ چلتے چلتے کچھ دور پہنچا تو دیکھا کہ باغ بھی ہے نہر کے کنارے اور سیب کا درخت بھی نہر کے کنارے ہے اور سیب لٹک رہے ہیں بس اندازہ کر لیا کہ اسی درخت کا سیب گرا ہے اور اسی درخت کا سیب میں نے کھالیا ہے تو جو مالک ہے اس باغ کا اس سے میں اجازت لے لیتا ہوں تاکہ معاملہ صاف ہو جائے یا میں اس سے کہوں کہ پیسے لے لو یا میں اس سے کہوں گا مجھے معاف کر دو ایک سیب میں نے کھالیا ہے تمہارا۔ باغ کے مالک کے پاس پہنچے تو باغ کے مالک کو سارا واقعہ سنایا باغ کے مالک نے کہا میں تو معاف نہیں کروں گا۔ یہ اس کی منت سماجت کر رہے تھے مہربانی کرو مجھے معاف کر دو

اگر تم نے مجھے معاف نہ کیا تو کل کو آخرت میں میرا کیا بنے گا۔ فکرِ آخرت مجبور کر رہی ہے وہ کہتا ہے میں معاف نہیں کروں گا۔ یہ کہتے ہیں مہربانی کرو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی جو صورت معافی کی ہے بتاؤ اور معاف کر دو تو باغ کے مالک نے سر سے پاؤں تک دو چار دفعہ دیکھا پھر کہا کہ اگر واقعی معاف کرانا چاہتے ہو تو تم کو ایک سال تک باغ میں مزدوری کرنی پڑے گی یہ حیران پریشان کہ ایک سیب کے بدلے میں ایک سال کی مزدوری لیکن آخرت کی فکر لگی ہوئی تھی وہ جو دل کے اندر آخرت کا فکر تھا کہ کل آگ سے میری حفاظت ہو جائے کل کو وہاں عذاب نہ ہو۔ یہاں میں جتنی بھی تکلیف برداشت کر لوں بالآخر بہت مجبور ہو کر کہا کہ جی اچھا میں ایک سال تک آپ کے باغ کی مزدوری کروں گا۔ راضی ہو گیا بیچارہ۔ پھر مالک نے کہا دوسری شرط ایک اور بھی ہے کہا جی وہ کیا شرط ہے کہا وہ شرط یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے وہ آنکھوں سے اندھی ہے، زبان سے گونگی ہے، کان سے بہری ہے، ہاتھوں سے لنجی ہے، ہاتھ بھی نہیں ہیں اس کے اور پاؤں سے بھی لنگڑی ہے پاؤں بھی نہیں ہیں، اس کے ساتھ تم کو نکاح کرنا ہوگا اب یہ اور بھی پریشان ہو گئے کہ جس عورت کی نہ زبان ہو، نہ کان ہوں، نہ آنکھیں ہوں، نہ ہاتھ پاؤں ہوں اس کو میں لے کر کیا کروں گا وہ تو میرے لئے وبالِ جان بن جائے گی بجائے اس کے کہ وہ میری خدمت کرے مجھے اسی کی خدمت کرنی پڑے گی حیران کہ اب میں کیا کروں فکرِ آخرت نے اتنا مجبور کیا، کل کے مواخذے نے کل کی پکڑ نے اتنا مجبور کیا تو سوچا یہاں جو بھی مصیبت ہے برداشت کر لوں تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا بہت اچھا جی یہ شرط بھی منظور ہے مجھے۔ مجھے آخرت کی پکڑ نہ ہو اب اندازہ فرمایئے کتنا تقوی اونچا تھا۔ آخرت کی سزا کا کتنا ڈر تھا۔ آخرت کی شرمندگی، ذلت اور رسوائی کا کتنا خیال تھا بس باغ کے مالک نے کام بتا دیا اور باغ میں کام کرنا شروع کر دیا دوسرے دن باغ کے مالک نے کہا اب دوسری شرط بھی پوری کر دو کہا اچھا جی میں حاضر ہوں نکاح کر دیا نکاح ہو گیا تو باغ کے

مالک نے کہا کہ دیکھو وہ مکان میں نے تمہارے لئے متعین کیا ہے تمہاری بیوی کو میں نے وہاں بھیج دیا ہے اب تم جاؤ اپنی بیوی کے پاس یہ گئے جا کر دروازہ کھولا اندر دیکھا ایک عورت بیٹھی ہے چارپائی پر، جب دروازے کی آہٹ سنی اس نے پلٹ کر دیکھا۔ یہ حیران کہ اس نے تو دروازے کی آہٹ بھی سن لی کان بھی صحیح ہیں اس کے۔ اور دیکھ بھی رہی ہے جو میری عورت ہے جس کے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے وہ تو آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، زبان سے گونگی ہے، ہاتھ بھی نہیں ہیں پاؤں بھی نہیں ہیں اور اس کے اندر ساری صفات موجود ہیں۔ واپس آگیا باغ کے مالک کو کہا کہ یہ تو آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے وہاں تو غیر عورت بیٹھی ہوئی ہے جس عورت کے ساتھ آپ نے میرا نکاح کیا ہے اس کی تو آپ نے یہ باتیں بتائی ہیں تو باغ کے مالک نے کہا کہ میں نے ہی تمہارا نکاح پڑھایا ہے میں نے ہی تم کو مکان میں بھیجا ہے۔ دریافت کیا پھر یہ معمہ کیا ہے۔ اس باغ کے مالک نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب تم آئے تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک سیب کی خاطر جو آپ کھا بھی سکتے تھے، شریعت میں اس کی اجازت بھی ہے لیکن تم نے اتنا تردد کیا میں نے سوچا کہ اس نوجوان کا تو تقویٰ اتنا اونچا ہے اس کے تقویٰ نے اسے مجبور کیا اتنا سفر کر کے آیا میرے پاس اور میں اپنی بیٹی کے لئے کسی اچھے رشتے کی تلاش میں تھا کوئی نوجوان ہو نیک ہو، صالح ہو، متقی ہو، پرہیز گار ہو، دین دار ہو جب میں نے تم کو بار بار اوپر نیچے دیکھا۔ میں نے خیال کیا تم سے اچھا لڑکا مجھے نہیں مل سکتا اس واسطے میں نے اس لڑکی کا نکاح کیا ہے تمہارے ساتھ۔ اور یہ بات کہ آنکھوں سے اندھی ہے۔ یہ اس لیے کہ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے آج تک کسی غیر محرم کو اس نے نہیں دیکھا، جب سے یہ پیدا ہوئی غیر محرم کی آواز اس کے کان میں نہیں پڑی۔ کبھی غیر محرم کے ساتھ اس نے بات نہیں کی۔ کبھی غیر محرم کو اس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کبھی غیر محرم کے پاس پاؤں سے چل کر نہیں گئی اس واسطے پاؤں سے لنگڑی ہے، ہاتھوں سے لنجی ہے، گونگی ہے، بہری

ہے، اندھی ہے۔ تم جاؤ تمہاری بیوی ہے جاؤ تم آرام سے رہو اللہ تعالیٰ تم کو مبارک کرے۔ اب اندازہ لگائیے وہ عورت بھی کتنی اونچی تقویٰ والی، پرہیز گار ہوگی اور یہ مرد بھی کتنا پرہیز گار تھا۔ ان کی اولاد میں پیدا ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غوث اعظم پیران پیر۔ یہ ہوتا ہے تقویٰ کا اثر آج ہماری عورتیں کہتی ہیں ہمارے بچے نافرمان ہیں۔ ہمارے بچے ایسا کرتے ہیں، بات یہ ہے کہ دین داری عورتوں میں بھی نہیں ہے مردوں میں بھی نہیں ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے، بچے تو پھر ایسے ہی ہوتے ہیں۔

دوسرا عجیب واقعہ:

ایک اور بزرگ تھے ان کی بیوی حاملہ ہوگئی ان دونوں نے آپس میں اتفاق کر کے یہ فیصلہ کیا کہ اب اس حمل کے دوران نہ تم کوئی گناہ کرنا نہ میں کوئی گناہ کروں گا تا کہ جو اولاد ہو نیک ہو۔ دونوں نے عہد کر لیا۔ بچہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا جب بچہ چلنے کے قابل ہوا ایک دن بچہ بازار میں گیا اپنے والد کے ساتھ والد دکان سے کوئی چیز خرید رہے تھے تو دکان دار کے بیر پڑے ہوئے تھے اس میں سے اس بچے نے ایک بیر اٹھا کر کھالیا اب اس کی وجہ سے اس کے باپ کو بڑا صدمہ ہوا اپنی بیوی کے پاس آکے پوچھا الحمد للہ میں تو اپنے وعدے پر پوری طرح قائم رہا ہوں میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تم بتاؤ کیا بات ہے اس عورت نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک بیری کا درخت تھا اس کی ٹہنی ہماری طرف تھی حمل کے دوران میں نے ایک دن ایک بیر اٹھا کر کھالیا تھا یہ شاید اسی کا اثر ہے۔ فرمایا اسی کا اثر ہے۔ آپ اندازہ لگائیے کتنا اثر ہوتا ہے اولاد پر۔ آج ہم روتے ہیں کہ ہماری اولادیں خراب ہیں لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ ہم خود تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتے اسی واسطے سرکار دو عالم نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بدکار عورت ہے اس کی بدکاری ہزار مردوں کے برابر ہے اور نیک عورت کی نیکوکاری ستر اولیاء اللہ کے برابر ہوتی ہے اندازہ کرو کتنا اونچا مرتبہ مل رہا ہے۔

ایک صحابیہ کا واقعہ:

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کا ثواب، جمعہ کے دن بیمار پرسی کا ثواب، جمعہ کے دن جنازے کی نماز پڑھنا، جنازے کے ساتھ جانا، قبرستان پہنچانا ان اعمال جمعہ کے بڑے بڑے ثواب ہیں۔ عورتوں کو خیال ہوا کہ مرد تو ہم سے آگے بڑھ گئے اب دیکھئے عورتوں میں کتنا نیکی کے اندر سبقت کرنے کا مادہ تھا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مرد تو ہم سے آگے بڑھ گئے ہم مجبور ہیں ہم جہاد نہیں کرسکتیں نہ حج عمرے پر زیادہ جاسکتی ہیں نہ مریض کی عیادت کو جاسکتی ہیں نہ جمعہ میں جاسکتی ہیں نہ جماعت پر جاسکتی ہیں اور آپ نے اتنے بڑے بڑے فضائل ان کے بیان فرمائے ہم تو پیچھے رہ گئیں ہمارا کیا ہوگا۔ یا تو ہمیں اجازت دیجئے یا اس کا حل بتلایئے تو حضرت اسماء بنت یزید نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ سارے حالات بتائے تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اسماء! تو واپس جا کر عورتوں کو خبر دے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا شوہر کے لئے اپنی سجاوٹ کرنا اور شوہر کا حق ادا کرنا۔ شوہر کی رضامندی کا خیال کرنا اور شوہر کی مرضی کے مطابق کام کرنا اس پر جو ثواب تم کو مل جائے گا یہ سارے مردوں کے جمعہ پڑھنے سے، جماعت سے نماز پڑھنے سے، مریض کی عیادت سے، جنازے کے ساتھ جانے سے، نماز جنازہ پڑھنے سے، سرحد اسلامی کی حفاظت سے اور جہاد سے بھی بڑھ کر ثواب مل جائے گا، تم کو گھر بیٹھے بیٹھے یہ ثواب مل جائے گا، ہاں البتہ نماز، روزہ، جو ضروری ہے کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسماء النبی ﷺ

سیدنا محمد ﷺ

بہت تعریف کیا گیا

احمد — سب سے زیادہ حمد کرنیوالا
حامد — بہت تعریف کرنیوالا
محمود — بہت تعریف کیا گیا
قاسم — بانٹنے والا
عاقب — پیچھے آنے والا
فاتح — کھولنے والا

شاہد — گواہی دینے والا
حاشر — اٹھنے والا
رشید — نیک
مشہود — گواہی دیا گیا
بشیر — خوشخبری دینے والا
نذیر — ڈرانے والا

داع — بلانے والا
شاف — شفاء دینے والا
ہاد — ہادی
مہدی — ہدایت والا
ماح — محو کرنیوالا
منج — نجات والا

ناہ — منع کرنے والا
رسول — رسول، پیغمبر
نبی — نبی
امی — امی [illegible]
تہامی — تہامی
ہاشمی — ہاشمی

ابطحی — ابطح والا
عزیز — غالب
حریص علیکم — حرص کرنیوالا بہتری کے
رؤف — نرم دل
رحیم — رحم والا
طہ — طہ

مجتبیٰ — چنا ہوا
طس — طس
مرتضیٰ — برگزیدہ
حم — حم
مصطفیٰ — چنا ہوا
یس — یس

اولیٰ — بہتر
مزمل — کملی والا
ولی — دوست
مدثر — چادر اوڑھنے والا
متین — مضبوط
مصدق — سچ بولنے والا

طیب — پاک
ناصر — مدد دینے والا
منصور — مدد دیا گیا
مصباح — چراغ
آمر — حکم دینے والا
حجازی — حجاز والا

نزاری — مضر بن نزار کی اولاد سے
قریشی — قریشی
مضری — مضر والا
نبی التوبہ — متوجہ ہونیوالا نبی
حافظ — یاد رکھنے والا
کامل — کامل (پورا)

صادق — سچا
امین — امانت دار
عبداللہ — اللہ کا بندہ
کلیم اللہ — اللہ سے کلام کرنیوالا
حبیب اللہ — اللہ کا دوست
نجی اللہ — اللہ کا رازدار

صفی اللہ — اللہ کا مخلص دوست
خاتم الانبیاء — انبیاء کو ختم کرنیوالا
حسیب — کافی
مجیب — قبول کرنیوالا
شکور — شکر گزار
مقتصد — میانہ روی سے چلنے والا

رسول الرحمۃ — مہربانی والا رسول
قوی — طاقت والا
حفی — خبر رکھنے والا
مامون — امن والا
معلوم — علم والا
حق — سچا

مبین — ظاہر
مطیع — تابعدار
رسول الراحۃ — راحت والا رسول
اول — اول
آخر — پیچھے
ظاہر — ظاہر

باطن — پوشیدہ
نبی الرحمۃ — مہربانی والا نبی
یتیم — یتیم
کریم — سخی
حکیم — حکمت والا
خاتم الرسل — رسولوں کو ختم کرنیوالا

سید — سردار
سراج — چمکتا ہوا
منیر — چراغ
محرم — قابل عزت
مکرم — عزت والا
مبشر — خوشخبری سنانیوالا

مذکر — نصیحت کرنیوالا
مطہر — پاکیزہ
قریب — قریب
خلیل — دوست، جانی
جواد — سخی

عادل — عدل کرنیوالا
طاہر — پاک کرنیوالا
شہید — گواہ